دکھایا رنگ زمانے نے اور کیا کیا ہے
مرا کلام بھی جمشید کا پیالا ہے

طبع ثانی کا تعارف

میر یار علی "جان صاحب" کا دیوان اُن کی زندگی میں غدر سے بارہ برس پہلے زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا تھا لیکن ان کے انتقال کے تیس بتیس برس بعد جبکہ وہ دیوان معدوم نہیں تو کمیاب ضرور ہو گیا تھا اور سوا خاص خاص کتب خانوں کے اس کا وجود باقی نہ رہا تھا سب سے پہلے سنہ ۱۹۲۳ء میں نظامی پریس بدایوں نے نہایت آب و تاب سے ۲۰×۳۰/۱۶ کی خوبصورت تقطیع پر اس کو چھاپ کر شائع کیا اور آغا حیدر حسن صاحب دہلوی جیسے نامور ادیب نے جو اپنی بیگماتی طرزِ تحریر کی وجہ سے اُردو ادب کی دُنیا میں خاص طور پر مشہور رہے ہیں اس کا مقدمہ لکھا جو بہت پسند کیا گیا۔ دیوان کا شائع ہونا تھا کہ اُن اصحاب نے جنھیں غریب جان صاحب ہی کے کلام پر کیا موقوف ہے سرے سے اُردو شاعری ہی میں کیڑے پڑے دکھائی دیتے ہیں نظامی پریس کو "گندہ لٹریچر" کی اشاعت کا ملزم ٹھہرایا لیکن جن لوگوں کو اُردو ادب کے ادبی تبرکات کو محفوظ رکھنے کا خیال ہے اُنھوں نے اس کی اس کوشش کو سراہا۔ جان صاحب کے مولد شہر فرخ آباد کے اخبار "فرخ" میں ایک ریختی گو شاعر نے جو ہمارے زمانہ کے فرخ آبادی "جان" نہیں تو

جان صاحب بھی اپنا کلام اس گلدستہ میں التزام کے ساتھ بھیجتے تھے اس گلدستہ کی جو جلدیں ہمیں ملیں اُس میں اُن کی چوبیس غزلیں اور ایک قصیدہ دستیاب ہوئی جن کو ہم نے ردیف وار بطور ضمیمہ دیوان کے آخر میں درج کر دیا ہے۔ ان غزلوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ میں جان صاحب ریختی کے علاوہ غزل گوئی بھی کرتے تھے جس کا پایہ اس زمانے کے دوسرے شعرا کے کلام سے کسی طرح گرا ہوا نہ ہوتا تھا۔ وہ ریختی اور ریختہ دونو کے لحاظ سے ایک قادرالکلام شاعر تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب مشاعرہ یا گلدستہ کی طرح ریختی لکھنے کے ڈھب کی نہ ہوتی تھی تو وہ ضرورتاً اُس طرح میں عاشقانہ رنگ میں غزل لکھ کر ریختہ گوئی کے جوہر دکھاتے تھے لیکن ایسی طرح انھیں دل سے نہ بھاتی تھی جس کا پتا ان کے اس شعر سے چلتا ہے ؎

رنگ مارڈھی کا ہے ایسی نہ کی کوئی طرح
مُردوں نے اپنے ہی مطلب کی ہاں ہاں کی طرح

ضمیمہ میں جو غزلیں ہم نے درج کی ہیں ان میں زیادہ تر ایسی غزلیں ہیں جو ریختی میں نہیں بلکہ عاشقانہ رنگ میں لکھی گئی ہیں۔ جن میں فارسی ترکیبیں اور اضافتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ لفظی رعایتیں۔ استعارے تشبیہات کا استعمال ان کے یہاں کسی دوسرے لکھنوی شاعر کے کلام سے کم درجہ پر نہیں پایا جاتا مثلاً اس شعر کے آخر مصرع میں تین اضافتوں کا استعمال کیا ہے ؎

عجیب تیغ نے اس گل کی گل کھلائے ہیں
بہارِ گلشنِ جنت ہے زخمِ تن کی بہار

دوسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

نظر آیا ہے جو شاہین نگاہِ صیاد
ہم صفیرانِ چمن خوف سے گھبرائے بہت

ایک دوسری غزل میں فرماتے ہیں ؎

دیکھ کر رویا جو داغ حسرتِ دیدارِ یار
یہ چمن آنکھوں سے سینچا نرگستاں کی طرح

ایک مقطع ہو ؎

تیغِ قاتل نے گلی زخم کھلائے ہو جان
روح کو ہے چمن جوہرِ شمشیر پسند

فارسی ترکیبوں کا استعمال نہایت خوبصورتی سے کرتے تھے

فرماتے ہیں ؎

بڑھ کے ہر وحشی سے ہے وحشت کا اے لیلیٰ خواص
قیس سے پوچھ اس مرے عشقِ جنوں زا کا خواص

آتے ہی فصلِ جنوں خیز بنا دیوانہ
بھاگتے ہیں مرے اب سایہ سے ہمسائے بہت

بیاں جو حال غم و داغ ہجر اُن سے کیا
چراغ پا ہوئے وہ سُن کے ماجرائے چراغ

استعارہ اور تشبیہ کی مثالیں بھی اُن کی عاشقانہ غزلوں میں موجود ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

پامال کیا زخم نے شمشیر ادا کو
اس مہر کی چوٹی کی نہ کچھ تاب ہے کرن سے

کیوں اپنا مرغ روح نہ پژمردہ دل ہے
دیتی ہے خار گلشن ایجاد کی ...

جان صفا تصور بالا ہے تیر یار کی جبیں ہلال
دیکھ کے آتا ہوں روئے یار کے تل کی طرف

لفظی رعایتوں کے باندھنے میں جان صاحب اپنے کسی معاصر سے پیچھے نہیں رہے۔ لکھتے ہیں ؎

خضر کس بحر لطافت سے ہیں صوئے لپٹے ہاتھ
مچھلیاں دوڑی چلی آتی ہیں ساحل کی طرف
وہ گراں ہیں ہوش آہنگر اُٹھے غش آگیا
دیکھتے ہی اسے پڑی طوق و سلاسل کی طرف

ضمیمہ میں جو غزلیں ہم نے "ان" کی ردیف میں لکھی ہیں وہ جان صاحب نے نہایت مشکل طرح میں فی البدیہہ کہی تھیں بالخصوص دوسری غزل جیسی بحر میں ہو جو زیادہ تر ہندی اوزان سے تعلق رکھتی ہے پہلی غزل بحر کامل متفاعلن

میں ہی جس کے ہر مصرع کا وزن مفاعلن چار بار لینے سے پورا ہوتا ہی دوسری غزل کا وزن "بحر متدارک مثمن مخبون" ہی اور وزن کے لیے فعلن ہر مصرع میں آٹھ مرتبہ آتا ہی حالانکہ عروض میں عموماً چار ارکان سے زیادہ وزن میں نہیں آتے ہیں لیکن جان صاحب نے اس بحر کے وزن کو ہندی کی تقلید سے مضاعف کردیا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جان صاحب معمولی شعرا کی طرح فن عروض سے بے بہرہ نہ تھے اور ایک مکمل شاعر تھے لیکن باوجود اس کے نہایت منکسر المزاج واقع ہوئے تھے ایک موقع پر فرماتے ہیں ؎

جان صاحب یہ غزل گوئی بہت مشکل ہی
نہ پڑھو شعر کہ تم کھوتے ہو توقیر عبث

بعض ردیفیں مثلاً ص، ض، ط، ظ، ع، غ وغیرہ کی ایسی ہوتی ہیں کہ جن میں شاعرانہ مضامین مشکل سے ادا ہوسکتے ہیں اور شعرا صرف دیوان کی تکمیل کی غرض سے اُن کی خانہ پوری کردیتے ہیں۔ جان صاحب نے اس کمزوری کو اپنے ایک مقطع میں صاف ظاہر کردیا ہی ؎

تو شعر جان تم نے کہے وہ بھی سب بُرے
اچھا بندھا نہ ایک بھی پہلو سے ارتباط

میں اس مختصر تمہید میں جان صاحب کے کلام پر تنقید و تبصرے کا فرض انجام دینا نہیں چاہتا نہ اس کی ضرورت ہی کیونکہ آغا حیدر حسن صاحب اپنے بسیط مقدمہ میں کافی طور پر تنقید کا حق ادا کرچکے ہیں میں نے جو کچھ سطور بالا میں لکھا ہی وہ محض کی نئی غزلوں کا تعارف کرانے کی غرض سے بطور تذکرہ

لکھ دیا ہے۔ امید ہے کہ وہ ناظرین کی دلچسپی کا سبب ہوگا۔ اور اس نئے اڈیشن کو اپنے پیش رو سے ممتاز بنا دیگا۔ اگرچہ پہلا نسخہ بھی کچھ کم مقبول نہیں ہوا لیکن اس طبع ثانی میں جان صاحب کے جدید کلام کے اضافے اور میری اس مختصر تمہید سے جو خصوصیت پیدا ہو گئی ہے وہ سچ مچ اس کو "ریختی ہنڈی" بنا دے گی جیسا کہ جان صاحب نے خود اپنے دیوانوں کے متعلق ایک موقع پر کہا تھا۔ ؎

اک ہفتہ میں بک جائیں گے ہیں ریختی ہنڈی
مطبع سے تو نکلیں، ارے۔ یہ صاحبو، دو نو

خاکسار

نظامی بدایونی عفی عنہ

بدایوں

یکم اگست ۱۹۲۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ دیوان جان صاحب

(جناب آغا حیدر حسین صاحب صبا دہلوی کے قلم سے)

ا

شکریہ | ہز ایکسی لنسی نواب میر یوسف علی خاں بہادر (سالار جنگ) مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی (صدر یار جنگ) حافظ جلیل حسن صاحب جلیل (فصاحت جنگ) مولوی لطیف احمد صاحب اختر مینائی (اختر یار جنگ) ناظم امور مذہبی، حضرت ولایت حسین خانصاحب جریس (شاگرد میر نفیس) مرزا حسین علی خاں صاحب پروفیسر نظام کالج، مستحق شکریہ ہیں، ہز ایکسی لنسی نواب سالار جنگ بہادر نے اپنے کتب خانہ سے استفادہ کی اجازت دی، نواب حبیب الرحمن خاں شروانی صدر الصدور امور مذہبی نے مفید مشورہ دیا، اور اس ہیبت کو دور کیا، جو کہ عام طور سے دیوان جان صاحب کی طرف سے ریاکار نوجوانوں کے دلوں پہ بیٹھی ہوئی ہے۔ نواب فصاحت جنگ بہادر نے جان صاحب کے دو بیٹوں کی زبانی سنی چند روایات بیان فرمائیں، میرے ایک محترم شفیق نے جو اپنا نام کسی خاص مصلحت سے نہیں ظاہر کرانا چاہتے، باوجود اپنی مصروفیتوں

کے "ڈی تاسی" کے فرانسیسی تذکرہ میں سے جان صاحب کا حال، انگریزی میں ترجمہ کردیا، نواب اختر یار جنگ بہادر نے، جو دو ایک مشاعروں میں جان صاحب کو پڑھتے سُنا تھا، اس کا چشم دید حال سُنایا، اور اپنے کتب خانہ سے ایک نسخہ دیوان جان صاحب، مطبوعہ مطبع "بلیغی صاحب" مستعار دیا، حضرت برجیس صاحب نے، جو جان صاحب کے ہمعصر ہیں اور اکثر مشاعروں میں جان صاحب کو سُنا ہی، ستر بہتر ہونے کے عذر کو پیش کرکے چند باتیں یاد ہر زور ڈال جان صاحب کے متعلق بتائیں اور مرزا حسین علی خاں کے انگریزی کتب خانہ کو میں نے اپنا سمجھ کر، ان کی موجودگی، اور غیر موجودگی میں استعمال کیا۔ ان کا، انگریزی جدید ادب کے متعلق کتب خانہ ان کی خوش مذاقی کی دلیل ہی اور پڑھنے کے قابل کتابیں اس میں مل سکتی ہیں۔

تمہید مولوی نظام الدین حسین صاحب نظامی مدیر "ذوالقرنین" بدایوں نے "قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند" کو مجھ پر صحیح کر دکھایا، بڑے بڑھاوے چڑھاوے کے خط لکھے، کہ میر یار علی جان صاحب کے دیوان پر مقدمہ لکھوں۔ حیران کہ الٰہی کیا کروں، مقدمہ کو چاہیئے وقوف، جان صاحب کے نام سے تو ہر ایک آشنا لیکن بڈھوں بڈھوں سے پوچھا، تو یہ کوئی نہ بتاسکے کہ جان صاحب سے خود ملا، اور پڑھتے سُنا زیادہ سے زیادہ کوئی پینتیس چھتیس ہی برس، جان صاحب کو مرے ہوئے ہوں گے کہ ان کے متعلق عجیب و غریب روایتیں مشہور ہوگئیں، کوئی کہتا ہی کہ میرٹھ کے رہنے والے تھے

کسی نے کہا فرخ آباد کے، کوئی لکھنؤ کا بتاتا ہے "ڈی ناسی" تو ان کے کلام سے
اتنا متاثر ہوا، کہ اس نے تو ان کو میر امّن، کی بیٹی ہی بنا دیا، اور نواب
عاشور علی خاں بہادر کی شاگردی کا جھومر رکھ۔ بیچاری بچّی کو فارسی کی گلستاں،
بوستاں اور بہار دانش پڑھوا کے شعر شاعری کے ڈھرّے پر لا ڈالا۔ محسن کے
حوالہ پر سارا زور باندھا، اسی فرانسیسی تذکرہ نویس نے، یورپ میں بچارے
میر یار علی، کو اچھے نچھے مردوئے سے عورت مشہور کرا دیا، کہ جب ہولاک
ابلیس نے صنفیات پر، کتابیں لکھیں، تو ہم صنفی الفت میں غریب جانصاحب
کو پیش کیا، اور ان ہوئی باتوں کا لم ان کے سر دھرا، مولوی نظامی صاحب
نے بڑی بچ یہ لگا دی، کہ مقدمہ بیگماتی زبان میں ہو، مجھے فکر ہوئی کہ
عورتوں کی بولی میں لکھا جائے تو پہلے فسانہ کی صورت اختیار کی جائے،
اور ایک عورت اس میں ایسی لائی جائے، جو بڑی چترگیانی پڑھی لکھی،
عالمہ، فاضلہ، ہو اور وہ سب حال، جان صاحب کا بیان کرے، اپنی
زبان اس کے منہ میں دوں، اور رتی رتی پوچھ لوں، لیکن اس سے مجھے
گھن آئی، آخر اللہ توکلی یوں ہی لکھنا شروع کر دیا، خدا کرے سب کو
بھائے۔ جو میری محنت سپھل ہو۔

مقدمہ

اللہ میاں میرے کیسے اچھے ہیں، کہ نبی جی کی اُمّت میں پیدا کیا، اور کرشن جی کی محبّت دل میں ڈالی، صدقے اپنے نبی جی کے جس نے کسی سے محبّت کرنے کو نہ ٹوکا، اور پڑھنے لکھنے کی وہ قدر کی، کہ چین تک علم کی خاطر جانے کی صلاح دی، اللہ میاں کی سب چیزیں اچھی ہیں برا ہی تو اپنا آپا ہو اچھوں سے بُرا ہو جائے، اور بُروں سے اچھا، کسی چیز کو بُرا نہیں، ہمارا کیا منہ۔ شاعروں کو کوئی اچھا کہتا ہے، کوئی بُرا۔ اچھے ہوں یا بُرے ان کے اعمال ان کے ساتھ، اس کا بھید تو اللہ ہی جانے لیکن بات اتنی ضرور ہے، کہ ہوتے یہ بچارے بھولے ہیں، دُنیا والے واہ واہ ہی کر کے۔ ان نگوڑوں کا پیٹ بھر دیتے ہیں، بھوک لگتی ہے تو چلاتے ہیں۔ زمانے کی شکایت کرتے ہیں، امیروں کی ڈیوڑھی کی، نیوک کی نٹی، ایک بات کے چاٹ جاتے ہیں کسی نے ذرا ذہو روے دیا، لے مگن ہو بیٹھ رہے۔ کھایا اُڑایا، پھر آن موجود، بڑا ہو یا چھوٹا، پیٹ سب کے ساتھ لگا ہے، نہیں، یہی رونا روتے مر گئے۔ اور پوچھ پورا نہ ہوا، میر یار علی، جن کا تخلّص" جان صاحب" ہے، ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ لکھنؤ میں عیش عشرت کی کوئی انتہا نہ تھی، جب کسی

قوم کی تہذیب عروج پر پہونچ جاتی ہی، اور پھر ہوتا ہی، اس کا زوال شروع،
تو مردوں میں رنگینی اور بانکپن، وضع داری، زیادہ آجاتی ہی، مرد عورت
کونسا ایسا، ملک یا قوم ہی جس میں نہ ہوتے ہوں، اور جہاں مردوں میں
زیادہ حسن، اور عورتوں میں زیادہ دلربائی، نہ پائی جاتی ہو، عورت کی بات
چیت میں وہ نمائی، مو ہنی ہوتی ہی کہ بڑے، بڑے سورما خَز انشاء دونوں
کو موہ لیتی ہی، لیکن چوٹی کا شرف تو اللہ میاں نے اُردو بولنے والیوں ہی کو
دیا ہی۔ ان کی زبان، میٹھی، مثال انوکھی، خیال اچھوتے، مردوں کی تو باہر[1]
والوں میں کٹتی ہی، ان کی خُوبو، ان میں رس، بس جاتی ہی، لیکن عورتیں پردے
کے کوٹ میں، ایسی اللہ کی حفاظت میں ہیں، کہ ان تک بُرائیوں کی رسائی نہیں
ان کی زبان باہر والوں کے حملے سے محفوظ رہتی ہی۔ اُردو میں شاعری سینکڑوں
برس سے ہوتی آئی ہی، لیکن عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ میں ایک
مردوے نے اپنے آپ کو رنگین کیا، پردے والیوں کی بہت سی باتیں چُرا،
مردوؤں میں آنکا راکیں، مرزا جیرت نے چراغ دہلی میں، اس کی ایجاد کا سہرا
میر محمدی مائل کے سر باندھا ہی، جس کو غلطی سے سوز لکھ گئے ہیں، انشا تو بال کی کھال[2]
نکالتا ہی، اس نے بھی بہتیری دھریاں اُڑائیں، رحمت، مرزا علی بیگ نازنین

[1] باہر والا۔ گنوار بدتمیز دلی کی فصیل سے جو باہر بسا ہوا ہو وہ باہر والا ہو، بوتا بیوں کا باہر یا باہر والیاں الخ کا باہر والا ایک ہی معنی رکھتے ہیں ۱۲ [2] ریختی کا موجد ہاشمی دکنی ہو جو نصرتی کا ہمعصر ہو اس کا ایک دیوان ہو اور ایک مثنوی یوسف زلیخا ہو ریختی اُردو میں ہر دو قول جنہیں کیا سب ایسا ہی ان کا ایک شعر بطور نمونہ نظر ہو۔ رضا گر مجھ کوں سبتی ہو روکی گھر جان ہو، الگ بیٹھے کی فرصت نہیں ہو آنگی الخ
ماخوذ از تذکرہ شعرائے دکن۔ آغا حیدر حسن

اور بیسیوں پل پڑے، اور جان صاحب تو موا ہاتھ ہی دھو کے پیچھے پڑ گیا وہ بھان بکھانے اور اُن کہنی کہہ گیا، کہ سُننے، تراہ تراہ، پکارتے تھے لکھنؤ سے شہر میں! جہاں جہاں کا آدمی بھرا پڑا تھا، اور کسی نہ کسی سرکار سے متوسل تھا، جان صاحب! بدنصیب کی بری ہی کٹی، یہ نہیں کہ میر یار علی، جان صاحب غیر مشہور رہا ہو، کوئی نہ جانتا ہو، ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں پہلا دیوان چھپ چکا تھا سارے ہندوستان میں، شہرت ہو چکی تھی، لیکن، سرکار دربار سے راتب، روزینہ مقرر نہ ہوا، علامہ گارڈن ڈی تاسی، جس نے اُردو کے شاعروں کا تذکرہ اپنی زبان فرانسیسی میں لکھا ہے، اس نے تو بچارے جان صاحب سے بھوپال اور اورنگ آباد کے پھیرے ڈھلوائے ہیں، لالہ سری رام نے ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۷ء اپنے "خمخانہ جاوید" میں "تلاش معاش کے لیے، دلی کھینچ بلوایا، اور پھر بھوپال بھجوایا، لیکن قسمت سب جگہ ساتھ رہی۔ ہر پھر کے پھر لکھنؤ پہنچے جہاں جائے بھوکا، وہاں پڑے سوکھا، لکھنؤ کی شاہی سہاگ پر چڑھی، تباہی آئی، لکھنؤ کا آخری تاجدار، نواب واجد علی شاہ تھا، نواب کی رنگ رلیاں مشہور خاص و عام ہیں، نواب عورتوں کا ایسا شیدا تھا، کہ فنا فی النسا ہو کر رہ گیا، کہنے والے کہتے ہیں کہ جب معزولی کا حکم آیا نواب چھپر کھٹ میں زچہ بنا پڑا تھا، حکم دیکھ، دھاڑیں مار مار رونے لگا، ارے صاحبو! تین دن کی بچی زچہ پہ بھی، یہ ستم ٹوٹتے سُنے ہیں، سلطنت کی تباہی، اور اپنے گھر کی بربادی نے، دُکھے دل سے یہ بول نکلوا ہی دیئے "میں تو دیتی ہوں سجن کی دوہائی، موری لکھنؤ نگری"، جو نواب، خود اس فن میں کامل ہو، وہ گانے بجانے

جان صاحب کی خبر نہ لے، اس کو کرموں کا کھوٹ نہ کہا جائے، تو کیا کہا جائے؟

جان صاحب کا پہلا دیوان جو ۱۲۶۲ھ کا چھپا ہوا ہی، اس کے مطالعے سے انقلاب سے پہلے جو لکھنؤ کی تہذیب و معاشرت تھی، اس پر کافی روشنی پڑتی ہے اس زمانہ میں یہ دیسی کپڑا لکھنؤ میں پہنا جاتا تھا، پھولام، محمودی، شبنم، آب رواں، تن زیب، ٹانڈا، جامدانی، شربتی، شفق، قلندری، موتی چھینٹ، رادھانگری، گلبدن، کمخواب، مشجر، چارخانہ، نینوں، نین سکھ، گاڑھا، اور گزی، ولایتی کپڑا بھی لوگ پہننے لگے تھے، جیسے گاچ، کاملیٹ، لنکلاٹ اور لمدراز لکھنؤ کے دو تین نواب، فرنگیت میں بہت بڑھے چڑھے تھے، نصیر الدین حیدر کو فرنگی سجاوٹ، آرائش و زیبائش کا، بڑا زعم تھا فرنگی کا فرکری پہننا، اور رخصتیں، ناسوتیں سہیلیتیں حرم میں اکثر فرنگنیں تھیں، جب سر کے سرے کا یہ حال ہو تو رعیت تو جو نہ کھل کھیلے تھوڑے ہیں، جان صاحب اپنے رسم و رواج اور اپنی تہذیب و معاشرت کی، پائمالی دیکھ دیکھ کر پیچ و تاب کھاتا، اور جوں جوں، فرنگی لکھنؤ میں چلتے پھرتے دکھائی دیتے ووں ووں، کوٹلوں پر لوٹتا ایک جگہ تنگ کے کہتا ہے:-

گاؤں نظر آنے لگے، اب لاکھوں ہی گورے
درگور ہوا، لکھنؤ کمبو سے زیادہ

اکثر مسلمان رئیس، گھروں میں، فرنگنیں ڈالنے لگے، بھلا جان صاحب سے اس للمولیٔ ڈاین کی سوتیا ڈاہ، کب سہی جاتی، جل کے کہتے ہیں:-

مجھ کو تو ڈالا گھر ہیں، فرنگن کے ہو مرید
مسجد بنائی آپ نے، گرجا کے سامنے

جان صاحب، گلبدن، ستھنی کے بر کے پائچوں کا پائجامہ، گھیتلی جوتی، شربتی محمودی، تن زیب کا انگرکھا پہنتے تھے، اور ٹانڈے کی جامدانی کی، پچ گوشیہ ٹوپی اوڑھتے، اس بچارے کو یہ اونی ٹاٹ کی کافر کرتی، کب خوش آتی، کیونکہ نواب کے ساتھ اس کے اکثر مصاحب فرنگی چیکو ال چست وردی پہننے لگے تھے، کسی نے سچ کہا ہے:۔

"آدمی کو دیکھ آدمی ڈھنگ پکڑے، خربوزے کو دیکھ، خربوزہ رنگ پکڑے"

جان صاحب سے نہ دیکھا گیا کہ اچھی خاصی صورت بھلے مانسوں کی سی ہوا بنالی، تو کہتے ہیں:۔

پہن کے کپڑے انگریزی میاں خوش نکلتے ہیں
نئے موتی محل سے، بن کے ایلچی نکلتے ہیں

حویلیوں میں جب لال منہ کی فرنگنیں گھسنے لگیں، "آسیکھ پڑوسن مجھ سی ہو" تو ان کی دیکھا دیکھی، اچھی بھلی بیویاں، محرم کرتیاں چھوڑ، جاکٹ اور فرنگی تراش کی کرتیاں وغیرہ پہننے لگیں، بناؤ سنگھار، مانگ پٹی میں بھی فرنگیت کا عمل دخل ہوا۔ "کوا چلا ہنس کی چال، اپنی بھی بھول گیا" جان صاحب کی فرنگی بیزاری نے اس لباس کے ملبوسوں کو، بی شادی بنا دکھا دیا، کہتے ہیں:۔

کپڑا انگریزی نہ ہیں پہنوں گی، موتی خانم
ماں جو لولو ہو تو کیا بیٹی بھی لولو ہو جائے

محل دو محلے، حویلیاں، بارہ دریاں، چھوڑ چھوڑ کے، ام آو خصلت لوگ کوٹھیوں، بنگلوں میں انگریزوں کی طرح جنگل ویرانوں میں جا رہنے لگے۔ نئی نئی فرنگی معاشرت جو اختیار کی تھی، تو فرنگیوں سے اس کے لوازمات سیکھنے کے لیئے ان میں گھستے، اور اپنا قبلہ و کعبہ سمجھتے، بھلا جان صاحب کو یہ گورے نجاست کے بورے، کالوں اللہ کے پیاروں کے مقابلہ میں کب بھلتے تو جو لوگ چھاؤنیوں میں نئی کوٹھیاں بنا کے رہنے لگے تھے، ان پہ چوٹ کرتے ہیں:-

جا کے کیمپوں میں بھی اک گورے کے میں پاس رہی
وہ نہ تھا اس میں مزا، جو کہ ملا کالوں میں

دیس پرستی کا یہ عالم تھا جو ان کے اکثر اشعار سے ظاہر ہو چکا۔ کہ کس قدر سودیشی کے جان صاحب حامی تھے اس زمانہ میں جب کہ نہ مہاتما گاندھی جی تھے، اور نہ لالہ لاجپت مہاراج۔

ہندو مسلم اتحاد پہ جان صاحب کا یہ شعر دال ہے:-

گو آبرو مرزا کی ہے گنگو سے زیادہ
اسلام ہے رغبت مجھے ہندو سے زیادہ

اب کہو کہ نفس واقعہ بیان کرتے ہوئے پھر ہندو کی محبت کا دم بھریں۔ ان کو، نہ تو سروجنی نائڈو نے سکھایا اور نہ میاں محمد علی شوکت علی ہی سکھانے گئے اگر جان صاحب آج کو زندہ ہوتے تو قومیات میں، ان کو اونچی کرسی ملتی۔ کیونکہ وہ اب سے پہلے ہی عدم تعاون کے حامیوں کو نصیحت

کر گئے، دیکھو خبردار، تم معافی مانگ کر، قومی تحریک کو خاک میں نہ ملانا۔

کیوں پاؤں پہ سر رکھتے ہو، تم ہاتھ نہ جوڑو
کولھا، اجی کیا کاٹے گی، سرکار تمھارا

پھر غیرت دلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ "تھالی کے بینگن نہ بننا، کہ کبھی حُر اور کبھی استبدادی کبھی بہنی کھادی اور کبھی جی حضوری، مستقل مزاجی کی تعلیم دیتے ہیں۔

جب اوکھلی میں سر دیا، دھکاوں سے کیا ہے ڈر
سب کچھ خدا دے، جیسا دیا ہے جگر مجھے

ایسا نہ ہو کہ قید خانے، جرمانے اور قیچیوں سے ڈر جاؤ، بہت سی جگہ، اپنے زمانے کی نذر و نیاز کا تذکرہ کیا ہے، جاگتی نوبت کا کونڈا ایسے موقع پر کیا جاتا کہ جب کوئی اپنا پیارا کہیں چلا جاتا تو اس کے اصل خیر سے سلامتی کے ساتھ واپس آنے کی منت مانتے، اور رت جگا کر کے، کونڈا بھر کے نیاز دلاتے تھے، اسی کو جان صاحب کہتے ہیں۔

آ ملا بچھڑا سجن، مانا تھا میں نے بیگما
سو نہ جانا، جاگتی نوبت کا ہے کونڈا کیا

سید جلال کے بھی کونڈے بھرے جاتے تھے، اس کا پتہ جانصاحب یوں دیتے ہیں۔

ہمسائی مرے سر کی قسم، آئیو ضرور
کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

جب فال میں بدفالی ہوتی، تو بی باسا کے نام کا چھلّہ دھو کے اُٹھایا جاتا، اس سے شاید نیک فالی کا شگون لیتے ہوں، جان صاحب نے اسے اس طرح بتایا ہی:-

نکلی ہی کھوٹ شیخ کی گر فال میں بوا
چھلّہ اُٹھاؤ دھو کے بی آسا کے نام کا

جس کسی کی چیز چوری چلی جاتی، اور ملنے کی کوئی صورت نہ ہوتی، چرانے والا ہوتا پکّا چور کہ کسی عنوان چیز نہ اُگلتا، تو جس کی چیز چوری جاتی، وہ بردل کی جان پر صبر کر کے اللہ کے گھر میں چرانے والے کا نام لیکر، اس کے نام کی اینٹ، اُلٹ کر رکھ دیتا، اور یہ عقیدہ رکھتا، کہ چرانے والے کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی، جان صاحب اپنی ہمسائی کی جان پر صبر کر کے، اپنی دوگانا سے کہتے ہیں:-

رکھیں ہمسائی مرا مال چرا کے گھر میں
اینٹ الٹوں گی دوگانا میں خدا کے گھر میں

جس مکان کی کڑیاں چرچر کرتیں، وہ مکان منحوس سمجھا جاتا، اس کی نحوست دور کرنے کو دہی کے چھینٹے کڑیوں پر دیئے جاتے تھے، اور ٹوٹکے کیئے جاتے اور خیال کیا جاتا کہ کڑیوں کا چرچرانا سناونی یا کسی رہنے والے کی مرگ ناگہانی کو بتاتا ہی، اس لیئے اس حصۂ مکان کی بود و باش، ترک کر دیتے تھے، جان صاحب نے بھی ڈر کر وہاں سے اُٹھنے کو کہا ہی:-

کوٹھے پہ رہو آکے یہ دالان ہو ترک بی! بولنا منحوس ہی اس چھت کی کڑی کا

اسی طرح دولہا، دُلھن کے سہرے کی لڑی ٹوٹنے کو بدشگنی سمجھتے اور
اس سے سہاگ کو دیرپا نہ جانتے :-

ہو خیر، دُلھن دولھا کی، ماتھا مرا ٹھنکا
اچھا نہیں، یہ ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا

راگنیوں کے وقت، بے وقت الاپنے پر بھی بڑا عقیدہ تھا، جان صاحب
کو چونکہ موسیقی سے ایک طبعی مناسبت تھی جس کو وہ بی زبان میں اس طرح
قبولتے ہیں :-

ہو شوق گانے بجانے کا جان صاحب کو
جو گھر میں ان کے یہ چنگ و رباب بجتے ہیں

بھاس کے بے وقت گانے کو منع کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بے
وقت الاپنے سے لڑائی ہو جاتی ہے اس لیے گاتے ہیں :-

جان صاحب! کہیں نہ قصہ ہو
گاتی بے وقت ہو، بھاس خواص

آب خورے سے سر پر پانی ڈالنا بُرا سمجھا جاتا تھا اور خیال تھا
ایسا کرنے سے بال اُتر جاتے ہیں، اور بال خورہ ہو جاتا ہے، جان صاحب
بھی نصیحت کرتے ہیں :-

نہ آب خورے سے ڈلواؤ سر پہ پانی تم
اسی سے اے لوا، ہو جاتا بالخورہ ہے

اکثر گھرانوں اور خاندانوں میں بعض چیزوں کی مار سے دُبلے ہو جانے کا

اندیشہ کیا جاتا، یا کسی روگ کے کھڑے ہو جانے کا خوف ہوتا، مثلاً اگر کسی کے جھاڑو لگ جاتی تو وہم کرتے کہ سوکھے کی بیماری لگ جائے گی، اس لیۓ جھاڑو کی تیلیوں کے سرے توڑ کر تھتکار دیتے، اگر یہی جھاڑو، کتّے، بلّی کے لگ جاتی تو وہم کرتے کہ انھیں کھانسی ہو جائے گی اس لیے اس کے توڑ کو تیلیاں توڑ تھتکار دیتے، ہری ٹہنی سے بھی نہ مارتے اور وہم کرتے تھے ٹہنی سے مارنے تو خیال کیا جاتا کہ آدمی موٹا ہو جاتا ہے انگلیر سے اگر مارتے، تو جانتے کہ پٹنے والے کو ہَوکا ہو جائے گا، اس قسم کے توہمات ہیں، دنوں اور وقتوں کو بھی دخل تھا اس لیۓ جان صاحب کو ہول اُٹھا، اور وہ پکار اُٹھے:-

منگل کا دن ہے صاحب ہو جائے گی وہ دُبلی
بچّی کو میری دیکھو، مارو نہ تم ٹھٹیرے

ایک جگہ، زناخی کو سمجھایا گیا ہے:-

نہ کر رات کو کنگھی، سر میں تو اپنی
زناخی! بہت دل پریشان ہوگا

وہ بچّہ، جو پاؤں کے بل پیدا ہوتا تھا، اُسے پائل کہتے تھے، اور ٹوٹنے ٹوٹکے میں وہ اس سے بہت کچھ مدد لیتے تھے، کمر میں چک آجاتی تو یہ "ٹوٹکا" ایک ایک سمجھا جاتا کہ پائل کی ٹھوکر لگوائی جائے، اس لیۓ جان صاحب کہتے ہیں:-

پائل ہے دوگانا، ذرا ٹھوکر تو لگا جا
چک آئی ہے، اُٹھا نہیں جاتا ہے کمر سے

جب بچّہ کسی سے اُبراتا، کسی طرح اُس کا ہڑکا دور نہ ہوتا تو قبر کی مٹی

چھاٹتے، تاکہ وہ ہل جائے، اور سگیئے کا ہڑکا نہ کرے، جان صاحب نے اُس کو
اس طرح بتایا ہے:-

بے طرح بچی ہے، کندن سے، ہلی ای صاحب!
قبر کی مٹی، چھاٹنا اسے اکسیر ہوئی

بلی، اگر کسی کا راستہ کاٹ جاتی، تو خیال کرتے، کہ جہاں جانا ہوگا، وہاں
بدمزگی پیدا ہوگی اس لیئے اگر کوئی، گھر میں داخل ہوتے ہی جھگڑا ڈالتا، تو کہتے
کہ بلی تو لانگ کے نہیں آئے، جان صاحب، لکھنؤ کی زبان میں اس کو اس طرح
ادا کرتے ہیں:-

غرّاؤ نہ ای شیر خاں! لو ہوش کے ناخون
تم آئے ہو، بلی تو نہیں نانگھ کے گھر سے

یہاں دلّی والوں کی لانگ کی بجائے نانگھ برتی ہے۔ اکثر الفاظ ایسے ہیں
جو دلّی والوں کے خلاف محاورہ ہیں مثلاً دھڑکا بجائے خوف کے مرادف
ہونے کے دھڑکن کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ مچھی جس کو دلّی والے بچّی اور
باہر والے مٹھو کہتے ہیں، بوسے کے معنوں میں لی ہے۔ دلّی والوں کا بازاری
لفظ "لگو"، جس کے معنی آشنا یا دھگڑے کے ہیں۔ جان صاحب نے لکھنؤ
والوں کی تقلید میں لگوار باندھا ہے جیسے:-

اُجڑا ہوا جو بس گیا گھر بار تمہارا
لگوار ہے شاید کوئی زردار تمہارا

خبر ہوا بمعنی واقف ہوا۔

نامرد ہی نہ جورو سے ابتک خبر ہوا
قربان اس حیا کے ہوا سال بھر ہوا

سہ پہری بجائے سہ پہر کے۔ ڈولی کا کرایہ جس کے لیئے دلّی پیاری میں کوئی مفرد لفظ موجودہ زمانے میں استعمال نہیں ہوتا جان صاحب کا اس کے لیئے کہاری[۵۱] موجود ہی۔ لیکن دلّی میں کہار کی جورو کو کہاری کہتے ہیں۔ ڈولی کے کرایہ کو نہیں، اسی طرح "قرق بٹھانا،، دھونس بٹھانے کی بجائے برت گئے ہیں۔ اور "قرق کرنا،، حکومت کرنے کے معنوں میں لیا ہی۔ "چاندی کا پہرا،، نیاک قدم اور "سونے کا پہرا،، سبز قدم کے بدلے استعمال کیا ہی "باد کا گھوڑا،، ہوا کے گھوڑے کی جگہ باندھا ہی سختی کرنے کی بجائے "کوڑا کرنا،، لگایا ہی عقل کام میں لانے کے بدلے عقل کام فرمانا، کام میں لائے ہیں "کتے لگ جانا،، نیاک لگ جانے کی جگہ لائے ہیں "ستم جوتنا،، غضب ڈھانے یا ستم توڑنے کے موقع پر کر گئے ہیں "مرچی[۵۲] مرچ کی جمع استعمال کی ہی۔ مثلاً کہتے ہیں۔

اس پہ تو کرتی ہی یہ چرب زبانی باندیا
مرچی منگوائی ہیں کیا خوب ہی بازار سے تیز

---

[۵۱] رنگین نے اپنے ہاں کہاری کرایہ ڈولی کے معنوں میں استعمال کیا ہی رنگین کے ہاں یہ استعمال یا تو لکھنؤ والوں کا اثر ہی یا اس زمانے میں شاید دلی میں کبھی انھیں معنوں میں استعمال ہوتا ہو (آغا حیدر حسن)

[۵۲] مرچی حیدرآباد میں مفرد ہی اس کی جمع مرچیاں ہی۔ اور اہل لکھنؤ مرچ کی جمع مرچیں استعمال کرتے ہیں۔

دلی جانی میں اس کی جگہ مرچیں استعمال کرتے ہیں لیکن حیرت ہو کہ حیدرآباد میں مرچ کی جمع مرچی ابتک بجنسہ مروج ہو شاید گارسن دی تاسی نے جو اپنے تذکرے میں جان صاحب کو اورنگ آباد تک پہونچا دیا ہو تو شاید یہ دکنی مرچی یہیں سے باندھ کر بیچارا لکھنؤ لے گیا ہو۔ دکن کی سیر کا ان کے ایک شعر سے بھی پتہ چلتا ہو لیکن کچھ ایسا مہمل میں کہ گئے ہیں۔ کہ وہ چیستاں اور معمہ ہوکے رہ گیا۔

پتلیاں بھانمتی آنکھیں ہیں یہ حیدرآباد
ایک عالم کا دکھاتی ہیں تماشا دونوں

پتلیوں کا بھانمتی ہونا اور آنکھوں کا حیدرآباد۔ کچھ عجیب ہی بات ہو اگر بھانمتی اس سفلی جادو کے معنوں میں لیا جائے۔ جس کا رواج سارے دکن میں عام ہو۔ اور جس کی مدد سے پتلا بنا کر انسان کو گھر بیٹھے جو چاہیں کر دیتے ہیں۔ تو بھی کچھ مطلب حل نہ ہوا۔ غرض بہت سے الفاظ اور محاورات ایسے ہیں کہ دلّی والوں کے لیئے بالکل انوکھے اور اجنبی ہیں۔ جیسے رومال ہونا۔ بروٹ کا آزار۔ انگول کر۔ کلور۔ قور۔ ٹھو وغیرہ جو انھوں نے اپنے مندرجۂ ذیل اشعار میں برتے ہیں۔

دُکھ سنے ہیں نے بجرے بتابی کو سکھپال ہوا	میرے سر ڈھکنے سے بھیا کو بھی رومال ہوا
خبر نہ لی مری۔ رکھوا کے پیٹ بھڑوے نے	الٰہی اس کو بھی آزار ہووے بروٹ کا
بی بی کا دانہ کھائے گی انگول[1] کر ضرور	بنّو اگر نہیں ہو نہانے کی احتیاج

[1] انگ کھول ہندی لفظ ہو بپنڈا کھنگالنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہو۔ (آغا حیدر حسن دہلوی)

رہ رہ کے غصے آتے ہیں مانی کی گھور پہ — کیا رنڈی سا ہی کاہے سے مرتی ہو چور پہ

چھپایا ہے شیخ کا نہیں میں نے کیا نکاح — چھوڑوایا بوڑھا بیل ہی گائن کلور پہ

رنگین کی ریختی ہے سخن میر اریختہ — فتنے کو فوق کیوں نہ ہو اس باجی قور پہ

دلوایا شب برات میں مُردوں کا فاتحہ
ٹوٹے گھڑے پہ بدھنی پہ مٹکے مٹھور پہ

دلّی میں فاتحہ مونث ہے مذکر نہیں۔ خصوصاً عورتیں تو فاتحہ دلوائی ہی کہتی ہیں سوائے قور کے باقی الفاظ پوربی معلوم ہوتے ہیں۔ جو اہل لکھنؤ کی بولی کا ایک بڑا جزو ہیں۔ مٹھور شاید کلھڑے آبخورے کے معنوں میں لیا ہے۔ اگر ان اختلافات کا جو دلی والوں اور اہل لکھنؤ کی زبان میں ہے۔ دیوان جان صاحب میں سے اقتباس کیا جائے۔ تو ایک علیحدہ مستقل مضمون ہو سکتا ہے لکھنؤ میں چونکہ بیہی کا بالفاظ اہل لکھنؤ سونے کا قدم بہت پہلے آچکا تھا۔ فرنگستان کے ہزاروں آوارہ گرد۔ فقیر۔ بھوکے ننگے۔ یہاں کی دولت کے فسانے اور نوابوں کی داد و دہش سن کے آن مرے تھے اور فرنگی جلاہے اپنے ساتھ لمدراز۔ لنکلاٹ۔ کام لیٹ۔ اور گاج کے تھان کے تھان اور ٹھٹھے کے گٹھے لے آئے تھے۔ اپنے مال کو ٹانڈے کی جامدانی اور بنارس کے کمخاب کلبتون کے مقابلے میں لوگوں کی آنکھوں میں دھول دے کے کھپاتے تھے ان اجنبیوں کی گڈمڈی بولی سے یہاں کی زبان نہ بچ سکی۔ جان صاحب نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا۔

جان صاحب نہ ہوا اس پہ اسد خاں لے گیا — ایک رفل شیر بچہ ایک تمنچہ خالی

انھوں نے اس کے جواب میں تیر برسائے :-

رہے نہ آنکھوں کے ترکش میں تیر پلکوں کے

ہوا بھوؤں کی کماں کا گمان نہیں باقی

جب ہار گلے کا ہار ہوئی تو تبدیل لباس کی ٹھانی محرم کا زمانہ لال پشواز جو آئی تو جل کے کہتے ہیں :-

منگوائی گون سبز تھی وہ لائے پہن سرخ

قطامہ بنوں پہنوں محرم میں پہن سرخ

(یہاں پہن مصدر پہنا کا لباس کے معنوں میں استعمال ہوا ہی) آخر التجا کی گئی :-

سو رہو کرے میں اب منہ پر دوپٹہ تان کر

اس میں بہتر ہی کہا میرا اگر ہیں منظور آپ

ایک جگہ سوکن کے جلنے بھننے پہ کہا ہی :-

سوت چھپا میری انگاروں پہ پڑ لوٹے ہی

گیا مرے ہاتھ سوا لاکھ کا ہی بل آیا

اب ذرا کمپو میں ان کمپنی والوں کی عدالت اور گیتی لوٹ کے جوہر دیکھئے جو اس طرح کھولے ہیں :-

انگریزی رہے قیامت تک

دے نہ ایک دن کہیں خسارا لوٹ

جان صاحب نوٹ کو لوٹ سمجھتے تھے انگریزی بمعنی انگریزی حکومت

اور اس کے قیامت تک کے قیام کی دُعا اس لوٹ کے خسارے کے دھڑکے کے ساتھ کس بلا کی شوخی لیئے ہوئے ہے۔ اب عدل کی طرف رجوع کرتے ہیں پلّے جو کوڑی نہیں تو اپنا سا مُنہ لیکر لوٹتے ہیں:۔

پہلے ہی چاہئیں اسٹام کے کاغذ کو سو دو
ہو کے نادار چلے کرنے ہیں فریاد عبث

اس میں "پہلے ہی چاہئیں" نے تاجر حکمرانوں کے ہاں جنس عدل و انصاف کی آڑھت کے ٹھٹھر بڑی بولی والوں کے حوالے کرنے اور اس کی عام خرید فروخت کو خوب بھرے بازار دکھایا ہے۔ نہ رہا گیا تو ایک جڑ ہی دی:۔

اپنا گھر بھرنے کا اس وقت کے حاکم کو ہے دھیان
ملک چھن جاتی ہے۔ اب ملتی ہے جاگیر کسے

انہی گرامی لفظوں کے چسکے ہیں ایک جگہ اپنے کوچے سے بھٹک گئے ہیں اور بڑی پاکیزہ تشبیہہ و استعارے اُٹھا کے لائے ہیں۔ جو اس سے پیشتر کسی کو میسّر نہ آئے تھے۔

مثل ارگن کے ہے اس طفلِ مغنی کا گلا
نور کی تانیں ہیں کیونکر نہ ہو تحریر پسند

طفل مغنّی اور پھر ارگن۔ خیر آرگن ہو۔ بل ہو۔ کماں ہو۔ یا رقل ان سے مفر ناممکن۔ اسٹام کی مجبوری۔ لوٹ کا لالچ۔ یہ بھی معاف ہوئے لیکن حجر اور بارہ دری کو بخ کے کمرے ہیں جو اٹھوائی کھٹوائی لیکر پڑیں اور لپٹوا کر دیا سلائی دکھا کون سے جو گوناگریں یا بدھیا بن کے اُٹھائیں تو یہ کس خدا لئے

بنا یا تھا۔ لیکن زمانے نے جان صاحب سے یہ سب کچھ اُٹھوایا۔ مرتا کیا نہ کرتا اس زمانے میں لکھنؤ کی ہوا ہی بگڑی ہوئی تھی۔ بدرنگی دیکھ دیکھ کے جھڑتے تھے:۔

بنیئے تنبنگے اب وہ محل پھاندنے لگے
ہوتا فرشتے خاں کا جہاں سے گزر نہیں

یہ سب بدعنوانیاں دیکھا کیے۔ لکھنؤ جیسے شہر میں ان کی جیسی قدر ہونی چاہیئے تھی نہ ہوئی۔ پیسے کی کشش اور پیٹ کی مارنے مارے ہی کھا اپنی پریشانی میں کہتے ہیں:۔

جو فکر ہوتی ہے روٹی کی شعر لکھتے ہیں
بُرا بھلا یونہی اے جان ہے لکھا جاتا

نہیں یہ تو غلط کہا ہے کیونکہ بھبو کا گُدم خوب لڑتا ہے۔ اور بھبو کی شامہ خوب چمکتی ہے۔ اس روٹی کی ہوس نے جان صاحب کو بھی بہت کچھ نئی سجھائی ہے، کہتے ہیں:۔

حلوائی کی دُکان کی پھبتی نہ کیوں کہوں
دن رات آسمان مٹھائی کا تھال ہے
ہے چاند اندرسا تو ستارے ہیں گولیاں
شاخیں کرن ہیں اور یہ سورج سہال ہے

اس کا مقابلہ میں بھبو آرنلڈ کی جبٹ سی سے کرو جس کو خالی پیٹ میں رات کے وقت چاند کلیجہ نظر آتا تھا۔ پھر دیکھو ہمارا جان صاحب بازی لے گیا یا

للو اٹا پوکار ہنے والا؟

جوا یہ آٹھ میدے کی بنائی نافتائیں ہیں | جو کوئی چاند سورج کی طرف کنی اشارہ ہے
روا ہے گر کہوں زناق کی سینی فلک کو ہیں | پوا میدے کا پیڑا دیکھ لو ہر ایک تارا ہے
زناخی چاند پہلی کا تو روٹی کا کنارا ہے

چودھویں کی چاندنی رات ہو اور چندا ماموں سر پر آ گئے ہوں۔ اور نئی ہوائی دیدہ مہتابو جنھیں نہ جن کا ڈر ہو نہ بھوت کا اکیلی مہتابی پر چڑھی ہوں کہ پرچھائیں بھی ساتھ نہ ہو۔ پیروں تلے چھپ گئی ہو۔ اس ساری کیفیت کو کیسی شوخی سے ادا کیا ہے:-

کوٹھے پہ چڑھی رات کو مہتاب اکیلی
سایہ بھی مرا بھاگ گیا ایسی نڈر سے

بیساختگی اور بھولپن ذرا ملاحظہ ہو:-

دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو
ہٹی سمجھ کے بھاگی ہیں اک چیخ مار کے

اپنی ہی چوٹی تک کی پرچھائیں سے چمکنا اور اس کو سانپ سمجھ کے رم کرنا کیا کچھ کم حلاوت بخش ہے اور پھر رسی نے جو وسعت معنوں کی باریکی میں پیدا کر دی ہے۔ اس کی الجھنی الگ اور درازی الگ رہی۔ اس تشبیہ کی پھنساوٹ ملاحظہ ہو:-

کٹوری گاج کی پہنے ہو بھر گئی یاں کہوں پھبتی
اناروں پر لگا یا آن کر مکڑی نے جالا ہے

صنائع بدائع اور لفظی و معنوی رعایات کا استعمال پُرانی لکیر کے فقیر شاعروں کے ہاں واہ واہ حاصل کرنے کا سب سے سہل لٹکا تھا۔ اس لیئے جان صاحب کا سارا کلام اول سے آخر تک اس کی نذر ہوا۔ اب ایک محاورہ ہے "جوہر کھلنا" اس کو شعر میں کھپانے کے جو جو لوازمات مہیّا کیئے ہیں ملاحظہ ہوں:۔

سب سنتے تھے سیفو کو جس وقت کھلے جوہر
ایک اس کی حماقت پر فولاد بہت رویا

جوہر کی رعایت اور سیف کی مناسبت سے سیفو نامی عورت کا لانا اور فولاد کو اس کی حماقت پر رولانا یہ سارا تمبا اسی بلا کے لیئے مول لیا ہے۔ مشکل ہی سے کوئی شعر اس قسم کی رعایات لفظی و معنوی سے معرا ہوگا۔

جان صاحب نے اپنے کلام میں جو نام مردوں اور عورتوں کے لکھے ہیں۔ وہ لیئے ہیں جو خانگیوں کسبیوں۔ امیروں کے گھر پڑی عورتوں خواصوں۔ نوکروں۔ لونڈیوں۔ غلاموں اور ادنی طبقے والوں میں عام ہیں جیسے مہتاب۔ خضرد۔ موتی خانم۔ ستارا جان۔ مہرن۔ کلو۔ چنپا۔ لولو۔ بچھیا وغیرہ عورتوں کے۔ اور چاند خاں۔ مہتاب خاں۔ گنگو۔ اسد خاں۔ فولاد وغیرہ مردوں کے امیرزادیوں۔ بیگموں۔ رئیسوں۔ نوابوں کے نام سارے دیوان میں کہیں نہیں آتے۔ یہ جان صاحب کی شرافت تھی کہ انھوں نے بڑوں کے نام تک کی اتنی حرمت کی۔ اب چونکہ نام ادنےٰ طبقے کے تھے۔ اس لیے ان کے لیئے بولی بھی انھیں کی لازم رکھی گئی۔ اور اسی طبقے کے خیالات کی ترجمانی کی گئی۔ اس طرح جان صاحب نے ایک سیرت نگار کی تعمق نظر اور وسعت

معلومات کا پورا پورا ثبوت دے کر اپنے صاحب کمال ہونے کی سند حاصل کر لی ہے۔ انھیں لوگوں کے اکثر نسخے چٹکلے بھی لکھ گئے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں:۔

دوگانا جان تمھیں آن گنا مہینہ ہے
نہ کھاؤ گرم نگوڑا اچار ہوتا ہے

آگے ایک چھتیسی سو گھر گھالی کو کنواری بالی بنانے کا چٹکلہ بتاتا ہے:۔

ہو خانما تو ہو نہیں پروا کچھ اری بہا — ملکر کسیس جو کلیں لگادوں گی تین چار
خانم کو اس طرح سے میں کنواری بناؤں گی

دوسری جگہ ایک اور نسخہ درج ہے:۔

بودار جلا کر نہ اگر اس میں بھروگی
دکھ دے گی زناخی یہ بہت چیر تمہاری

خون خرابے ہو گئے ہوں۔ تو خون روکنے کی ترکیب آپ بیتی کے طور پر بتائی ہے:۔

کڑوی تونبی کے لیپ کر کے چار — سینکی میٹھے سے دن میں سو سو بار
نہ تھمی اس پہ بھی لہو کی دھار — دائی لالن نے ہو کے تب لاچار
کیا کہوں میں کہ کیسا کام کیا
گندے پانی سے آکے دھار دیا

اس کے آگے کے بند میں اس شرمناک رسم کو بیان کیا ہے کہ جس کا

اظہار بھری برات میں سُرخ رو سرخ چونڈا بناتا ہے۔ انھیں باتوں سے جل کر مولوی سید احمد صاحب مرحوم مولف فرہنگ آصفیہ نے اپنی فرہنگ میں "ج" کی تقطیع میں جب جان صاحب کو لیا ہے۔ تو یہ لکھ کر "جان صاحب نے ریختی گوئی میں اپنی اوقات عزیز کو رائیگاں کھویا" بیچارے کے سب کیئے دھرے پہ پانی پھیر دیا ہے۔ لیکن مولوی صاحب نے نے منصفی سے یہ رائے قایم کی ہے۔ حالانکہ انھوں نے اپنی تالیف میں صدہا الفاظ کی سند جان صاحب سے پکڑی ہے اور بیسیوں الفاظ ایسے ہیں جو ان کی لغت تک میں نہیں ملتے۔ جان صاحب نے اپنی شاعری کی بدولت بہت سے لفظ اور محاورے محفوظ کر دیئے جو زمانہ کی دست برد سے اپنے سکڑوں دوسرے بھائی لفظوں کی طرح نیست و نابود ہو جاتے۔ اور یہ بڑا احسان جان صاحب کا اُردو زبان پہ ہے۔ خانما کا حال ہی نہ کھلتا کون خمبارا ہے۔ کچ بھی کسی کی کچھنیا میں جا چھپتی لیکن اسی شعر نے بیچارے کو ادھر اُدھر نہ ہونے دیا۔

وہ کسبیوں کو دکھاتے ہیں اپنی چھب تختی
کچ ہم بھی لوگوں کے آگے اُتارے پھرتے ہیں

سچے۔ ڈال۔ واؤ کی ردیف میں جو کہا ہے ایک ایک گالی پانچ پانچ من کی دے ڈالی ہے کہ جو نہ رکھی جائے نہ اُٹھائی جائے۔ اس ساری کی ساری غزل کو (اس دیوان کے) مولف کی مولویت نے نکالا دیا ہے۔ جوانی کی ناپائداری پہ جو رم بھوگ سناتے ہیں وہ (اسی ردیف کی غزل سے)

پرشاد کے طور پر پیش ہیں نقل کفر کفر نباشد:-

بے مروت کوئی آئی نہیں نہا ہیں نال
پھر نہیں آتی ہے یہ جا کے جوانی......

اپنے ہموطنوں کو خوش کرنے کو میر یار علی نے ہر طرح کے جتن کر ڈالے جس کا سارا پیرا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ نان پارے کے ہاں سے روٹی کا سہارا ہو گیا۔ اُس کا جان صاحب نے اس طرح گن مانا ہے:-

خدا دیتا ہے ٹکڑا نان نفقے کا سہارا ہے
وہ راجہ مجھ پہ مرتا ہے کہ جس کا نان پارا ہے

جان صاحب کی قناعت ملاحظہ ہو۔ اپنی روکھی سوکھی پہ اکتفا کی اور ہمہ نعمت سمجھ کر اسی پہ گزران کی۔ کسی کی چکنی چپڑی دیکھ کے اپنی نیت نہ ڈانواڈول کی:-

اس کو قربان کروں اپنی گزی گاڑھے پر
میری جوتی سے میسر ہے اگر تاش تمہیں

دیکھو جان صاحب نے گاڑھا گاندھی جی کی حرص میں نہیں پسند کیا اور نہ اس میں کوئی اور مقصود مخفی نظر آتا ہے۔

ایشیا میں بادشاہ ظل اللہ سمجھا جاتا ہے اور ہندوؤں میں تو ایک فرقہ ایسا تھا کہ وہ بادشاہ کے درشن بغیر ان جل نہ چھوتا۔ بادشاہ کی ایک جھلک نحوست بدنصیبی کو دور کرنے والی خیال کی جاتی۔ یہی عقیدت بادشاہ کے خاندان والوں اور سرکار دربار سے تھی۔ چنانچہ اس کا پتا جان صاحب

جو دربار کے داخلے پر فخر کیا ہے اس سے کچھ کچھ چلتا ہے:-

جانؔ صاحب کا آج ہو گیا کچھ اور دماغ
جب سے جانے لگے دربار میں شہزادوں کے

دوسری جگہ ولیعہد کی یاد فرمائی پر پھولوں نہیں سماتے۔ شادوں شاد اور نہالوں نہال ہو کے کہتے ہیں:-

جانؔ صاحب میرا دل شاد نہ کیونکر ہو جائے
ہے ولیعہد بہادر نے کیا یاد مجھے

حاکم کے حکم احکام کی بجا آوری ہندوستانی کے خمیر میں ہے۔ جانصاحب نے کیا ترت پھرت اس کی متابعت میں دکھائی ہے:-

ایسی ہی ایک بجنی کہہ جانؔ صاحب اب بھی
حکم آیا ہے میرے نواب کی سرکار سے

لیکن نہ یہ دربار ہی سازگار ہوئی نہ ولی عہد بہادر کی یاد فرمائی کام آئی۔ "ڈھاؤ ڈھاؤ جو کرموں کا لکھا ہے سو پاؤ" اس ناقدری سے تنگ آ کر بیچارا گالی گلوج پہ اُتر آیا۔ شہر آشوب میں سب کی خوب ہی جی کھول کر دھجیاں اُڑائی ہیں۔ البتہ بادشاہ کو بچا گئے ہیں۔ سارا چھڈا محکمۂ اخبار پہ رکھا ہے کہ وہ بادشاہ کو ان بدعنوانیوں کی کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتا۔ اس کو یوں ادا کیا ہے اور قصیدے کا سا زور اس میں پیدا ہوتے ہوتے رہ گیا ہے:-

بادشا میرا نمازی متقی پرہیزگار   ہے دوگانا رحم دل عادل سخی اور دیندار
سچ خبر پہنچے نہ جب حضرت کو لوگو زینہار   کیا کریں ؟ یہ خطا اخبار کی ہے آشکار

کم ہی ہم پر جتنی ہو ہر شی کی شدت آج کل

اسی شہر آشوب میں گلہ کار اطلاع دینے والے کے لیئے استعمال کیا ہے۔ کار کی ترکیب جو سادہ کار وغیرہ میں مروج ہے "گلہ کار" میں لکھنؤ والوں کی سبد کاری[1] ہے:۔

جب کسی نے کچھ دیا دلایا نہیں تو بیچارا جان صاحب جلے پھپھولے پھوڑنے لگا۔ اور گالیاں دے کر دل کی بھڑاس نکالنے لگا

بھڑوے نئے فیضوں کے آگے جانصاحب نہ پڑھ
قدر کچھ کرتے نہیں ہیں ریختی کہنا عبث

اپنے قدر دانوں کا گلہ کس سادگی اور بیکسی سے کیا ہے:۔

جو قدر دان اپنے تھے ای جاں چل بسے
جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا

زمانے کی ناواقفیت سے جو پراگندہ دلی و پریشان خاطری ہوئی ہے اس نے کچھ سٹھیا سا دیا ہے۔ اس حالت کو کیسے سیدھے سبھاؤ ادا کیا ہے:۔

جاں صاحب نہ رہے جبکہ کسی بات کی قدر
جو ہنر یاد تھے اپنے وہ ہنر بھول گئے

اس موقعہ پر اس شعر کا موازنہ خوب ہوگا:۔

پہلے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

---

[1] سبد:۔ لفظ سبد کاری کے معنی لفظوں کی گھڑنت۔

یہاں تو صرف ہنسی ہی رکی منہ بھٹنھا کے الگ میٹھ رہو لیکن جو ہنر یاد تھے وہ جب بھول بسر جائیں۔ تو کیسے گزر ہو۔ اس تنگ دستی اور حالت یاس میں کیا عالمگیر نظریہ کمال کا بیان کیا ہی۔ اور کس طرح دو لفظوں میں:۔

جان صاحب رہا وہ تنگ سدا
جس کو حاصل کوئی کمال ہوا

بعض عقیدت مندوں کی الہامی کتاب میں ایک مضمون ہی جس میں تخیل مادیت نے گہری گہری جڑیں جما کے مواصلت کی روحانی خوشی کو کافور کیا ہی اور بجائے اس کے کہ دوست کی آمد میں تن من دھن کسی کی سدھ نہ رہتی بوریئے بدھنے کی فکر دامنگیر ہوئی معتقد سربسجود ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

ہو خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

اس مادی احساس نے مالی مشکلات کی صورت اختیار کرکے یار کے آنے کی ساری خوشی کو ملیامیٹ کر دیا اور انتہا بخت کے جھکنڈوں میں ڈالا۔ حالانکہ اس شعر میں اپنی بے سروسامانی کا اعادہ اور حالت یاس میں اس کا اظہار مقصود ہی۔ جان صاحب کے ہاں اس کی کیفیت بالکل متضاد ہی۔ آنیوالے کو خود فکر ہی۔ جا تو رہے ہیں اس مست مولا دولا کے ہاں۔ دیکھئے کوئی کھٹیا وٹیا پڑ رہنے کو بھی ملتی ہی۔ کہتے ہیں:۔

میں کیا جان صاحب کے گھر سونے جاؤں
سوا خاک کے چارپائی نہ ہوگی

بل سبے وقوف یار اور اللہ رے بے سرو سامانی میر یار علی۔ وہ بیر مقدس کی ہمسری تو جان صاحب کا کلام کر نہیں سکتا۔ حسنِ عقیدت الہامی مہر لگوائے۔ تو شرع توڑے والے زبان گدّی کے پیچھے سے کھینچ نکالیں اتنی ہمّت نہیں جو کم از کم گرنتھ صاحب ہی کا مماثل قرار دیا جائے۔ اکثر لوگ ان کے کلام پر اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ کس خوبی سے ان کی غلطی پر انہیں آگاہ کیا ہے۔ کہ اپنے گریبان میں منہ ڈالیں۔ اور کی بھلی نکھارتے ہیں اپنا ٹینٹ سوجھتا نہیں :۔

کرتے بہت ہیں غیر کے کہنے پر اعتراض
اپنا کلام سوجھتا ہے جان کم غلط

جان صاحب کے کلام میں اخلاقی نصیحتیں بھی ہیں۔ "پر کو کنواں کھودو آپ ہی ڈوب ڈوب مرو"۔ خضر اور پانی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس کہاوت میں اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی نظم میں کہا یا ہے :۔

ہی مثل آپ ہی گرتا ہے وہ اس میں خضر وہ
کھودتا اور کی خاطر جو کنواں رہتا ہے

دُنیا کی بُرائیوں پر چشم پوشی کرنے اور یہاں کی خرابیوں کے دیکھنے سے مواخذہ میں گرفتار ہونے کے خوف کتنے تمنائی ہے۔ کہ دُنیا کی کوئی بدی نظر نہ آئے تاکہ معصوم صفت اُٹھ جاؤں :۔

انکھ مندی اُٹھ جاؤں باجی تو کہنا ہوں سچ ہوں
کھول کر آنکھیں جو دیکھا او ہی دُنیا خواب ہے

دو جوروؤں والے کے لئے لیئے ہیں:-

خصم دو جوروؤں کا ای ہوا چوسر کا پانسا ہے
بدی جس سے کرے گا سامنا ہوئیگا ذلت کا

برائی سے بھلائی کو فروغ ہوا ور نیکی کی قدر بدی کے مقابلے میں ہوتی ہوا-

اگر دوزخ نہ ہوتی فکر کرتا کون جنت کی
ہے رتبہ سوم کی خست سے حاتم کی سخاوت کا

اس میں دوزخ کے ڈر سے جنت کی فکر غیر طلب ہے۔ پارساؤں کی پارسائی پر پانی پھیر دیا ہے۔ گنڈے تعویذ سے استغنا ظاہر کیا ہے اور ان پر اعتقاد رکھنے کو منع کیا ہے:-

یہ قول ہے مردوں کا خدا پر ہے ہی جان
تعویذ کا قائل ہو نہ بوٹی نہ جڑی کا

تعویذ گنڈے لغو۔ ہر کے لکھے کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔

جو کہ تقدیر کا لکھا تھا ہوا وہ باجی
کام آیا کوئی گنڈا نہ کسی کا تعویذ

راضی برضا رہنا اور ٹونے ٹوٹکوں کو نہ گردانا۔ اس مطلب کو بتانے کے لیئے جادو ٹونوں اور پری کی رعایت سے اس طرح نظم کیا ہے:-

سنو باجی پری خانم خدا پر اپنے شاکر ہوں
نہ ٹونوں کو سمجھتی ہوں کسی کے ہیں نہ جادو کو

سے گئے گزرے وقت میں بھی یہاں وہ روپیہ کی ریل پیل تھی کہ اٹھائے نہ اٹھتا اور خرچ کیئے نہ خرچ ہوتا۔ ذرا سا بہانہ میل جول رشتے کنبے والوں کو اکٹھا کرنے کا ڈھونڈا جاتا۔ جب کوئی اپنے بال بچوں کا کاج نہ ہوتا۔ اور ارمان اُبلے پڑتا۔ تو گڈے گڑیوں ہی کا بیاہ رچا بیٹھتے۔ جانوروں کے پالنے کا بھی اس زمانے میں بیویوں کو بہت شوق تھا۔ لال۔ تو تیاں۔ نرگس۔ اگن۔ پیہئی۔ شامہ۔ دیڑ۔ تیتر۔ مینا۔ اپنی پیاری پیاری بویوں کے لیئے پلے جاتے بلیاں بھی بیویاں پالتیں۔ اور ان کے بیاہ آپس میں کرتیں۔ ان کے بچے ہوتے تو چھٹی چلے کیئے جاتے۔ گلہری کے بچے پالتیں۔ اپنے ہاتھ سے دودھ پلاتیں۔ اور انھیں ہلا لیتیں ان کے گلوں میں چھوٹے چھوٹے کا رچوبی پٹے قیتون کی ڈوری پڑی اس کا سرا حرم کی چڑیا سے بندھا۔ یا کیری کی زنجیر میں پڑا۔ گلہری کا بچہ کبھی پچھوے میں بیٹھا۔ کبھی شانے پر چڑھا۔ شادی مہمانی میں بھی وہ دم کے ساتھ رہتا دسترخوان پہ ساتھ بیٹھ کر کھاتا۔ چونچل متنیاں جب آپس میں ملتیں۔ تو شادی بیاہ کا اشغلہ اُٹھتا۔ وہیں آپس میں اس کا نسبت ناتا طے کرائیں اور بڑی دھوم دھام سے شادی کرتیں۔ غرض اس قسم کے صدہا مسرفانہ کھیل دلی لکھنؤ کی ارمان بیٹیاں کھیل کے اپنے ارمان نکالتیں امیروں کے چونچلے تھے۔ غریبوں کے اس میں پیٹ پلتے تھے۔ جان صاحب نے ایک خیال جان بیلا کو جو کُلہیا اُٹھا ہی اسے یوں ظاہر کیا ہی۔

کرونگی دھوم سے شادی جو نسبت تو ٹھہری ہی
گلہرا ہی مرا اور منجھلی بھابی کی گلہری ہے

سیج کی ساجھی کسی کو نہیں سہاتی۔ ہندوستان کی عورت کے خمیر میں سوکن کا جلاپا ہی قصّے کہانیاں، ہولیاں، ٹھمریاں۔ سوتیا ڈاہ سے بھری پڑی ہیں۔ جانصاحب نے سوکن کو پار لگا دیا ہی۔ لیکن وہ بلا کی کھٹک ہی کہ جو دور ہوئے پہ بھی دور نہ ہوئی:-

مر گئی سوت مگر غم نہیں بھولا مجھ کو
جان صاحب نہ کبھی دل سے یہ کانٹا نکلا

جان صاحب کے کلام کی جیسی قدر ہونی چاہیے تھی۔ ان کے زمانے میں ان کے حسب دِل خواہ نہ ہوئی۔ جان صاحب نے ہندی اور پنجابی میں بھی کہا ہی۔ تمام اصناف سخن میں طبع آزمائیاں کی ہیں اور خوب خوب جولانیاں دکھائی ہیں۔ لیکن جدّت طرازی اس میں بھی کی ہی۔ قصیدے کو عورت بنا کے قصیدی کہا ہی خمسے کی خمسی کی لیکن خود مرد بننے کا شوق آخر دم تک رہا ہر مقطع میں اپنے کو مرد ہی رکھا ہی۔ اور عورتوں سے خطاب کرایا ہی:-

ای جان خوب کہتا ہی تو ہر زمین میں
تیرے ہی شعر سب کے جیتے دلپذیر ہیں

اُستاد امانت نے جان صاحب کی توڑ پر دو گرگے عصمت اور ہدایت تیار کیے تھے۔ ان سے اکثر دو دو چونچیں ہو جاتیں۔ یہاں شاید جان صاحب نے انہی پہ کانٹا مارا ہی یا کسی اور ہمعصر حریف پر چوٹ ہی:-

تمام عمر نہ آئے گی ریختی اس سے
کہے وہ ریختی ای جان جس کا منہ بیا ہو

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ اپنے تذکرۂ گلشن بیخار میں جان صاحب کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس کا کلام نوجوانوں میں مقبول ہے" اور یہ فقرہ گویا جان صاحب کے دعوے کی دلیل ہے کیونکہ جان صاحب کو خود اس کا علم ہے اور خود کہتے ہیں:-

قدر کیا نامرد جانیں مردوئے جو مرد ہیں
جان صاحب شاد ہوتے ہیں ہی سن کر مجھے

عام شعرا جس طرح ردیف قافیہ سے تنگ نہ ہوتے تھے۔ اور وزن بحر سے نکلتے تھے اور اسی پر مٹے ہوئے تھے۔ ریختی گو شعرا نے اس بوجھ کے علاوہ اپنے پر اور قیود عاید کر لیں۔ ریختی میں اضافت اور عطف کو حرام کر لیا۔ فارسی ترکیبیں جن میں اضافت اور عطف سے گریز محال تھی ریختی اشعار میں لانی اہل کمال کی بے کمالی پر دال تھی۔ اس لیے اس قسم کی ترکیبیں اچھوتی کا لکّا ہی رہیں۔ اور ریختی گو شعرا نے ان کو چھونے سے کانوں پر ہاتھ دھرا مشاعرے میں اگر اس قسم کی کوئی طرح دی جاتی۔ تو ریختی گو بہت کنیاتے۔ جان صاحب نے بھی اس پر بہت تاؤ کھایا ہے:-

رنگ نادری کا بند ہے ایسی نہ کی کوئی زمیں   مردووں نے اپنے ہی مطلب کی ہانکی طرح
فارسی کے قافیوں سے ریختی کو کام کیا   جان صاحب اوہی کیا کہتی بھلا یا کی طرح

تنگ دستی اور ناقدری کے باعث برداشتہ خاطر رہتے تھے آخر کہتے ہیں:-

اے جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب
اوقات مجھ نبختی کی ہوتی بسر نہیں

پہلا دیوان انھوں نے لکھنؤ ہی میں مرتب کیا ہے۔ جب یہاں رہتے رہتے

بیزار ہوگئے۔ تو دلّی چلے آئے۔ یہاں دال نہ گلی تو بھوپال چلے گئے۔ وہاں بھی کوئی پالنہار میسر نہ آیا۔ تو اورنگ آباد کی طرف رُخ کیا۔ یاں کہا کوئی تخت پہ بٹھا دیتا جہاں گئے قسمت ساتھ رہی۔ پھر پھرا کے پھر لکھنؤ چلے آئے۔ گارڈن وسی تاسی اور لالہ سری رام نے اپنے اپنے تذکروں میں اس کا حال لکھا ہے۔ مرزا قادر بخش نے اپنے تذکرہ **گلشنِ سخن** میں جس کو بعض صہبائی سے منسوب کرتے ہیں کہ صاحب عالم نے ستر روپے دے کر صہبائی سے لکھوا لیا تھا۔ جان صاحب کے دلّی آنے کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ ہاں جان صاحب کی تعریف بہت کی ہے۔ شاید جان صاحب سے ملاقات بھی ہوئی ہو۔ کیونکہ مرزا صاحب بنارس میں رہا کرتے تھے۔ اور اکثر لکھنؤ میں آنا جانا رہتا تھا۔ جان صاحب اب لکھنؤ میں جم کے بیٹھے اور غدر کے کوئی پانچ چھ برس بعد ان کا دوسرا دیوان چھپا۔ اس میں پہلے کی نسبت پختہ کلامی زیادہ ہے۔ پہلا دیوان دل سے اُتر گیا ہے خود ہی کہتے ہیں:۔

پہلا دیوان سب غلط میرا
اس میں نو سو ہیں تین چار ہیں عیب

اور دوسرے دیوان کا بڑا افخر ہے:۔

لیتے آنا چوک سے مرزا دوگنی ہے
جان صاحب کا چھپا ہے دوسرا دیوان آج

اس دیوان کی تاریخ بھی خود کہی ہے:۔

ایک بخت مرا بتا نکلے ہیں رشتی ہندی مطبع سے تو نکلیں پیارے صاحب جو دو لو

ہیں منشی جی مطبع کے بجا مہتمم اچھے — تجویز یہ نسخے وہ کیے صاحب جو دونو

بی جان کہی جان نے تاریخ بھی اچھی — دیوان بہت خوب چھپے صاحب جو دونو

جان صاحب کا پہلا دیوان مطبع مرتضوی میں چھپا ہوا۔ ہز اکسی لنسی نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں موجود ہے اور دوسرے چھاپے خانوں میں بھی چند غزلوں کی کمی بیشی کے ساتھ چھپا ہے جان صاحب نے اس کی تاریخ خود لکھی ہے:-

اچھی اس کی تاریخ بیت الشفا ہے

یہ دیوان چاہت کا نسخہ ہے باچھی

۱۲ — ھ — ۶۲

۱۸ — ۶ — ۴۵

دوسرا دیوان کلیات کے طور پر مطبع بلبئی صاحب میں حافظ محمد باقر کے اہتمام سے سنہ ۱۲۶۹ھ میں چھپا۔ اس میں کوئی ۱۱۶ صفحے مع حاشیہ کے ہیں اور پہلے دیوان کے کوئی ۸۴ چھپاسی صفحے ہیں۔ گارڈن دی تاسی نے ۸۵ صفحے لکھے ہیں دوسرے دیوان میں پختہ کلامی زیادہ آگئی ہے۔ اور عطف و اضافت کی ترکیبوں سے بھی پاک نہیں کیا ہے۔ غزلوں میں لکھنؤ کا رنگ نمایاں طور پر عیاں ہے۔ اس دوران قیام میں واجد علی شاہ بے گناہ کا ملک چھنتے دیکھا۔ اور حکومت الٰہی ایکا ایکی بدلی کہ روٹی توے پر پڑی تو شاہی میں اور الٹی تو کمپنی کا راج تھا۔ چھڑی مار نے ایسا چھکا مارا کہ اختر ہاتھ پھیرا بھی نہ سکا۔ انگریزی عمل دخل ایسی سہولیت سے ہوگیا کہ کسی کی نکسیر تک نہ چھوٹی۔ اس کو مسلمانوں کی بدقسمتی نہ کہا جائے تو کیا کہیں۔ اس کو جان صاحب کے استاد بھائی غریب چرکین نے اپنی زبان میں

چرکا[1] ہی:-

ایّاموں کی خرابی سے گدّی نکل گئی

جان صاحب کا بھی کلیجہ پک گیا ہے اور وہ الحذر الاماں پکارتے ہیں:

دل نے مزے اٹھائے ہیں جیسا گزر گیا

ایسا خدا دکھائے نہیں انقلاب اب

اس کے برس ہی بھر بعد غدر کا طوفان آیا۔ لکھنؤ والے اپنے ملک کی خاطر خوب جان توڑ کر لڑے۔ اور مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں نے اپنے ولی نعمت کا حق نمک ادا کیا۔ ستارہ گردش میں تھا۔ مرزا برجیس قدر کی اَنّا ئیں، دائیں، سونی ڈال گود میں لے کے بھاگیں۔ لیکن قدم قدم اور چپہ چپہ زمین پر خون کی ندیاں بہائے گئے۔ اور بیریوں کو ملک آسانی سے واپس نہ دیا۔ اس گولہ باری میں محلّے کے محلّے اور بڑے بڑے عالی شان جنگی محل گولوں سے چھلنی ہو نا س ہو گئے۔ رہے سہے فاتح فوج نے کھود زمین کے برابر کیئے۔ جان صاحب نے چٹکی کھائی ہے:-

کیا ہو گو روں نے جس دن سے لکھنؤ میں بزن

ہر ایک ہو گیا آسیب سے مکان خراب

اسی افراتفری اور لوٹ کے زمانے کی بد انتظامی اور ہاتھا چھانٹی کو یوں بتایا ہے:-

---

[1] چرکھن اس وقت کے بہت مقبول ظریف بذلہ گو جانے ہوئے مسخرے ہیں انتقال کر چکے تھے (آغا حیدر حسن دہلوی)

ناوڑے مرد جو بھگدر ہیں بھی نہیں بھاگے
انھوں نے لوٹا محلّے کو کر دیا محتاج

غدر کے بعد جو بھگڈر پڑی تو جان صاحب نہ نکلے اور پانچ بھاری کیے اپنے گھر ہی بیٹھے رہے۔ اپنے اسی جگرے پہ خود ڈینگ کی لیتے ہیں :-

وہ سورما رنڈی ہوں نہ گوروں سے ڈری ہیں
بھگڈر[1] میں قدم شہر سے باہر نہ نکالا

انقلاب سلطنت کے بعد جو ملک والوں پر ستم ٹوٹتے ہیں۔ امیر فقیر اور شریف ذلیل ہوتے ہیں۔ جابروں کی بے ناتھ فوج کے ہاتھوں جو شریف بہو بیٹیوں کی مٹی خوار ہوتی ہے۔ اس کو جان صاحب نے اپنے کلیجے پہ ہاتھ رکھ کر بیان کیا ہے :-

اس انقلاب نے ہر ایک کو کیا محتاج
زمانہ ہو گیا بھگدڑ سے اے بوا محتاج

نئے حاکموں کی احتیاط اور ہاروں کو نامرد بنانے کے گیت پیچ اس طرح بتاتے ہیں :-

چاقو تک رکھنا نہ اب گھر میں بہادر ہرزا
حکم سے ہوتے ہیں سرکار کے ہتھیار تلاش

جب قیصر باغ کا مالی جس کے دم قدم سے ہریالی تھی۔ پاپیوں کے پنجے پڑا۔ پی سے سہاگ ہے۔ دولت سے برات ہے۔ حاکم سے شہر کی رونق جان صاحب

---

[1] دلی میں بھاگڑ کہتے ہیں -

کی گو نواب واجد علی شاہ تک رسائی نہ تھی۔ نہ سہی لیکن لکھنؤ سے جان عالم کیا گئے اودھ کو رنڈیا منڈیا کر گئے۔ یا کم سے کم لکھنؤ نگوڑے کی تو جان ہی نکل گئی تھی۔ ہر طرف پریشانی اُداسی اور ایک ویرانی تھی کہ پڑی برستی تھی۔ جان صاحب پر اس کا کیوں اثر نہ ہوتا۔ کہتے ہیں:۔

اے جانؔ لکھنؤ میں تو ریختی ہی پڑھتا

بلبل چہک رہا ہے اُجڑے ہوئے چمن میں

اخیر میں دل اُچاٹ ہو گیا۔ اور لکھنؤ بھی چھوڑ دو۔ اب نہ دلّی تھی اور نہ لکھنؤ ۲ ٹھکانے مسلمانوں کے رہ گئے تھے۔ ایک حیدرآباد دکن۔ اس کی نسبت تو عام طور پر مشہور تھا۔ "دکن گئے نہ باورے اور رہے چندیری چھاؤں" بندھیل کو اُترنا بڑی بات سمجھی جاتی تھی۔ مہینوں کا رستہ ٹھگوں ڈاکوؤں کا خدشہ چندیری سے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ یہیں پر مسافر کھیت رہ جاتا۔ چندیری ہی کو اکثر عورتیں غلطی سے کہاوت کہنے میں جنبیلی کہہ جاتی تھیں۔ جب بیگم صاحب کا کسی پر خفگی خانہ اُترتا۔ تو تاؤ دے کہتیں کہ سٹلو کو جنبل پار اُتروا دوں اور اُف نہ کروں۔ غرض دکھن کی راہ بڑی کڑھب کٹھن سمجھی جاتی تھی۔ پھر ایک طرح کی وِلایت بھی دانگیر "میاں گئے دکھن اور وہی کرم کے بچھن" وہاں بھی پیچھا نہ لیں تو ذرا شاعر جس کا دل ننھا سا ہوتا ہے وہ تو اتنے لمبے چوڑے سفر کا حوصلہ کاہے کو کرنے لگا تھا۔ البتہ رام پور دارالسرور۔ دلّی لکھنؤ کے بیچ میں تھا۔ یہاں سے جو صاحب کمال بھاگا۔ اس نے نواب رام پور کا ارادہ لیا۔ دلّی، لکھنؤ کی بربادی کے بعد یہاں سے بھری چاک مصطفیٰ آباد (رام پور) جا جمے۔ غالب گئے۔ داغ پہنچے

امیر مینائی۔ جلال۔ امیر آئے، بیسیوں شاہی خاندان کے یہیں پرورش پانے لگے
جان صاحب بھی جب اُکتائے اور اپنی بدنصیبی سے عاجز آئے تو لکھنؤ کے پیچھے
پڑ پچھتانے لگے:۔

لکھنؤ سے شہر میں دیکھا نہ پنپا آج تک
جان صاحب سے نہیں کوئی زیادہ بدنصیب

آخر بیچے کلیجے پہ پتھر رکھ نکل کھڑے ہوئے۔ رام پور میں آئے۔ نواب تک
رسائی ہوگئی۔ گزارا مقرر ہوا۔ دربار میں آنے جانے لگے۔ حضرت امیر مینائی
سے بھی میل جول تھا۔ گلشن ہند کے ترتیب دینے والے عبداللہ خاں مولانا
شبلی کی زبانی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ نواب رام پور کے دربار میں
بڑے بڑے شاعر جان صاحب کا پاس و لحاظ کرتے تھے۔ عبداللہ خاں
اس زمانے کے ابوالفضل فیضی تھے جہاں تک کہ یاد اور حافظے کا تعلق ہو
ان کو ہر ایک کتاب حفظ یاد تھی۔ اور صفحے کے صفحے عبارت کے از بر تھے۔ جو
دوران تقریر میں مع قید شمار صفحہ بتا جاتے تھے۔ آخر زمانے میں ان کی بینائی
جاتی رہی تھی۔ اور کوئی پچاس سال سے زیادہ عمر نہ پائی ۱۳۱۴ھ میں انتقال
کیا۔ پنجاب ان کا اصلی وطن تھا۔ چھٹپنے میں والدین سے لڑ کر نکل گئے۔ ملک ملک
کی خاک چھانی حیدرآباد کے دامن پکڑ لیئے اور فرمان باڑی میں دفن ہو لیئے
اللہ مغفرت کرے۔ بڑے دوست پرست مرنجان مرنج تھے۔

جان صاحب فرخ آباد میں کوئی ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے
والد کا نام میر امّن تھا۔ جان صاحب بچپنے ہی میں لکھنؤ چلے آئے۔ اور

نواب عاشور علی خاں بہادر کی شاگردی کی۔ حیرت یہ ہوتی ہے کہ نواب عاشور علی خاں کے دونوں شاگرد، چرکین اور میر یار علی جان صاحب تو اس قدر مقبول ہوں اور ان کا کلام پڑھے لکھے تو پڑھے جاہل ان پڑھ تک کو یاد ہو۔ لیکن خود نواب عاشور علی خاں کا ایک مصرعہ بھی کسی کے منہ سے سننے میں نہ آئے۔

جان صاحب رام پور آئے ہیں۔ تو کوئی تین بیسی سے اوپر ہی اوپر ہوں گے۔ حضرت امیر احمد مینائی کے "انتخاب یادگار" کی تالیف کے وقت تریسٹھ برس کی عمر تھی چودھویں صدی کے تین چار شروع کے سال دیکھے۔ مٹی رام پور ہی کی تھی یہیں عزیز ہوئی۔ عبداللہ خاں کے بیٹے کرامت اللہ خاں گستاخ نے اپنے ہاں مشاعرہ کیا۔ اس میں جان صاحب بھی شریک ہوئے تھے رام پور میں یہ مشاعرہ بڑے زور کا ہوا تھا۔ ایک دفعہ جب عبدالحلیم شرر، نثار حسین نثار، مالک پیام یار اور ریاض احمد ریاض، حضرت امیر احمد مینائی مرحوم کے مکان پر آئے تو امیر مینائی مرحوم نے جان صاحب کو ان صاحبوں سے ملانے کو بلایا۔ جان صاحب نے اپنا کلام ان کو سنایا۔ بڑے مزے سے مٹک مٹک کر پڑھتے تھے کہ سننے والے لوٹن کبوتر بن جاتے۔

میانہ قد۔ گندمی رنگ۔ دبلے پتلے۔ اچھی خاصی صورت۔ داڑھی منڈی۔ مونچھیں لکھنؤ والوں کی وضع کی۔ برکا پیجامہ۔ گھیتلی جوتی پاؤں میں۔ ترچھی گوشہ ٹوپی سر پہ، انگرکھا گلے میں۔ پڑھتے وقت دوستوں کے اصرار سے دوپٹہ بھی اوڑھ لیتے تھے۔ اور اس طرح بھاؤ بتا بتا کے پڑھتے کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ جاتے۔ خود کہتے ہیں۔

ریختی پڑھ کے بڑھاپے میں مٹکتا ہے بوا
جان صاحب کی ابھی دیکھو حماقت نہ گئی

ایک مرتبہ کپڑے ذرا بوسیدہ تھے اور جاڑوں کا تھا زمانہ رضائی اوڑھے ہوئے ایک رئیس کے مکان پر مشاعرے میں گئے وہاں پڑھتے پڑھتے اس طرح سے بل کھائے کہ رضائی کھوؤں پر سے ڈھلک گئی۔ اور ان کی شکستہ حالی رئیس پر ظاہر ہو گئی۔ اس نے ان کے کپڑوں کا انتظام کر دیا۔ بیٹا کوئی جان صاحب کے ہاں ہوا نہیں۔ ان کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ بھانجوں کو متبنیٰ کر لیا تھا۔

جان صاحب نہیں جلتے ہیں میرے دلسوز
بھانجے مجھ کو یہ بیٹوں سے سوا پیارے ہیں

روحوں اور جنوں سے بہت ڈرتے تھے۔ رام پور میں ملا ظریف کی سرا میں رہتے تھے۔ مکان کی ڈیوڑھی میں کسی بزرگ کا مزار تھا۔ حکیم نذیر علی خاں رام پوری کے چٹپٹے کا زمانہ تھا۔ انھیں جو شرارت سوجھی دونوں وقت ملتے جب مغرب کی نماز سے جان صاحب واپس آرہے تھے مزار کے قریب راستہ گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ جان صاحب کی جان نکل گئی۔ اور گڑگڑا کر یا بندہ پیر کہنے لگے "حضرت خدارا اپنا جمال جہاں آرا مجھے نہ دکھایئے" لیکن کسی سے نہ ڈرتے تھے اور بہت بہادر رہتے تھے۔ ان کا شعر ملاحظہ ہو:-

اپنے اللہ سے ہر دم ہے یہ بندی کی دعا
روز ہی مردوں کی کھلے پھر کہیں تلوار بندے

اس دعا میں عورت پنے سے نکل گئے ہیں۔ کیونکہ ہندوستان کی عورتیاں

غدر سے پچاس ساٹھ برس پہلے ہی بڑی بوڑھی ہوگئی تھیں۔ تلوار کی چمک کی تاب نہ لاتی تھیں اور اس کے دیکھنے سے لرزتی تھیں کجا کہ وہ اس کی دعا کریں کہ خون خرابے ہوں اور تلواریں نکلیں۔ ان کی بہادری کا ایک قصہ سننے میں آیا ہے۔ ایک وقت شام کو میر یار علی کسی درگاہ پر گئے۔ لکھنؤ کی آبادی تو اس طرح بے ترتیبی سے واقع ہوئی ہے کہ ابھی جنگل بیابان لق ودق میدان اور ابھی پھر محلے قریبئے شروع ہوگئے۔ لٹھیتوں[1] کو جو ایک ایسی جگہ سے گزر ہوا جہاں آرجا کم تھی، تو چند ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ یہ ذرا نہ گھبرائے۔ اور کہنے لگے کہ بھیا تم لوگ ہم کو لوٹو ہی گے اس لیے جو ہم اپنی خوشی سے کل سامان تمہارے حوالے کریں تو کوئی ہرج تو نہیں۔ قبلہ آپ قطار باندھ کر کھڑے ہو جائیں میں حصہ رسد موافق سب کو دیئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ اور نکال پاؤں سے گھتلی جوتی جس میں جڑے تھے نال (نعل) وہ ہوش کے ہاتھ دکھائے کہ ایک ڈاکو جو آگے بڑھا تو وہ پڑا جوتی کا پڑا تھا کہ بھڑوے کی ناک کٹ گئی۔ غرض جو آگے بڑھا وہ نعل چندیا من پاکن پٹی پر پڑا کہ العظمت للہ۔ یہ دیکھ جدھر جس کا منہ اٹھا بوہاکے بھاگا۔ کہ کس بلا کا سامنا ہے۔ جان صاحب یہ کہتے ہوئے۔ ارے بھیا کہاں جاتے ہو اپنا حصہ تو لیتے جاؤ۔ صحیح سلامت گھر واپس آگئے۔ لکھنؤ میں جان صاحب کا مکان شاید سنگم کی میں تھا۔ کیونکہ وہ ایک اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہے غدر سے پہلے جو ہندو مسلمانوں میں اخلاص پیار تھا۔ وہ غدر کے بعد باقی

---

[1] لٹھیتوں: دلی بہادری کے کارخانہ داروں کا لفظ ہے شرفا اس کا استعمال نہیں کرتے (آغا حیدر حسن دہلوی)

نہ رہا۔ اور ہندو جو یار جانی جانے جاتے تھے یار نانی ثابت ہوئے مسلمان
لالہ بھائیوں کو غدار کہتے تھے اور ہندو میاں بھائیوں کو فسادی جھگڑالو۔
غرض آپس میں کدورت بہت بڑھ گئی تھی۔ اور اغیار اس کی بڑھونتری ہی
کے درپے تھے۔ ایک دوسرے سے دل صاف نہ رہتے تھے اور ایک کو ایک
بے وفا مطلبی خودغرض سمجھتا تھا۔ جان صاحب بھی اس بے وفائی اور ساتھ
چھوڑ دینے پر پولیاں چھولیاں چھانٹتے ہیں کہ ان کی یاری کیا نولکھا ہار پہنا
دے گی اور کونسا نہال کردے گی۔

چنپا گلے کا ہار ہی جو باغباں کے
کیا دھوتی بند نے کیا تجھ کو نہال ہی

جان صاحب بہت متقی پرہیزگار تھے۔ انھوں نے جو کچھ خرافات
بکی ہی یا گندی باتیں لکھی ہیں وہ نرا منہ ہی کا پھکڑ ہی۔ اس میں اصلیت کچھ نہیں
یا جوانی تو دیوانی مشہور ہی ہی۔ اس حالت میں شاید انشاء کی اس تقریر کے
مصداق ہوں جو دلی کے ایک میر صاحب دریائے لطافت میں دلی کی ٹھٹیاری
بی نورن سے کرتے ہیں۔ اور سعادت یار خاں رنگین کو نوازتے ہیں۔ کہ شریفوں کی
جوان بہو بیٹیوں کو اپنا مشتاق بنانے کے لیئے ریختی گوئی اختیار کی ہی۔ جوانی جیسی
بھی چاہے رہی ہو۔ لیکن آخر زمانہ تو عبادت گزاری میں گزرا۔ ذرا رندی
ملاحظہ ہو:۔

اُٹھا ہی ابر باغ میں کعبے کی سمت سے
لازم ہی ساقیا بط مے کا نکالنا آج

اس میں کمال دکھایا ہے۔ بندش مضمون کی نگینی تشبیہ کی خوبی۔ فقروں
کی بندش اور پھر اختصار قابل داد ہے۔ ایک تو باغ اور پھر مغرب کی دھواں دھار
کالی گھٹا۔ اس میں سفید بگلوں کی قطار۔ دل و دماغ کو کس خیالستان میں لیجاتی
ہے۔ شوخی دیکھیے کہ مغرب کی بجائے کعبے کا زہد دیکھیے کہ نگوڑی بلا ہی کا نکالنا
لازم ٹھہرایا ہے نوش جان کرنے کی صلاح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی کیا خبر کہ نکالنا حلال
ہو یا مردار ہو جائے۔

جان صاحب کے کلام کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو ان کے زمانے میں
بھی نہ چھپ سکا بلکہ لوگوں کو زبانی یاد ہے یا اکثر بیاضوں میں کسی لفظی تغیر کے ساتھ
پیش کیا گیا ہے۔ وہ اس طرح سے کچھ محفوظ رہ گیا۔ لکھنؤ میں جو انھوں نے
قصیدہ یاں وغیرہ کہی ہیں وہ تو اب ملتی نہیں۔ ہاں حسین باندی کو جو لکھنؤ کی
کسبی تھی۔ اس کے حسن و جمال کی تعریف میں جو قصیدہ کہا ہے وہ جان صاحب
کے کلیات مطبوعہ مطبع لطیفی صاحب میں موجود ہے۔ اس کے چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں

عالم کے دانت کھٹے کرتے ہیں نار پستاں — یا غنچہ حسن کا ہے سینہ حسین باندی
بازو ہیں تیرے دونوں سیمیں آب گوہر — مضمون ہے اک گوہر یا حسین باندی
شفاف ایسا پایا پاسے نگاہ پھسلے — عالم نے شیشہ دیکھا یا حسین باندی
پیڑو ناف وہ ہے گویا آتی ہے گنگ ناف — ہے کون جو ہے دل کا حسین باندی
سینہ مثل دونوں گوشوں کا حسن کی بہاریں — دیکھو تو ایک جا حسین باندی
ہاتھوں سے اپنے تجھ کو صانع ازل نے — سانچے میں ڈھالا حسین باندی
تمثال قد وہ تو ہے اک نونہال انگبیں — ہر ایک قد ہے نیا حسین باندی

بوٹے سے قد پہ تیرے تصدق ہوں یار میں   سرو رواں صنوبر طوبیٰ حسین بانکی

مرزا محمد مرتضیٰ عاشق عرف مجھو بیگ لکھنوی نے اپنی تالیف بہار ہند کے صفحہ ۲۵۸ پر جان صاحب کے چند اشعار سند لیئے ہیں۔ وہ یہ ہیں:-

کیا دور کنواں تھا کنارے کا اور شاہ چھڑا کی اونچی گلی

اپنا مطلب کرتی ہوگی رنڈی ہے وہ ایسی ولی

ڈھونڈھ کے لائے میرا انیر اجب تک دھگڑا رام کلی

آؤ دوگانا ہے چپ کسلیں بیٹھے سے بگار بھلی

رامپور میں جان صاحب نے جو کہا ہے وہ ان کا کلام بہت کم ملتا ہے بعض شائقین نے کچھ جمع کیا ہے۔ ایک صاحب نے ان شاعروں کی غزلیں یکجا کی ہیں۔ جو رامپور میں اس زمانے میں ہوئے تھے۔ اس طرح اگر جان صاحب کے کلام کی تلاش کی جائے تو مل سکتا ہے۔ اور ایک جا ہو سکتا ہے بعض عمائد رامپور کی شان میں جان صاحب نے قصیدے وغیرہ کہے ہیں۔ وہ رامپور کے اکثر گھر یلو کتب خانوں میں موجود ہوں گے۔ رامپور کے کہے ہوئے کلام میں سے کچھ ہدیہ ناظرین ہے:-

عجب ہے نور کی صورت خدا کی قدرت ہے

کلب علی خاں میں طور ہے پاتی

غفران مکان نواب کلب علی خاں مرحوم جن کا تخلص نواب تھا جان صاحب کے قدردان تھے۔ ان کی سرکار سے جیر تیس روپیہ ماہوار جان صاحب کو ملتے تھے انہی کی بدولت لکھنؤ چھوڑ رامپور بسایا تھا۔ مدّاح اور ممدوح دونوں

اللہ میاں کا جلوہ دیکھنے تھوڑے ہی فصل سے آگے پیچھے سدھارے:-

تصدق ان کے سے سرسبز ہوں پھلوں پھولوں
قصیدہ مرد ہیں کہتے فقیری ہیں سے نے کہی

اب گاردن دی تاسی نے جو جان صاحب کے متعلق اپنے تذکرے میں لکھا ہے اس کا اُردو ترجمہ[1] کیا جاتا ہے۔ جو لطف سے خالی نہیں۔ اس تذکرے نے تمام یورپ میں جان صاحب کو عورت مشہور کر دیا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ گارڈن دی تاسی سا محقق ایسی فحش غلطی کر جائے۔

"جان صاحب میر یار علی جان صاحب یا صاحب جان جسے محسن ریختی کی شان کہتا ہے۔ غلطی سے کوئی جی صاحب اور جان صاحب کو ایک سمجھ لے (جان صاحب) ریختی لکھنے والی عورت ہے۔ جو میر اُن کی بیٹی ہے اور فرخ آباد میں پیدا ہوئی لیکن لکھنؤ میں جا رہی جہاں اس نے اپنی ادبی شہرت حاصل کی۔ اورنگ آباد، بھوپال میں رہنے کے بعد بچپن ہی سے اس نے اپنے آپ کو ریختی اور ادب کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اس نے فارسی کی گلستاں بوستاں اور بہار دانش پڑھی مختصرا یہ کہ نواب [illegible] زباں بہادر کے مشورے سے ہندوستانی شاعری اپنا شعار ٹھہرایا۔ کریم الدین اس کو اپنی استاد بتاتا ہے اور اپنے کلام میں اس سے اصلاح لی ہے اس کے کلام کا مجموعہ دیوان میر یار علی کے نام سے چھیاسی صفحے کے متن اور حاشیے پر لکھنؤ میں سنہ ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں چھپا تھا۔ اس وقت اس کی عمر صرف چھبیس یا ستائیس سال کی ہوگی یہ مجموعہ بڑی سرعت کے ساتھ ہندوستان کے خوش مذاق معاصرین میں پھیل گیا

[1] ترجمہ از گارڈن دی تاسی جلد دوم صفحہ ۵۰۰ - آغا محسن دہلوی

جس سے مصنفہ کی بڑی نام آوری ہوئی۔ یہ عورتوں کی اس شاعرانہ زبان میں
لکھا گیا ہے جس کو ریختی کہتے ہیں۔ اور جو زنان خانوں میں بولی جاتی ہے۔ اس کی
دوسری خصوصیت یہ ہے کہ شاعرہ نے شاعری کے تمام عنوانوں کی تذکیر سے
تانیث کر دی ہے۔ مثلاً غزل کی بجائے غزلی اور ریختے کی جگہ ریختی وغیرہ اس دیوان
میں سعادت یار خاں رنگین کے مذاق کی تمام خوبیاں اور رنگینیاں بھری پڑی
ہیں۔ لیکن ان میں نفاست اور نزاکت زیادہ ہے۔ اس شاعرہ کا تذکرہ صرف
کریم الدین ہی نے نہیں کیا بلکہ محسن نے بھی لکھا ہے اور اس کی بہت سی غزلیں
نقل کی ہیں۔"

اس تذکرے کی بدولت تمام یورپ میں جان صاحب کے متعلق ایک
عام غلطی پھیل گئی۔ بیل نے اپنی انگریزی لغت مشاہیر مشرق میں جان صاحب
کو عورت بتایا ہے۔ جان صاحب نے موج میں آ کر بے سوچے سمجھے یار دوستوں
کو خوش کرنے اور ان سے داد لینے یا خانگیوں کسبیوں کے جلسوں میں ان پر
بولی ٹھولی چھانٹنے اور چھیڑ خانی کر کے دو دو چونچیں ہونے کو انہی کی زبان میں
انھیں جیسیوں کے ساتھ آپس کے معاشقہ کا [illegible] لفظوں میں لکھا
گیا ہے۔ اصلیت کوئی نہیں ہے۔ صرف منہ سے سہاگ اُڑایا ہے۔ عورتیں آپس میں
طرح طرح کے رشتے بدتی تھیں۔ دلی کی مٹی میں اللہ میاں نے محبت گوندھ دی ہے۔
وہاں کی عورتیں بے حد ملنسار اور محبت والی ہوتی ہیں۔ جب محبت کی رو [illegible]
پر تھم نہ سکتی اور اپنے پڑتی تو [illegible] پھر عورتوں سے آپس میں
طرح طرح کے رشتے بدتیں۔ اور مثل ماں جایا بہنوں کے ایک دوسرے کا

بات گون کرتیں۔ آپس میں لین دین سگوں کا سا ہوتا۔ نہ کوئی بُرائی تھی نہ کوئی
خرابی۔ جب ایک دوسرے کی خو بو سے واقف ہو جاتیں۔ اور ایک کا ایک
کو سبھاؤ بھاتا۔ چھیڑ، دل لگی، مذاق، چہل شروع ہوتی۔ دوگانا۔ بادام۔ دوگانا
کیلا۔ دوگانا آم۔ دوگانا سنگھاڑا۔ دوگانا پان یا دوگانا موتی کبھی دو بلکہ
نگینہ بھی کسی چیز میں چھپا کر یا دو سوکے دھڑی سے موقع دیکھ کر اور دوسری کو
بہکا کر اس کے سیدھے ہاتھ میں دوگانی چیز دے کر کہتی "فراموش" اگر اس نھی
ناداں اللہ بھولی نے چوک کھائی اور جھٹ سے دوگانی چیز لے لی تو فراموش
ہو گئی۔ بعض کھلتو یا ولیاں کسی دو جیا کا ہاتھ پکڑ کے فراموش کرتیں اور ڈھائی
ہزار لونڈی غلاموں کی فرمائش کرتیں۔ اب اس کے عوض میں جس چیز سے فراموش
ہوئی ہو وہ ڈھائی لاکھ سے لیکر ڈھائی سو تک اپنی اپنی حیثیت بساط اور
اوقات کے موافق فراموش کرنے والی کو دینی پڑتی تھیں اس دن سے یہ دونو
دوگانا بہنیں مشہور ہو جاتیں۔ شادی بیاہ مرنے جینے میں مثل حقیقی بہنوں کے
سمجھی جاتیں اور اسی طرح ان کی آل اولاد اور کنبہ رشتہ۔ فراموش سے بچنے کے
لئے یا تو اپنے ہاتھ میں لیتے تھے۔ یا اگر سیدھے ہاتھ میں لیتے تو کہہ دیتے "یاد ہے"
پھر فراموش یونہی رہ جاتی۔ ایک بہناپا ہمدرگی کا تھا۔ جب دو بیبیوں کے
دل آپس میں مل جاتے اور ایک کا مزاج ایک کو پسند آجاتا تو آپس میں
بیٹھنے اٹھنے کی محفلوں میں دونوں ملیں گے ایک رنگ کے جوڑے پہنے ہوں گے۔ مثلاً
ایک بیبی عنابی لباس نافرمانی پہنے تو دوسری بھی نافرمانی ہی پہنے گی۔ اگر بادامی ہو تو
دونوں بادامی ہی ہوگا۔ غرضکہ عادت طبیعت ایک ہی سی بنانے کی کوشش

کرتی تھیں جو چاؤ چونچلے حد سے سوا ہوئے تو صبح ہوتے ہی دداجان، بوبوجان ماتی یا کوئی معتبر چھوکری آئی اور کہہ گئی کہ آج ہماری سرکار ایسا ایسا گہنا۔ اس رنگ کا کپڑا۔ اس گٹائی کا جوڑا پہنیں گی۔ پھر نگ بہنا نے بھی وہی جوڑا اختیار کیا جب آپس میں دل ملنے شروع ہوتے تو دل جان کا رشتہ جوڑتیں آپس میں بہت پیار اخلاص ہوجاتا تو دو سہیلیاں جانمن کا رشتہ بدتیں آپس میں ایک دوسرے کو جانمن کہہ کر بلاتیں۔ جب محبت کے پینگ حد سے گزر جاتے اور ایک لمحہ جدا ہونے کو جی نہ چاہتا۔ جدا ہوتے تو جان بے چین ہوجاتی ملتیں تو جدائی کے خیال سے تھرّاتیں اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ایک کے خیال میں ایک محو رہتی۔ تو یہ چاہت کی ماریاں مارے چاہ کے ایک کو ایک دوگانہ کہکر خطاب کرتیں بھری محفل میں جب اس رشتے کی دو بہنیں ملتیں تو نازِ محبت سے آپس میں سنکھ ہوتے ہی وہ مزیدار میٹھی میٹھی لچھے دار گالیاں شروع ہوتیں کہ سننے والی بیویاں ان گالیوں کا رشک کرتیں اور حقیقت یہ ہے کہ غدر سے بچی بچائی بڑھیاں ٹھڑیاں جو دیکھنے میں آئیں اور جن میں یہ رشتہ تھا ان کی گالیوں پر سے آج کل کی سہالیاں قربان کی تھیں۔ ایک رشتہ الائچی کا تھا۔ یہ بہنیں آپس میں الائچیاں کھاتیں اور سوائے الائچی بہن کے کسی دوسرے کو الائچی نہ دیتیں۔ بعض تو اس کی پابندی اس سختی کے ساتھ کرتیں تھیں کہ ماں باپ اور شوہر تک کو ہاتھ سے الائچی نہ دیتیں۔ بلکہ تھالی یا کشتی میں رکھ کے پیش کرتیں۔ اس طرح کی زیادتیاں اور حد سے گزری باتیں بسا اوقات اپنوں میں شکر رنجیاں پیدا کر دیتی تھیں

دوپٹہ بدل کے دوپٹہ بدل بہن بنتیں۔ ایک پیر کی مرید ہو ہو پیر بہن کہلاتیں۔
مہمانی کر کے کنبے والوں کو اکٹھا کرتیں اور بھرے کنبے میں دینی بہن بنائی جاتی
اس سے لین دین اپنوں ہی کا سا ہوتا۔ قلعے میں بعض اردا بیگنیاں مرد ما عورتیں
چچا اور ماموں کے رشتے آپس میں برتیں۔ اور ایک عورت دوسری عورت
کو "اماں چچا" "اماں ماموں" کہکر پکارتی ایسے رشتے والیاں کھری بولی
بے جھجک بولتیں۔ اور ان کے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں مردوں کا سا
ڈھنگ پن اور سختی معلوم ہوتی۔ مرغ یا کبوتر کے سینے کی ہڈی جسے زناخ کہتے
ہیں۔ دو عورتیں مل کر توڑتیں۔ یہ آپس میں زناخی بہنیں کہلاتیں ریختی
گو شاعروں نے دوگانا اور زناخی کے بکھان بگھارے ہیں۔ دوگانا اور
زناخی یہ دو رشتے جب دلی سے لکھنؤ میں گئے۔ تو وہاں ان کو گندے معنی
پہنا کر خاک میں ملا دیا۔ دلی میں یہ رشتے ہمیشہ پاک سمجھے گئے اور کنبے خاندان
والوں نے ان رشتوں کی وقعت کی۔ دلی کے ریختی گو شاعروں نے جو دوگانا یا
زناخی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہ آمد سخن کے طور پر "بوا" یا "بہن" "بیوی"
یا "بنو" کے معنی میں برت گئے ہیں۔ اس قسم کے باہر مردانوں میں جہاں کسبیاں
خانگیاں مردوؤں کے پہلو بہ پہلو ہوکے بیٹھتیں اور اس قسم کی محفلیں اس
زمانے میں عام تھیں۔ شاعران نامرادوں کے چھیڑنے کو اور ان کی گالیاں سننے
کو ایسی ہی ٹکریں ہانک جایا کرتے۔ یورپ والوں کو جب اس قسم کے اشعار
ملے تو انھوں نے انہوئے معنے پہنائے اور ہزار شاخسانے نکال بات کا
بتنگڑ بنا کر کھڑا کر دیا۔ ہیولاک ایلس نے جب نفسیات صنف پر

کتابیں لکھیں اور علوم جدید کی روشنی میں جان کے جواہر پاروں کو الکا تو پرکھ پرکھا اس کو لیس باس کی یونانی شاعرہ سیفو۔ ایشیا کی آسودہ ترکن مہری اور کھنگر یا پلٹن والوں کی پالن ٹارن کے برابر رکھ دیا۔ اور سادی کاری میں اپنی گلکاریاں کرکے کیا کے کیا معنے نکال ہندوستانی عورتوں کو بدنام کیا۔ اور فرنگستان کے ان مجرم شعرا کے زمرے میں جنھوں نے مرد ہو کر عورتوں کے ہم صنفی الفت کے جذبات کے راگ کو بڑی جسارت سے الاپا ہے۔ جان کا بھی ہاتھ پکڑ کھڑا کر دیا ہے۔ جان ان باتوں کو بہت برا سمجھتا ہے اور خانہ خرابی کی جڑ بتاتا ہے۔

چپے لڑنے نے یہ آبادی کا چھڑوایا نام
بستی خانم! کیسا گھر آباد اُجڑا بد نصیب

انگلستان کا شاعر سون برن اپنے کلام کی پہلی جلد کی چند نظموں کی وجہ سے مجرم گردانا گیا فرانس کے لمرتین نے ریسے جنیا میں کچھ بک دیا ہے۔ ورلین نے "پیرے رل مان" میں کچھ الاپا ہے۔ پیر لوئیس نے شاں ساں دی بلی تس میں کچھ کہا ہے۔ جی چاہا کہ جان صاحب کی تخت کی رات کا بایرن کی مفروضہ اقبال دُھن سے موازنہ کیا جائے۔ اگر جان صاحب بایرن کا ہمسر نہ ہوتا تو کم از کم ایک فرنگی دماغ کی نتیجہ افکاری سے تو مقابل ہو ہی جاتا۔ مگر جان صاحب کو گورے پسند ہی نہیں۔ بایرن کے ڈون جان میں ایک جگہ ہیڈی لب ساحل چاندنی رات میں آنکھیں چمکارہی اور مزے اڑا رہی ہے۔ کتاں پوش نہیں جس کے پرخچے اڑ گئے ہوں۔

نیم عریانی کا سبب کچھ اور ہی ہے۔ اس کا مقابلہ اگر جان صاحب کے شب زفاف
سے کیا جائے تو لطف نہ آئے۔ کیونکہ اس میں ایسی نگوڑی کا رونا ہے کہ سب کچھ
ہو گیا کم بخت نے خوش کرنے کے سبھی جتن کیے۔ لیکن یہاں خاک بجھا دیں
نہیں۔ لطف زندگی سے ایسی بیگانگی ہے کہ خفگی اور بدمزگی آخر تک دور نہ ہوئی
ڈر خوف نے توبہ کرائی کان اٹھوائے۔ بھلا ایسی بلّی بودنی[1] کو لنگڑے کی ہڈی
سے کیا نسبت۔

لیس باس والی سیفو جس کی حمد و ثنا میں قدیم و جدید یورپ تقریباً
ڈھائی ہزار برس سے رطب اللسان ہے اس کے کچھ کلام سے جان صاحب کا
موازنہ کیا جائے۔ ادبی نکتہ زبان تو علیحدہ رکھا جاتا ہے کہ دونوں بعد المشرقین
ہیں۔ ہاں خیالات کو پیش نظر رکھ کر تولا جائے۔ اور دیکھا جائے کس کا پلہ بھاری
رہتا ہے۔ پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان جو سیفو کے نام سے نابلد ہے
اس کو اس سے آشنا کیا جائے۔

ایشیائے کوچک کے مغرب میں جو ساحل کے قریب جزیروں کا سلسلہ
یونان تک چلا گیا ہے۔ اس میں ایک جزیرہ لیس باس ہے۔ حضرت عیسیٰ کی
پیدائش سے چھ سات سو برس قبل یہاں کے شہر متی لین میں سیفو پیدا ہوئی
عنفوان شباب میں مرد کی صورت سے بیزار تھی عشق کا جوش اپنی ہم سن سہیلیوں
اور لڑکیوں پر نکالتی۔ اس کی شاعری دوشیزگان لیس باس کی عشق و محبت کے

---

[1] بودنی:- بودی۔ کمزور۔ بزدل۔

مملو تھی۔ غیر عیسائی فرنگستان میں اس کا کلام بہت مقبول تھا۔ لیکن جب فرنگستان میں عیسائیت کا طوفان اُٹھا۔ تو وہ تمام پادریوں اور عیسیٰ کے پجاریوں کے ہاتھوں تلف کر دیا گیا۔ اب کہیں کہیں سے اس کے کلام کے نمونے جو اس کے ہمعصر یا مابعد کے یونانی اور لاطینی مصنفین نے اپنی اپنی تصانیف میں محفوظ کر لیے تھے وہ دستیاب ہوئے ہیں جس کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس میں وینس علیٰ (زہرہ) اور فیان بہت مشہور ہیں۔ ایک زمانے میں سیفو کو شاعری میں ہومر کا ہم رتبہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور اب بھی دُنیا کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی شاعرہ مانی جاتی ہے۔ آخر زمانے میں فیان نامی ایک نوجوان کو دل دے بیٹھی اس کی جُدائی میں جو کچھ اس وقت کہہ گئی وہ آج تک فرنگیوں کے دلوں کو برماتا ہے۔ اور سارے فرنگستان میں سیفو راگ اپنی باجتی ہے۔ اس کا کچھ منترجمہ کلام جیم ریسے ٹیوٹن نے مرتب کیا ہے۔ اس کے صفحہ ۴۹ پر سیفو کہتی ہے "دولت بغیر عصمت و عزت کے مخدوش مہمان ہے۔ اور جس کے قبضے میں یہ دل جل کے رہیں وہ بڑا بھاگوان ہے" جان صاحب نے استفہامیہ طرز میں اس کے مزے کو دوبالا کر دیا ہے:۔

عزت سے سوا پیسہ ہے؟ اے کوڑھ با خانم!
دمڑی کے یہ پیسے تنی ہو مزدور کی باتیں

سیفو صفحہ ۹۴ پر کہتی ہے "بحر فنا میں تو غیر معروف غرق ہوگا اور تیرا نشان تک باقی نہ رہے گا" جان صاحب نے کنجوسوں کو کوسا ہے۔ ان کا سن لو:۔

یا الٰہی لیسے زر دار وہاں ہوں گے تباہ
کرتے ہیں کنجوس مکھی چوس خالی واہ واہ

سیفو نے جو چاہت سے سیکھا عشق میں حاصل کیا اور محبت کی نذر کیا وہ سُنیے "عشق نے میرے اشکوں کو پُر سوز و گداز اور میرے نالوں میں نکلنا سکھایا اور میرے قلب کو پر درد مرائی کا ہم نوا کیا" اب جان صاحب نے ایک گھر گرہستی کو اس آزار میں مبتلا کیا اس بیچاری کی آنکھیں کھلیں اور عقل آئی تو کہنے لگی :-

سچ ہے کہ نوج مرے کوئی کسی کے اوپر
یار رونا رہا گھر بار کا دھندا بھولا

پھر گھبرا کے عشق سے ڈر اس کے جوہر کھولتی ہے :-

یہ بلا ہے یہ بد بلا ہے عشق
بری خانم بہت بُرا ہے عشق

کس شرافت اور بھلمنسائی سے ہمو بیٹیوں کی طرح عشق کی تعریف کی ہے اور بتلایا ہے کہ وہ کیا ہے :-

جھوٹ کبھی نہیں سچی پہ قسم کھاتی ہوں — آگ میں غم کی ارے لوگو جلی جاتی ہوں
کس مصیبت میں پھنسی واہی میں گھبراتی ہوں — کیا کہوں کھول کے میں حال کو شرماتی ہوں

چین یک دم نہیں آتا ہے خدا خیر کرے
دل کا کچھ اور ہی نقشہ ہے خدا خیر کرے

یہ بیچاری ہندوستان کی پتا مری عورت ہے۔ کوئی فرنگستان کی ڈھاؤ ڈھینگڑی نہیں جو مزے لے لے کے عشق کی لذتیں بیان کرے۔ صفحہ ۶۴ و ۶۵ پر سیفو سوز عشق کے جوہر بیان کرتی ہے :- "میں جلتی ہوں میں جلتی ہوں

اسی طرح جس طرح ہوا (کے جھاڑ) سے پکے کھیت میں پھیلنے والے شعلے گھس پڑتے ہیں۔" سیفو کا مطلب یہ ہے کہ میں عشق کی آگ میں اس طرح جل رہی ہوں جس طرح کسی سوکھے ہوئے کھیت میں تیز ہوا شعلوں کو مشتعل کر دے اور وہ چاروں طرف سے جل اٹھے۔ جہاں اس فرنگن گنواری کو کھیت دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں جان صاحب کی شہریت نے شمع اور اسلام نے دوزخ کی آنچ دکھائی ہے۔ کہتے ہیں:-

وہ لو لگی ہے شب انتظار میں دل کو
بنا پتنگ یہ شمع مزار کے باعث
مزار عاشق ناشاد ہجر جاناں میں
سقر ہے آہ دل شعلہ بار کے باعث

صفحہ ۵۶ پر سیفو کہتی ہے "لیس باس کی جوان بالیاں جو کبھی میری پر خطا محبت کا نادر مقصود تھیں۔ اب میرے جوش اور ولولوں کو نہ اٹھا سکیں گی"
یہاں سیفو ہم صنفی عشق کو چھوڑ کر غیر صنفی عشق میں گرفتار ہوئی ہے عورت ذات کے عشق سے کنارہ کش ہو کر مرد ذات کے عشق میں پھنسی ہے۔ اسی لیے فرنگستان کے ماہران صنفیات اس کو دو صنفی کہتے ہیں یعنی وہ شخص جو دونوں صنفوں پر مائل ہو سکے۔ مرد ذات مرد ذات سے اور عورت ذات عورت ذات سے دل لگائے تو اس دل لگی کو ہم صنفی کہیں گے۔ اگر مرد ذات عورت ذات سے یا عورت ذات مرد ذات سے عشق کا ارتکاب کرے تو اس کو غیر صنفی عشق کا مرتکب کہیں گے۔ جان صاحب کہتے ہیں:-

دیوانی جب سے ہوں پری خانم کے عشق میں
بندی کے بند بند کو ہر اب سن سے شوق

اور کہتے ہیں :-

کل سے گھر نہیں دوگانا جو نہیں آتی ہے
دل ہے بے چین میری جان جلی جاتی ہے

ایک جگہ کہا ہے :-

اس کتابی منہ کی مجھی ای دوگانا جان دو
میں نہا دھو کے ہوں آئی چومنے قرآن دو

ایک جگہ کسی اختلاف پر جان صاحب سے کچھ خفگی ہو گئی ہو گی تو دوگانا سے کہا جاتا ہے :-

جان صاحب ای دوگانا اگر لگائے مجھکو ہاتھ
تیرے ہی سر کی قسم ایک حشر برپا میں کروں

ان اشعار سے ماہران صنفیات نے کچھ اور مطلب لیا ہے اور میرامن کی ہیئی کو ہم صنفی محبت کا حامی گردانا ہے۔ ایک جگہ کھلو مٹھو ہونے پر تنک کے کہا ہے :-

مجھ کو بھاتا نہیں ہے نیر دوگانا اخلاص
جو کوئی سامنے آیا وہیں جوڑا اخلاص

اس کو فرنگیوں نے رقابت پر محمول کیا ہو گا اور ان اشعار سے تو گویا مدعا ہی ہاتھ آگیا۔

ج. پ. لڑی دوگانا اُڑا منہ کا رنگ ٹپ   سورج کی تیزی کم ہوئی دن لو گو ڈھل گیا

گھر ہوا کیلا ج. پ. ٹیں اور دوگانا جان

ہو جائے دو گھڑی تو کسی طرح غم غلط

لڑیں ج. پ. جان جاتی ہے راحت نہ رنج دے

ہاں ہاں یہ تیری خوش نہیں آتی نہیں سنے مجھے

اس آخر شعر کے دوسرے مصرع میں جو ترکیب میں اضطراب اور لفظوں کی ترتیب میں اضطرار ہے۔ وہ جان صاحب کی بال کی کھال نکالنے پر دال ہے اور ان کی باریک بینی پر صاد ہے۔ اب تو جو جی چاہے اس پر عمارت اٹھا لو۔

تو کہاں کی بات کہاں آن پڑی صفحہ ۶۵ پر سیفو کہتی ہے "اور تمام لفتیں صرف تیری ہی الفت میں ضم ہو جاتی ہیں۔ مجھ جیسی کے شعلہ (الفت) کی قدر نہ کرنے والے ہائے نوجوان! سیفو نے اپنے دلربا نوجوان سے گلہ گزاری کی ہے متذکرہ بالا سطور میں اس کا مطلب یہ پایا جاتا ہے کہ ساری محبتیں ایک طرف اور تیری اکیلی محبت ایک طرف تو کیسا ناگنا ناقدرا ہے کہ میرے سوز دروں کو ذرا نہ سراہا۔ تیری خاطر سب کو میں نے چھوڑا۔

لیس باس کی لڑکیاں جن کے پیچھے میں ایک زمانے میں دیوانی تھی اب ذرا مجھے ان کی پرواہ نہیں۔ اب تو صرف تو ہی تو ہے۔ سب تو تیرے پیچھے تج چکی جان صاحب کی سن لو کہ وہ ایسی جگہ کیا کہتے ہیں:۔

جدائی اس کی تو ایکدم کو نہیں گوارا ہے مجھکو لوگو

تمام کنبے کو چھوڑ بیٹھی ہوں جیا نصاحبے دل لگا کر

فرق اتنا ہی کہ سیفو نے لیس باس کی لڑکیوں کو چھوڑا غیر تھیں۔ اپنی نہ تھیں اور یہاں اپنے کنبے کے جو جگر ہیں چھٹ گئے جان مال سب کچھ نثار کر دیا۔

اس کی الفت میں کروں اپنے ہیں قربان عزیز
مال کیا چیز ہی یوسف نہ کروں جان عزیز

سیفو کی لن ترانیاں سنو کیا ڈینگ کی لیتی ہی اپنی اور فیان کی تعریف ہیں زمین آسمان کے قلابے ملاتی ہی۔ فیان کی تعریف ہیں جو ہی اس ہیں کچھ سراپے کا رنگ پیدا ہو گیا ہی۔ اس کا مقابلہ جان صاحب کی واسوختی سے کیا جائے۔ خوف طوالت سے اسے مقدمے ہیں نہ لکھا۔ دیوان ہیں سے صاحبان ذوق خود پڑھ لیں فیان کی تعریف ہیں کہتی ہی "کون ہی جسے وہ تمام حسن کی بہاریں متحیر نہ کردیں۔ وہ نورانی نگاہیں اور وہ پیاری طوفان بپا کرنے والی آنکھیں" پھر فیان کو یونانیوں کے سورما و دیوتا فیبس سے بڑھاتی ہی "اگر تم فیبس کی بربط اور کمان لینی پسند کرو تو فیبس سے بھی زیادہ فیان تم جمیل نظر آؤ۔"

یونانیوں کے ہاں عیش و عشرت کا دیوتا بیکس کہلاتا ہی۔ اس کی صورت بڑی شاندار ہی اور تنومندی بڑی ہوتی ہی۔ پھولوں کا سہرا سر پہ سجا ہی۔ الجھی ہوئی داڑھی جس میں انگور کی بیلوں کی سی الجھاوٹ ہی۔ تاکستان میں ننگ دھڑنگ ساغر لیے بیٹھا مے نوشی کر رہا ہی۔ اس کی شان تعیش میں گندگی کا شائبہ ہی۔ اس کے برخلاف ہندوستان کے عیش و عشرت کا دیوتا

مدنموہن۔ رادھاپتی۔ نند لال۔ برج بہاری۔ گوپال۔ کومل چرن شیام برن مرگ نین۔ مرلی دھر۔ مادھو کی شوخیاں معصومانہ اور بے لوث ہیں یہاں کا عیش خوش وقتی اور خوشنودی خدا۔ اور وہاں کا عیش نفس پرستی اور اتباعِ خواہشات۔ سیفو کہتی ہی "اگر تم اپنے بالوں کو عشق پیچے کے سر پیچ سے سنوار دو تو کوئی کس بھی فیان تم سے ہمسری نہ کر سکے" پھر سیفو کہتی ہی کہ اگرچہ یہ دیوتا تھے اور مافوق الانسان تھے لیکن عشق کے ہاتھوں ان کو بھی پناہ نہ ملی فی لبس تو ڈیفنی پر فریفتہ ہوا۔ اور بے کس جزیرۂ کریٹ کی ایک لڑکی کا والہ۔ جس طرح یہ دیوتا صورت شکل میں میں تیری ہمسری نہیں کر سکتے۔ اسی طرح وہ دونوں دیوکنیاں شاعری میں میرے پاسنگ نہیں۔ ترجمہ اس طرح ہی "تاہم فی لبس نے چاہا اور بے کس اس کے (یعنی عشق) شعلوں سے مشتعل ہوا۔ ایک کو ڈیفنی نے جلایا اور دوسرے کو کریٹ (قربت) کی بال کنیا نے جس طرح اپسرائیں شاعری میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتیں اسی طرح وہ دیوتا حسن و جمال میں تیرا مقابلہ نہیں کر سکتے فنون لطیفہ کی دیویوں نے مجھے تمام اپنے نازک ترین نغمے سکھائے اور یہ وسیع دنیا سیفو کی مدحت سے گونج اٹھی" جالن صاحب کیا کہتے ہیں :-

جیسا تمہارا نام ہوا ہی نہ ہوئے گا
ای جان کوئی لاکھ کہے اس زبان میں

کیا منہ ہی منہ چڑھے کوئی اس زبان کا   کس مرثیے کو علم ہی میرے بیان کا

جمشید کا پیالہ میری فکر ہی ہُوا مضمون آئینہ کیا سامنے ہے جہان کا

سیفو کی تعلّی اگر ذہن کو یونانی دیو مالا کی طرف منتقل کرتی ہی تو جانصاحب بھی نظروں کے سامنے جام جم اور آئینہ سکندر دکھا کے ایران و یونان کے طلسمات کی سیر کرا دیتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۶۶ پر سیفو کہتی ہی "اگرچہ میرا قد چھوٹا ہی لیکن میرا نام عالم بالا اور سارے دُنیا جہان میں پھیلا ہوا ہی"

جان صاحب کہتے ہیں:-

تو شاعروں میں نامی ہی آج جان صاحب
ہی ملکوں ملکوں شہرہ اچھے ترے سخن کا

یہاں جانصاحب سیفو سے پیچھے رہے کیونکہ اس نے اپنا قد چھوٹا اور نام بڑا بتایا ہی جو عالم بالا تک پہنچ گیا ہی۔ جان صاحب بھی ایک جگہ چھوٹے قد ہونے کو تسلیم کرتے ہیں:-

گو پست قد ہو اوی بڑے فیلسوف ہو
اے جان تم کو کیا ہی سکھانے کی احتیاج

اس شعر سے تفوّق ثابت ہوتا ہی۔ گویا جان صاحب ا نخود ہر فن مولیٰ ہیں۔ اور سیفو کا سارا علم و کمال دوسروں کا عطیہ کہ دیویوں سے سیکھا دیوتاؤں سے چھینا۔

ایک جگہ سیفو جب اپنی خوش وقتیوں اور قیبان کے ساتھ گل چھرّے اُڑانے کے مزے بیٹھی یاد کر رہی ہی اور وہ جنگل جہاں اس کے ساتھ سرگشتیاں

کی ہیں۔ یاد آتے ہیں تو کہتی ہی (صفحہ ۶۷) "یہاں کھلی کھلائی بوٹیاں سرنگوں ہوئی غمازی کر رہی ہیں کہ اس جگہ ہم گل باباں ڈالے لپٹے لپٹائے پڑے تھے" یہ تو باہر والی سیفو ہی کو سزاوار تھا کہ یوں درختوں جھاڑیوں میں گھستی پھرے جان صاحب کے ہاں اِن راز و نیاز کی گزری گزرانوں کو تاڑنے کے اور ہی آثار ہیں۔ اور ان باتوں کو ڈھکنے کے اور ہی رمز و کنائے ہیں:۔

مچھیاں لپکے اُڑا دی میری لالی مُنہ کی
چوسے یہ ہونٹ کہ بیڑے کو بھی ویران کیا

اری جان ایسا چھاتی سے لپٹایا کھینچکر
انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

مسکس کرنے ہیں ایسا مسلا کہ مسکی آب رواں کی انگیا
یہی جو موجیں ہیں ان کے دل میں کچے کی بندی بھی اب کنارا

وہ ہاتھا پائی رات کو کی مجھ سے چاند خاں
محرم کتاں کی تم نے میری تار تار کی

آگے چل کے سیفو ساتھ رونے والے تلاش کرتی ہی (صفحہ ۶۸) غمزدہ فلوٹل کے ساتھ مل کے بین نالے کرتی ہوں۔ وہ بپھری اُس کا گلہ کرتی ہے اور فیان کا" اردو میں بالکل اس کے ہم خیال ایک شعر ہے:۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

اس قسم کی زارنالیوں کو جان صاحب کی شوخی نے ایک بے کلی کے

آزار کی گرفتار شمشل کے منہ میں ڈال کر کھوایا ہے:-

ان کی ٹلی ہو ناف مرے ٹل گئے نلے
میں بیڑو بیڑ و کرتی ہوں اور وہ کمر

یونانیوں کی دیومالا میں زہرہ (وینس) حسن کی دیوی ہے اور جو
کی بیٹی ہے فراق چشیدہ شکستہ دل عشاق استمداد کے خواہاں رہتے ہیں۔
اڑتے تھڑتے پران کے آڑے آتی رہتی۔ یونانی آبادیوں میں اس کے
بڑے بڑے عالی شان معبد قایم تھے اور اس کا طریق پرستش بہت کچھ
قابل اعتراض تھا نوجوان مرد عورت جو چاہتے یہاں کرتے۔ بڑا ثواب
ہی ثواب تھا۔ جس میں ہر طرح سے دیوی کی خوشنودی مضمر تھی۔ مسلمانوں کے
اساطیر میں زہرہ مشتری دو کسبیاں تھیں۔ ان کی خوش گلوئی نے ہاروت
ماروت دو فرشتوں کو بھی گرویدہ کیا۔ دونوں فرشتے تو مواخذہ میں گرفتار
ہوئے اور یہ دونوں تاروں میں تبدیل کر دی گئیں یونانی شاعرہ سیفو
جو فیاآن پر دل و جان سے قربان ہے۔ ہر طرح کے جتن کر رہی ہے۔ ناچار زہرہ
سے لو لگائی ہے اور اس کی حمد و ثنا میں زمزمہ سرائی کرتی ہے۔ اس میں کچھ قطعات
کچھ قصیدے اور سراپے کا رنگ آجاتا ہے۔ جان صاحب کے یار کی نوئی
آشنا ہے حسین باندی اس کی تعریف میں انھوں نے بھی دل باندھ دیئے
پر سیفو کے ہاں وینس (زہرہ) کی تعریف میں مذہبی جذبات ہیں۔ اور
جان صاحب کے ہاں حسین باندی کی مدح میں صرف اخلاص اور دوست
کی پاسداری خیال کی بلند پروازی۔ اور ندرت تشبیہ قابل داد حسین باندی

اس زمانے کی لال تیغے والی ہی اور زہرہ اگلوں کے اساطیر کی دونوں کے
مواز نے میں جو فرق ہی وہ یہ ہی کہ سیفو نے جو کہا ہی مطلب برآری کے لیئے
کہ وہی پرسن ہو سنکٹ سہل کرے اور فیان کو لا ملائے ۔ دل آشفتہ کو سمجھانے
کے لیئے اپنی زبان زہرہ کے منہ میں ڈالی ہی ۔ اور مطلب موافق کہوا گئی ہی
جان صاحب کے ہاں سر سے پاؤں تک ایک ایک عضو کی تعریف پاکیزہ
تشبیہوں میں کی گئی ہی ۔ لال کا خیال پیدا ہوتا ہی ۔ محبوب کی محبوب حسین باندی
کو آسمان پر چڑھا دیا ہی ۔ قوت بیان اور طلاقت لسان ملاحظہ ہو :-

عالم میں ہو رہا ہی کیا کیا حسین باندی
صوت حسن کا تیری شہرا حسین باندی

جادوئے سامری کا ہر تان میں اثر ہی
ہی سحر ساز تیرا گانا حسین باندی

خرمن دل و جگر کے ایک دم میں پھنکتا ہی
آواز کا یہ تیرے شعلہ حسین باندی

ہی پاٹ دار کیا ہی آواز یہ سریلی
تحریر ہی کہ موج دریا حسین باندی

تروٹ ۔ ترانہ ۔ دھرپت ۔ ٹپہ خیال ٹھمری
جو تو نے گایا اچھا گایا حسین باندی

مرکی گلے میں کھٹکا ہی زمزمہ عجائب
ہی بلبل خوش الحان گویا حسین باندی

کیا نور کا ہی گانا کیا نور کی ہیں تانیں
ہی نور کا گلے میں جلوہ حسین باندی

لَے تال اور سر سم ۔ لونڈی غلام تیرے
قابو میں تیرے سب کو پایا حسین باندی

کیا خوب کھپتی ہی کوئل اور تیور
جس نے تجھے سنا ہی بولا حسین باندی

متذکرہ بالا اشعار میں جان صاحب نے موسیقی کی اصطلاحات کو مد نظر
رکھتے ہوئے ہر ہر لفظ میں صنائع بدائع لفظی و معنوی کا بھی خیال رکھا ہی بندش

تعقید سے پاک ہی سیدھے سادے استعارے اور لطیف و نازک تشبیہیں قابل داد ہیں۔ خصوصاً نور کا گانا۔ نور کی تانیں اور نور کا گلے میں جاوہ نور علیٰ نور ہی۔ اس تمام قصیدے میں کوئی لفظ بھرتی کا نہیں۔ ہر گوئی کمال کی ہی آگے چل کر جان صاحب اس قصیدے میں سراپا کہنے کی غرض و غایت خود بیان کرتے ہیں:-

کہتا نہ کیوں سراپا ترا حسین باندی
شیدا کا ہوں میں تیرے شیدا حسین باندی

"ہیر کا ہیر" اور "ہیر" عاشق کا عاشق" "دادا عاشق" متذکرہ بالا شعر سے یار علی اور حسین باندی کا تعلق صاف ہو گیا کہ آپس میں ایک دوسرے سے کیا نسبت ہی۔ اب جو کچھ نہ یار علی کہہ جائیں وہ تھوڑا ہی اور جو بات جو کچھ بھی سمجھائیں وہ کم ہی۔ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہی۔ چاہت میں عقل کا وصال ہو جاتا ہی۔ الٹی سیدھی بے سوچے سمجھے بکنے لگتا ہی۔ بے گناہ گنہگار سمجھے جاتے ہیں۔ نازک دلوں کو سنگ دلی کے خطابات سے سنگسار کیا جاتا ہی۔ مرنجان مرنج جو ہیں ان پر دل آزاری کا الزام دھرا جاتا ہی ایک اچھی صورت کیا ملتی ہی کہ اس کے عوض میں بیسیوں بلائیں پیچھے لگ جاتی ہیں۔ جان صاحب کے ہاں تو وہ ہی رنگ ہی۔ انھوں نے بیچاری حسین باندی کو قتالہ عالم بنا اس کی گلی کو کربلا ہی کر دیا:-

ہی خنجر جفا کا عالم شہید تیرے
اب کربلا ہی تیرا کوچہ حسین باندی

جان صاحب وادا عاشق ہیں۔ بیچاری حسین باندی کی لیلائے زلف کا ہرایک کو مجنون بنایا ہی اور سر کی سیاہی سے سوداویت کا زور باندھا ہی رعایت معنوی کا پل توڑ دیا ہی:-

تیرا ہر ایک مجنوں لیلائے زلف کا ہی
ہر سر کو دیکھا اس کا سودا حسین باندی

یہاں سے حسین باندی کا سراپا شروع ہوتا ہی ملاحظہ ہو:-

صدرشک مہر ومہ ہیں خسارے دونوں بیشک — ایک چاند کا ہی ٹکڑا مکھڑا حسین باندی
کعبہ ہی پشت زیبا محراب کعبہ ابرو — واجب ہی عاشقوں پر سجدہ حسین باندی
توڑے تھے دلوں کے مژگاں کے تیر ہیں — چوکا نہیں نشانہ ان کا حسین باندی
زہرہ جبیں وہ تو ہی ہی مشتری زمانا — ہر خال عنبریں ہی تارا حسین باندی

اس میں خال عنبریں کو تارے کی تشبیہ نے خوب روشن کیا ہی۔ اس قسم کی متضاد کیفیات کی تشبیہیں اردو میں خال خال ہیں۔ آگے چل کے دانتوں کو نظیر گوہر بتایا ہی۔ حالانکہ شعرا کا مسلک یہ رہا ہی کہ گوہر نظیر دنداں ہوں۔ نثر و نظم جہاں کہیں دیکھنے میں آیا ہی پایا کہ ایسے دانت جیسے موتی۔ یہ نہیں ایسے موتی جیسے دانت۔ جان صاحب نے دنداں نظیر گوہر باندھ کر موتیوں سے دانت نکو سوائے ہیں۔ موتیوں کو دانتوں سے تشبیہ دیکر ان کی آبداری کو دوبالا کیا ہی اور "درج گہر" ہیں "گویا" نے طاقت گویائی پیدا کر دی ہی کہتے ہیں:-

دنداں نظیر گوہر لب لعل بے بہا ہیں — درج گہر دہن ہی گویا حسین باندی

متضاد و تلازمہ ملاحظہ ہو:۔

سنتے کرن ہرن ہم شیروں کے ایکدم میں
آہوئے چشم کو ہی دعوے حسین باندی

پتلیوں کا تماشہ دیکھیے کہ بی حسین باندی نے کیا کیا پتلیاں نچائی ہیں:۔

عالم کو ہی دکھایا آنکھوں کی پتلیوں نے
ایک طرفہ تر تماشہ کیا کیا حسین باندی

سُرمہ کو خط ساغر بتانا کیا کچھ کم کیف بخش ہی کیف ہو جیے:۔

گردن تو ہی صراحی آنکھیں ہیں جام صہبا — ہی اس میں خط ساغر سرمہ حسین باندی
ہی یہ صدائے بلبل صد شک گل ہی — کانوں کا تیرے اک اک پتا حسین باندی

اس کے بعد کے چار شعر جن میں انار کی تشبیہ سے دانت کھٹے کیے گئے ہیں۔ اور دوسری نامحرموں پر حرام چیزوں کا ذکر ہی۔ اور تین چار شعر اس کے علاوہ اسی قصیدے میں سے چُن کر بطور نمونہ پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

جنم مرن کی کٹھن گتھ بندھنوں سے کمر کی ہوت نہ ہوت نے بیچارے چاہت کے مارے کو چھٹکارا نہ پانے دیا۔ کہتے ہیں:۔

ہستی میں بھی نہ پائی عاشق عدم سے آئے
اچھا دیا کمر نے دھوکا حسین باندی

نیچے کا دھچا کھینچنے میں جان صاحب نے انتہائی روحانیت لطافت وصنعت پسندی دکھائی ہی۔ دیکھیے اور مذاق لطیف کو متمتع کیجیے:۔

بلور کے ستون ہیں رانوں پہ ساق ایک — تصویر نقش پا کا نقشہ حسین باندی

ناخن کو پہلی کی چاند سے تشبیہ دینی جان صاحب کے جھگڑے کی روشن دلیل ہے۔ دیدہ فروز ہو جیئے:-

جو ہے ہلال گردوں اے آسمان شوکت
ترشا ہوا ہے ناخن تیرا حسین باندی

آگے چل کر جان صاحب نے اس نسبت کو بھی سراہا ہے۔ جس کے سبب بی حسین باندی لالوں کی لال ہیں۔ اس شعر سے ایک مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ حسین باندی کو جو زلیخا بنا کر یوسف کا التزام کیا ہے۔ یہاں نواب یوسف علیخاں بہادر والی رام پور سے تو مراد نہیں جن کا تخلص ناظم تھا۔ شاید حسین باندی نواب کی منظور نظر ہو اور نواب سے لکھنؤ بیٹھے جان صاحب نے نامہ پیام شروع کر دیا ہو اور انہی تعلقات کی ابتدا جان صاحب کے رام پور جا بسنے کی انتہا ہو انتخاب زریں میں نواب کا سال وفات ۱۸۶۵ء مطابق ۱۲۸۲ھ درج ہے معلوم نہیں کہ جان صاحب ان کے زمانے میں چلے آئے تھے یا بعد واللہ اعلم۔ شعر ملاحظہ ہو:-

بے مثل تو زلیخا لا ثانی تیرا یوسف — حسن و جمال میں تو یکتا حسین باندی
وہ بھی رہیں سلامت جن کے سبب سے تیرا — ہے اوج و شان و شوکت تجھ حسین باندی
رتبہ ہو روز اعلیٰ ہر دم ہو بول بالا — بولے ہمیشہ طوطی ان کا حسین باندی

اسی میں "طوطی بولنا" اہل لکھنؤ کے خلاف محاورہ مذکر باندھا ہے جس کے اختلاف تذکیر و تانیث کے متعلق آبحیات میں بڑا لطف شہید یا نہ لطیفہ مذکور ہے اس شعر کے دعائیہ قرینے سے یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ شاید نواب

یوسف علی خاں ہی کی طرف اشارہ ہو کیونکہ دلّی لکھنؤ کی تباہی کے بعد نوابان رام پور نے ہی علم وادب کی خدمت سنبھال لی تھی۔ اور اپنی دریا دلی وفراخ حوصلگی کے باعث وہ مرجع خلائق تھے دور و نزدیک ان کی شہرت پھیل چکی تھی۔ ورنہ لکھنؤ میں تو کون رہا تھا کہ اس کا بول بالا ہوتا اور روز رتبہ اعلیٰ ہوتا۔

شاعر کی بھی زباں ہے تیری صفت بیں قاصر کیا شان میں ہو تیرا انشا حسین باندی

دے نذر یہ سراپا کہہ چل کے جان صاحب قایم رہے یہ تیرا جلوہ حسین باندی

جان صاحب نے جو کچھ اس رقاصہ کے لیے لکھا ہے اس سے تو لذت اندوز ہو چکے۔ اب سیفو کی سنیئے کہ وہ اپنی زہرہ (وی نس) کے لیئے کیا قند برکتی ہیں (صفحہ ۲۱ بند ۱) "اے آسمانوں کی نورانی دیوی (اے آکاش کی جاگ جوتی دیوی) وی نس جس کے (اعزاز) میں ان گنت معبد سربلند ہیں۔ اے جود کی جمیلہ بیٹی جس کے فن فریب وجاہت کے مارے عاشقوں کو چھل لیتے ہیں۔ اے عظمت والی میری دعا کو سن اور میرے دل کو الجھنوں اور فکروں سے آزاد کر" کیوپڈ یونانیوں کی دیومالا میں ہمارے کامدیو کی طرح عشق کا دیوتا ہے۔ وی نس کا جا ولدیت میں شبہ۔ نوعمر لونڈا۔ آنکھوں کا اندھا۔ پاتل پہ سوار۔ ہاتھ میں تیر کمان۔ فرنگی شبیہ نگاروں نے اس کی تصویر کھینچنے میں طرح طرح کی نازک خیالیاں دکھائی ہیں۔ اور عشق مجسم کے کارناموں کو ہزاروں پیرایوں میں کھینچ دیا ہے۔ یہ اللہ راسی جیوڑا جب کبھی ستاتا ہے تو حسن کی دیوی وینس سے جس کا منجانہ ترجمہ زہرہ ہے سعی سفارش کر کے کچھ آسانیاں پیدا کرادیا کرتا ہے۔ دوسرے بند میں اس کی

طرف اشارہ ہے:- بند (۲)

"اگر کبھی میری پرجوش دعا کو سنا ہے۔ تو اے رحیم دیوی اب (پھر) اُس بسا اوقات کیوپڈ کی سفارش کو قبول کر کے میری پر خشوع و خضوع دعا کو مستجاب فرمایا ہے۔ اور اکثر میری عشق کی کہانیوں کو سننے کے لیے تم نے جود کی زریں انگنائیوں کو چھوڑا ہے"

بند ۳

"تمہاری جھجھاتی رتھ چڑیاں کھینچتی ہیں۔ ادھر تو تم نے حکم دیا اور (ادھر) وہ تیزی سے اُڑیں (لطیف و) رقیق ہوا کو اپنے بازوؤں سے چیرتی ہوئی راستہ طے کرتی ہیں۔ میں نے ان کے تھرتھراتے شہپروں کا فراٹا سنا ہے (اور) وہ میری بن سجی اٹاری پر اپنی سنجیدہ سیر مہین نظر ملکہ کو لائی ہیں"

بند ۴

"جونہی تم آئیں تو تمہارے حکم سے وہ سبک پر چلبلے پھرسے ہوگیا (اور جب تخلیہ ہوگیا) اس وقت تم (میٹھی) میٹھی جادو بھری آنکھوں اور نورانی تبسم سے اس طرح گویا ہوئیں۔ اری تو نے اپنے حجرے میں مجھے کیوں بلایا بتا میری نازک سیفو بتا!"

فیان ملاح کا لونڈا تھا اور کشتیاں چلایا کرتا تھا۔ ایک دن وینس بڑھیا کھپٹ کا روپ دھارے کنارے پر ملی۔ فیان نے اپنی ڈونگی میں بٹھا۔ ایشیا کے ساحل پر لا اُتار دیا۔ وینس نے ایک ڈبیا غفنے کی اسے دی۔ جونہی فیان نے ملا حسن صورت میں بے مثل و لاثانی ہوگیا

جو دیکھتا دل دے بیٹھتا۔ سیفو نے جو دیکھا ایک جان سے ہزار جان عاشق ہو گئی لیکن فیان نے منھ نہ لگایا۔ فرنگستان کے قدیم و جدید مصنفین نے بہت کچھ لکھا ہی اور بڑی بڑی رنگ آمیزیاں کی ہیں سوئن برن نے اینک ٹوریا کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہی جو بڑی ولولہ خیز ہی۔ اینک ٹوریا لیس باس کی کوئی لڑکی تھی اور سیفو کی محبوبہ فیان کی اُلفت نے آخر بیچاری سیفو کو سمندر پار ہی میں ڈبوایا لیکن انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۴ صفحہ ۲۲ مطبوعہ ۱۹۱۱ء ان تمام فسانوں کا بطلان کرکے سیفو کو اس روحانیت سے محروم کرتی ہی۔ جو ہزاروں برس سے سیفو کی زندگی کا حجاب کیے ہوئے تھی اور سیفو کے وقار و عفت کی دلیل میں الکی اس شاعر کے اس قصیدے کو جس کا کچھ حصہ محفوظ رہ گیا ہی نقل کیا ہی۔ ترجمہ :-

"بنفشہ زلف پاکباز شیریں تبسم سیفو! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں لیکن شرم مانع ہی"

سیفو نے اس کا جواب اس طور پر دیا ہی۔ ترجمہ :-

"اگر تو کوئی اچھی اور عمدہ بات کہنی چاہتا۔ تو تیری آنکھیں اس طرح نہ شرماتیں بلکہ تو صاف طور پر کھلم کھلا کہہ دیتا"

اس ساری تمہید کے بعد باقی کے بند آسانی سے سمجھ میں آسکیں گے۔

بند ۵

"ہاں کونسی شفابخش دارو تیرے لیے ڈھونڈھ نکالوں۔ جو تیری چاہت دور کرے من کا مداوا ہو۔ کہے تو تجھے میں اپنے سارے ناز و انداز مانگے دوں

جو نوجوان فیان تیرا لٹو ہو جائے۔ اور جو کسی دوسرے چھیل چھبیلے پر ریجھی ہو تو
کہہ میری سیفو کہ وہ کون ہی؟

بند ۶

اگرچہ اس وقت تیرے نخروں اور اداؤں کو خاطر میں نہ لاتا ہو (لیکن)
عنقریب وہ تیرا گرویدہ ہو کے منتظر رہا کرے گا۔ اگر اس وقت وہ تیری سوغاتیں
قبول لینے میں ناک بھوں چڑھاتا ہی۔ لیکن وہ جلد تیری پرستش شروع کر دے گا۔
اگر اس وقت تیرا حسن و جمال اسے برمانے میں ناکام رہا لیکن (تو دیکھیو کہ)
عنقریب برابر کی محبت اسے پگھلا دے گی!"

بند ۷

"ای زہرہ! ایک دفعہ اور میری دعائیں اور میرے دل کو پریشانیوں
اور فکروں سے آرام دے۔ میری التجا پر دوبارہ مہمان ہو اور میرے دل میں
جو طوفان بپا ہی اس کو دفع کر۔ ای نورانی ملکہ میری سب دعائیں تجھ ہی سے
ہیں میرے دل کی تمام مرادیں پوری کر"

اب فرنگیوں کا ذکر چھوڑو اپنوں کی طرف جھکو:-

جان صاحب کے ہمعصر اکثر ریختی گو شعرا تھے لیکن کسی کا چراغ ان کے آگے
نہ روشن ہو سکا۔ ان کے بعد بھی بہت لوگوں نے طبع آزمائیاں کی ہیں۔ ان میں
سے عابد مرزا جن کا ریختی میں تخلص "بیگم" ہی۔ اور ریختے میں "بےغم" قابل ذکر
ہیں ان کے بزرگ شیروان سے آئے تھے اور کتاب خوانی کرتے تھے عابد مرزا
"بیگم" کے والد کا نام حسین مرزا تھا۔ یہ نواب فخر محل اور خاص محل کی سرکار میں

کتاب خوانی پر مامور تھے۔ بیگم لکھنؤ میں ۱۲۵۴ھ سنہ بارہ سو چون میں پیدا ہوئے جھانی ٹولے میں رہتے تھے۔ ”کلکتے“ کے ”مٹیا برج“ میں لکھنؤ والوں کے پیا جانِ عالم نے چھاؤنی چھائی تھی۔ جس جس کو ہڑک اٹھتی جا پہنچتا ”بیگم“ کے والد بھی مع اہل و عیال کے کلکتے چل کھڑے ہوئے۔ اس زمانہ میں بیگم کی عمر کوئی چھ برس کی ہوگی۔ کلکتے میں اپنے مزے سے رہنے لگے۔ ایک ڈومنی تھی نوروزی وہ بھلا لکھنؤ میں رہ کے کیا کرتی۔ دولہے کے دم سے برات ہے۔ یہیں اپنے پیا کے پاس چلی آئی۔ ایک دن آئینے کے سامنے بیٹھی نرت کر رہی تھی۔ بیگم کی عمر کوئی تیرہ چودہ برس کی ہوگی۔ اس کو نرت کرتے دیکھ لیا اور اندر سے جی میں گدگدی اٹھی کہ خود بھی اسی طرح سے بھاؤ بتائیں۔ والدت جان نکلی تھی۔ کہ انھوں نے بھنک بھی سن پائی (توجیتا) اور گور کر دیں گے جب کبھی موقع ملتا۔ تنہائی ہوتی۔ چھپ کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھتا ہو۔ اپنی چنچل بل مٹک چٹک اپنے آپ ہی دکھا خوش ہوتے۔ ریختے میں آغا حجو تخلص ”شرف“ کے شاگرد تھے۔

ایک دن بیگم میر صادق حسین صاحب پاس بیٹھے تھے اور میر صاحب ملک الدولہ کے صاحبزادوں کو پڑھاتے تھے۔ کہ میر صاحب سے ملنے ریختی کے مخترعے اور ریختی کے خاتم آئے۔ اور اپنا کلام بنا بنا کے سنانا شروع کیا بیگم نے ریختی پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ اب جو خاتم کو پڑھتے سنا تو پھڑک اٹھے اور چاہا کہ خود بھی اسی رنگ میں کہنا شروع کریں۔ جان صاحب کا دیوان خریدا اور اول سے آخر تک پڑھا یاد کیا۔ اور اس کو بھاؤ بتا بتا پڑھنا شروع کیا خاتم کی ایک غزل ہدیہ ناظرین ہے:۔

کیا برے ہیں یہ جلے دل کے جلانے والے　　اور یہ آگ میں آگ آئے لگانے والے
ہاتھ باندھا کرو مہندی نہ لگاؤں گی کبھی　　پاؤں پڑ پڑ کے یہ ہیں رنگ جمانے والے
جاؤ گے ہنڈیاں کسو لکے ذرا چھو دیکھو　　لو بڑے آئے مجھے ہاتھ لگانے والے
سر میرا ڈھانکو گے اس منہ سے زبردستی تم　　جوتیاں کھاتے ہیں ٹانگوں کے اٹھانے والے
کہنے سننے پہ کسی کے نہ تم آنا خانم　　آگ پانی میں لگاتے ہیں لگانے والے

بیگم کا شوق اس قدر بڑھا کہ ریختی کہنے کا خیال پختہ ہو گیا اور جا کے مرزا علی بہار گلشن الدولہ کے شاگرد ہو بیگم بن گئے نواب گلشن الدولہ گو ریختی گو نہ تھے لیکن شاگرد کو مانجھ مونجھ خوب چمکا دیا۔ بیگم اپنے ہمسن دوستوں کے ہنسانے کو کہتے رہے۔ یہاں تک کہ کمال پیدا کر لیا۔ آس پاس خاصی شہرت ہو گئی۔ ۱۳۱۵ھ میں ایک مشاعرہ نواب لطف علی مرحوم کے بیٹے نواب ابراہیم خاں کے مکان پر پٹنے عظیم آباد میں ہوا۔ دور دور سے شاعر بلائے گئے۔ بیگم بھی پہنچے تین دن رات دن برابر مشاعرہ ہوتا رہا۔ بعض لوگوں نے بڑی لمبی چوڑی غزلیں پڑھیں کہ اکثر شاعر گھبرا گئے۔ بیگم کی باری آئی تو انھوں نے یہ دو رباعیاں پڑھیں۔

جاہل شاعر ہوئے بورچی کے میٹ　　اوروں کے کلام کو نگوڑے دیا میٹ
تیرے ہی لیے کہی گئی تھی یہ مثل　　رکھوا لیا جیٹھ کے بھڑوے پر پیٹ

جو شاد تھا اس کے دل کو ناشاد کیا　　محفل کو مشاعرے کی برباد کیا
ہولے کے جو دوسرے سے لایا تھا غزل　　آگے مجھ سے موئے نہ کیوں یاد کیا

لوگوں نے میر علی محمد "شاد" کو جا لگایا کہ حضرت یہ چوٹ آپ پر اور آپ کے شاگردوں پر ہے شاد صاحب بہاریوں کی ناک کا بال سن کر بیگم سے کھٹک گئے اور طنز "بیگم" سے فرمائش کی لیکن جب ان کا کلام سنا تو بہت متاثر ہوئے۔ فوراً اٹھ کر بغلگیر ہو گئے اور کہا کہ بدمعاشوں نے میرے دل میں آپ کی طرف سے کدورت ڈال دی تھی جو کچھ ہوا اسے بھول جائیے بیگم نے بھی بہت کچھ عذر معذرت کی اور آپس میں ایک دوسرے سے صاف ہو گئے۔ اسی زمانے میں غیر ملک کا تحفہ طاعون کلکتے میں خوب زور شور سے رونما ہوا۔ بیگم کے عزیزوں نے انہیں لکھا کہ ہرگز کلکتے کا رخ نہ کریں یہاں تڑاتڑی کا بازار گرم ہے۔ یہ پٹنے میں رہے پھر خیال آیا حیدرآباد چل کے قسمت آزمائی کیجیے یہاں آئے۔ نواب محبوب یار جنگ بہادر کے توسط سے مرحوم نظام غفران مکان تک رسائی ہو گئی حضور نظام میر محبوب علی خاں غفران مکان خود شاعر تھے اور آصف تخلص کرتے تھے۔ بیگم جب وہاں پہنچے تو فصیح الملک نواب مرزا داغ بھی موجود تھے غفران مکان نے کوئی دو ہزار کا بھاری تلوال روپیہ عنایت فرمایا عابد مرزا "بیگم" نے خوب ہی دل کھول کے اور ٹھاٹ سے پڑھا۔ بڑی دیر تک "سنتے" رہے اور بہت محظوظ ہوئے۔ نواب فصیح الملک بہادر داغ سے مخاطب ہو دریافت فرمایا کہ بیگم کا کلام کیسا ہے؟ تو داغ مرحوم نے کچھ اعتنا نہ کیا اور بے پروائی سے کہہ دیا کہ اس قسم کے شاعر مبلغ علم سے عاری ہوتے ہیں۔ اور میں تو میر یار علی جان صاحب کو سن چکا ہوں۔ بیگم کو دربار

اس طرح کی گفتگو خوش نہ آئی اور بہت آزردہ خاطر ہوئے۔ اتفاق سے مہاراجہ چندو لال "شاداں" کی بارہ دری میں ایک مشاعرہ ہوا تو صاحب عالم عالمیان مرزا فخرو ولیعہد بہادر رحمۃ کے صاحبزادے مرزا خورشید عالم نے جو داغ کے علاتی بھائی تھے اور جہاں پناہ ظل سبحانی حضرت بہادر شاہ ثانی بادشاہ غازی کے پوتے تھے قلعہ معلےٰ میں پیدا ہوئے۔ اُردوئے معلےٰ سے جتنا بھی اپنا تعلق ظاہر کریں کم ہے۔ ایک مشاعرے میں کہہ گئے۔

مستقبلہ ہیں ہمارے سب اہلِ خوشہ چیں

اُردو ہے اپنی زبان ہو وار کی یا پار کی

عابد مرزا بیگم نے اس کے جواب میں کہا اور خوب خوب چوٹیں کیں اہل لکھنؤ کی طرف داری کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اُردو کی تاریخ اور اس کی بتدریج ترقی کا ذکر کیا اور حضرت داغ پر چوٹ کر کے بڑی خوبی سے گریز کی ہے۔ بیچنی میں اس کا مثل دوسرا نہیں۔ بڑی خوشی جو دلّی والوں کو اس سے بڑھکر ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ ان کی زبان سے ہر ایک خواہ بہاری ہو یا پوربی پچھمی ہو یا دکنی کتنی محبت کرتا ہے اور اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنا ہی سمجھنے لگتا ہے۔ وہ بیوی بڑی خوش نصیب ہے جس کے نونہال کو انّائیں دوائیں مامائیں چھوچھوئیں اتنا چاہیں کہ اپنا ہی سمجھنے لگیں۔ اس کے داؤ چاؤ اور مان گون میں ماں سے زیادہ ارمان کریں اگرچہ کہنے والے کہیں گے "ماں سے زیادہ چاہے پھاپھا کٹنی کہلائے" کہا کریں لیکن اصلیت یہ ہے کہ انّا دوا بھی چاہنے میں کمی نہیں کرتیں۔ بتیس دھار دودھ پلا پلا کر پروان چڑھاتی ہیں۔ اور اکثر جان تک

دریغ نہیں کرتیں۔ اتنی بات ہے کہ ایسے جاں نثار سے ملتے ذرا کم ہیں۔ لیکن یہ لال حویلی والی صاحبزادی ایسی قسمت کی دھنی نکلی کہ اس کو جو ملا ایسا ہی ملا۔ ہاں برج کے بھگتوں نے اس موہنی۔ پیا پیاری۔ برج کماری کو اب کچھ چاہنا چھوڑ دیا ہے۔ خیر اب سُنیے کہ عابد مرزا بیگم کیا کہتے ہیں۔ زبان کی سلاست فصاحت کے لحاظ سے یہ قطعہ بے مثل ہے۔ ملاحظہ ہو:-

سناتے ہو مجھے باتیں ہزاروں … کہوں میں بھی جو کچھ اپنی زباں سے

تو اُس دم کرکری ہو جائے گی بس … سبھوں کے سامنے میرے بیاں سے

جسے کہتے ہیں اُردو ہے وہ لشکر … سنی باتیں جو لشکر کی زباں سے

اسی کا نام اُردو ہو گیا ہے … کوئی منکر نہیں میرے بیاں سے

ہوئی جب چھاؤنی دہلی میں آ کے … وہاں لوگ آ گئے سارے جہاں سے

ہوا ہر قوم کے لوگوں کا مجمع … کوئی کابل کوئی مازندراں سے

عرب تھا کوئی اور کوئی عجم تھا … کوئی شیراز کوئی شیرواں سے

چھکیں آپس میں ان لوگوں نے باتیں … تو اُردو کی زباں نکلی یہاں سے

زباں یا سنتا نجا چھونا ہوا تھا … کہ گرما گرم آیا ہو دکاں سے

نمک مرچیں ملی ہیں لکھنؤ میں … کہ اب تک رال بہتی ہے زباں سے

وہ اُردو تھی کہ اک لکڑی کا چیلا … نہ نکلے جس کے کانٹے باغباں سے

خراد لکھنؤ والوں نے اس کو … تمھیں کیوں فخر ہم لائیں کہاں سے

مری جاں لکھنؤ والوں کے آگے … بہت مشکل ہے کچھ کہنا زباں سے

نہ کہنا اب کبھی میں ہوں زباں داں … ذرا للّو کو رہو کو اس بیاں سے

میں اپنے وقت کی زیب النسا ہوں
جواب اپنا کوئی لائے کہاں سے

یہ کہنا ہے بہت سن لے جا دوگانا
کہ "اچھی ہوں میں ہی سارے جہاں سے"

نہیں کرتا زمانے کا ہے دستور
ثنا اپنی کوئی اپنی زباں سے

ہے فضلنا بڑی روٹی میں آیا
ذرا پوچھو میاں حافظ کی ماں سے

کیا خالق نے پیدا ایک پر ایک
سنا میں نے یہ آتوں کی زباں سے

زباں کے خاندکی ہے حور عورت
اگر ہو لکھنؤ کے بوستاں سے

زباں کے ملک کا سکہ ہے عورت
انوکھا ہے چلن سارے جہاں سے

زباں کا فیصلہ ہے عورتوں پر
یہ باتیں مردوے لائیں کہاں سے

زباں دانی ہے حصہ بیگموں کا
لڑائے کیا زباں کوئی زباں سے

نگوڑی سوت جل ککڑی کے ہاتھوں
بتنگ آئی بہت میں اپنی جاں سے

یہ بیکاری بنی ہے سوت میری
نکلتی ہی نہیں میرے مکاں سے

وطن چھوڑا اسی شفقت کے چلتے
دکن میں آئی ہیں ہندوستاں سے

چھڑایا مجھ کو پیارے گھر اسی نے
چھپا کے منہ چلی آئی وہاں سے

موئی کو لاگ مجھ سے ہو گئی ہے
یہاں بھی آن لپٹی میری جاں سے

سند اس نے مجھے دی مفلسی کی
نتیجہ خوب نکلا امتحاں سے

غرض ہونا ہے جو ہو جائے مجھ پہ
میں کچھ کہتی نہیں اپنی زباں سے

مری اب پرورش فرمائیں آصف
کنیزی میں ہوں میں دل سے جاں سے

تو میری مفلسی اس طرح بھاگے
کہ جیسے تیر چھٹتا ہے کماں سے

جو مجھ کو عرض کرنا تھا کیا بس
دعا بیگم یہ ہے دل سے زباں سے

دل کسی کو کیوں نہ یا بی ہاتھ ملتی ہو جواب　　چیز اپنی جبتک اپنے پاس ہو جو کم نہیں
تیری باتوں کے میرے دل میں ہزاروں گھاؤ ہیں　　اور پھر بخیہ نہیں ٹانکے نہیں مرہم نہیں
سوت بازی مجھسے لیجائے خدا کی شان ہے　　وہ ہو جتنی سی اگر میں بھی کچھ اس سے کم نہیں
یا رہے گی سوت گھر میں یا رہیں گے راج ہم
اب تو دل میں ٹھان لی ہے وہ نہیں یا ہم نہیں

"مرزا تمہارے ٹھان لینے سے کیا ہوتا ہے سب ٹھان لیں تو بے نام اُ نکلے"

جانتے ہیں سب یمین السلطنت کی ہے کنیز
کونسی محفل میں تیرا تو کرا دے بیگم نہیں

اس کا ایک ایک شعر تشریح طلب ہے۔ جس قدر غور سے پڑھا جائے اور موجودہ مسائل کو پیش نظر رکھا جائے اسی قدر زیادہ مزہ آئے گا۔

عابد مرزا بیگم کے کلام میں پختگی بہت ہے۔ یہ جان صاحب کا تتبع بہت کرتے ہیں۔ گندمی رنگ کھرا کھرا نقشہ۔ چھریرا ڈیل۔ اپنے زمانے میں اچھے خاصے ہوں گے۔ دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی کے بطن سے لڑکیاں ہوئیں وہ لڑکیاں فوت ہو گئیں۔ ان کی اولاد کلکتے میں ہے۔ رنڈوے ہوئے بعد دوسری شادی کی۔ ان بیوی سے ایک چھوٹی سی بچی ہے۔ اللہ اس ضعیفی میں بیچارے کا دل بہلا کر قائم رکھے۔ ان کی جیسی قدر ہونی چاہیئے تھی نہ ہوئی بہت ہی پریشان حال رہتے ہیں۔ نواب تہور جنگ بہادر مرحوم خبر لیتے رہتے تھے۔ یمین السلطنت بہادر کے ہاں سے کچھ گزارا مقرر ہے۔

اسی کا سہارا ہی۔ نواب سالار جنگ بہادر بھی سمجھتے رہتے ہیں۔ بیگم کے پڑھنے کا انداز بڑا دل فریب ہی۔ سفید داڑھی اور سر ہلتے ہوئے دانتوں پر دوپٹہ اوڑھ کے جو کبھی پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں تو ہنساتے ہنساتے لوٹا دیتے ہیں بہت ہی سیدھے سادھے نیک خوش دل آدمی ہیں۔ ادب آداب کا بہت خیال ہی۔ انکا کلام بہت ہی۔ افسوس کہ یونہی پڑا ہی۔

ہز ہائنس راجہ راجایان کشن پرشاد مہاراج بہادر یمین السلطنت کی ایک نظم ریختی میں مندرج ہی۔ اس میں تمام ریختی گو شعرا سے جو نئی بات پیدا کی گئی ہی وہ مسئلہ توحید اور تصوف کے رموز ہیں کہ بڑے لطیف طور اور پیارے طریقے سے بیان کیئے ہیں۔ بہتر بہتر اشعار کی نظم میں مذاقیہ رنگ میں نصائح کمال کی ہیں اور محاورات کی بہت کھپت کی ہی زن وشو کے خوش گوار تعلقات قایم رکھنے کے لیئے اس میں بہت باریک نصیحتیں ہیں جس میں اختلافات عقائد و مذہب سے اجتناب کرنے کی تعلیم دی ہی اور بڑے انوکھے۔ اچھوتے چلبلے انداز و پیرایہ ہیں۔

شیخ باقر علی چرکین ردولوی کا دیوان میاں مقصود عالم مقصود نے چرکین کی وفات کے کوئی پچیس برس بعد چھپوایا۔ تو جان صاحب نے اپنے استاد بھائی کی تصنیف کی تاریخ طبع کہی:۔

گل آدم نے ہر ایک صفحہ کو گلشن بنایا ہی ہوا ہی شہد سے شیریں سنئے آئین کا نسخہ

عجب تاریخ یہ ہسل کہی ہی جان صاحب نے سُنا بی جان باجی کل چھپا چرکین کا نسخہ

۱۲۷۳ھ

لہ ک و

اعتذار

مولوی نظامی صاحب بدایونی نے مقدمے کی وہ لے دے ڈالی کہ میرے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے۔

میں نے آج کل آج کل کرکے ایک برس توٹالا۔ اور اس کے کام میں جٹا رہا۔ یہ چینی کا خمیر کسی طرح اُٹھنے پر نہ آیا۔ آخر مولوی صاحب کے تاتوپ ڈالنے سے مجبوراً یوں ہی حوالے کرنا پڑا۔ حالات کی ترتیب و تقسیم سے مقدمہ مستغنی ہے ناظرین کے دماغ پر بار نہ پڑے اور دیہاتی نما عنوانات سے جی نہ اُکتائے۔ اس لیئے کہیں سراپا ہے تو کہیں سوانح۔ کہیں کوئی واقعہ ہے تو کہیں تنقید۔ کوشش اس کی رہی کہ سلسلہ نہ ٹوٹے۔ الہی یہ لڑی ایک سلک رہے۔ لکھنے کی ترنگ میں جو فروگذاشت ہو گئی ہو اللہ بھی معاف کرے۔ اور حرف گیر بھی۔ اکثر اشعار میں بن الف کی چپائی اور بن نل کے چنڈول کے حرف الگ الگ لکھ دیئے ہیں۔ اس پر بھی وضو ٹوٹیں تو چشم پوشی فرمائیں۔

والسّلام

آغا حیدر حسن (دہلوی)

سنہ ۱۳۳۱ھ

ضمیمہ مقدمہ

بعض مشکل یونانی ناموں اور اصطلاحات کی فرہنگ

صفحہ ۵ (مقدمہ)

فی بس:-
یونانیوں کی دیومالا میں آکاس کے راجہ زیس اس کی آنکھ لگی سے لیٹونا کے
پیٹ سے ہی۔ زیس اس کی جورو ہیرا کو جب اس دل لگی کا حال کھلا
تو پائیتھن ناگ کو لیٹونا کے ڈسنے کے لئے مقرر کیا۔ لیٹونا مارے
ڈر کے جگہ بجگہ چھپتی پھرتی تھی۔ آخر جب ڈیلوس میں آئی تو فی بس پیدا ہوا
اس نے پیدا ہوتے ہی اس ناگ کو مار ڈالا اس لئے اس کو پائیتھن بھی کہتے
ہیں۔ فی بس کا ایک اور نام اپالو ہے۔ یہ ہندوؤں کے سورج کی طرح روشنی کا
دیوتا ہے۔ تمام فنون لطیفہ کا موجد ہے زیس نے پیشین گوئی کی قدرت
اس کو بخشی اس کا مندر ڈیلفی میں تھا۔ جہاں کی کاہنہ مشہور تھی۔
ڈیفنی جل کنیا تھی۔ فی بس اسے دیکھ لٹو ہوگیا۔ یہ بیچاری اپنا پیچھا
چھڑا کر بھاگی۔ فی بس بھوت کی طرح پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ مارے ڈر کے
کہ کہیں پکڑی نہ جاؤں دیوتاؤں کی خوشامد کی تو انھوں نے اس کو عشق پیچہ
بنا دیا۔ فی بس کو جب معلوم ہوا تو اس نے عشق پیچے کے پتوں کا [illegible]

بنا اپنے سر کو سجایا اور کہا کہ آج سے یہ ہماری بارگاہ میں مقدس ٹھہرا اسی
لیئے رومیوں اور یونانیوں میں عشق پیچے کی عظمت کی جاتی ہے

صفحہ ۶۱

فلومل:۔ ایتھنز کے بادشاہ کی بیٹی تھی اس کی بہن پروکنی کی شادی تھریس
کے بادشاہ ٹی ری اس سے ہوئی پروکنی اپنی بہن فلومل سے جدا
ہو کر شوہر کے پاس تھریس چلی گئی تو رات دن بہن کے فراق میں بے چین
و غمگین رہا کرتی۔ آخر اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ ایتھنز جاکر فلومل کو لے آئے۔
ٹی ری اسی اپنی بیوی کی خوشی کے لیئے روانہ ہوا۔ اور ایتھنز کے بادشا
پنڈی ان سے اجازت حاصل کر اپنی سالی کو لیکر چلا۔ رستے میں جو
نیت بدلی تو اس سے زبردستی منہ کالا کیا۔ پھر اس خیال سے کہ مبادا
فلومل اس حرکت کی جاکر شکایت کرے۔ اس کی زبان کاٹ ڈالی۔
اور ایک قلعہ میں دور دراز مقام پر لیجا کر قید کر دیا۔ اور بیوی سے جاکر
کہدیا کہ فلومل رستے میں گزر گئی۔ فلومل نے اپنی ساری مصیبت بھری
داستان ایک رومال پہ کاڑھ کر اپنی بہن پروکنی کے پاس
بھیجی جس دن یہ خبر پہنچی ہے۔ اس دن ڈنسس کا تہوار منایا جا رہا تھا۔
پروکنی اپنے غم و غصہ کو غٹ غٹ پی گئی اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔
اس تہوار کے ایام میں عورتوں کو اس کی اجازت ہوتی تھی کہ وہ
ملک میں آزادی سے ادھر اُدھر چکر لگاتی پھریں پروکنی موقعہ تاک اپنی
بہن فلومل کے پاس پہنچی اور اس کو قید سے چھڑا لائی۔ اب دونوں

بہنیں ٹل کر بدلا لینے کی تدبیریں سوچتیں۔ پرو کنی کا ٹی ری اس سے ایک بیٹا آئی ٹس نام تھا۔ پرو کنی نے انتقام کے جوش میں اپنے لڑکے کو ذبح کر کے اس کا گوشت ٹی ری اس کو کھلا دیا۔ جب کھا کر فارغ ہوا تو آئی ٹس کو پوچھا کہ کہاں ہے۔ پرو کنی نے کہا کہ ابھی تو کھا چکے ہو۔ ٹی ری اس مارے غصے کے بیتاب ہو گیا اور تلوار سونت کر پرو کنی اور فلومل کو مارنے بڑھا۔ اور چاہتا تھا کہ تلوار کی نوک ان دونوں کے کلیجے میں بھونک دے کہ فوراً دیوتاؤں نے اس کو ہد ہد فلومل کو عندلیب اور پرو کنی کو ابابیل بنا دیا۔

ٹی ری اس۔ مارس کا بیٹا اور تھریس کا بادشاہ تھا۔ اس نے پنڈی ان بادشاہ ایتھنز کی مدد مکاراوالوں کے خلاف کی تھی اس لیئے پنڈی ان نے اپنی بیٹی پرو کنی کی شادی ٹی ری اس سے کر دی۔ پرو کنی اپنی بہن فلومل کو بہت چاہتی تھی اس لیئے اس نے اپنے شوہر کو بھیجکر اسے بھی تھریس بلوایا لیکن ٹی ری اس نے رستے میں اپنی سالی فلومل کی آبرو ریزی کی۔

(مزید حالات کے لیئے فلومل ملاحظہ ہو)

جوو۔ جو پیٹر کو جود بھی کہتے ہیں۔

(آغا حیدر حسن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

(۱)

شان میں اللہ کی مطلع ہو جو دیوان کا
جیسے بسم اللہ پہ چمک ہی یہ قرآن کا

ذکر ہر مصرع میں آیا ہو خدا کی شان کا
لوگو بیت اللہ مطلع ہو گئے دیوان کا

حسن مطلع اس کا ہے نور نبی کا وصف ہی
قول بیشک سچ ہی یہ میرے محمد جان کا

بولا کاغذ سے قلم یہ قطعہ جب لکھنے لگی
ہی سبب حرفوں کے دل اٹھ جائے ہر ایمان کا

حیدری خاتم عدد کے شبر کی تعریف میں
شعر جو ہی شیر ہے وہ کربلا کے میدان کا

وصف میں بی بی کے بچوں کے جو دو مصرعے کہے
ہو گیا پر نور وہ مطلع حرم کے دیوان کا

مدح میں بارہ اماموں کی کہوں بارہ جو شعر
عرش پہ ہو ذکر اس بارہ دری کی شان کا

بیت اہل بیت کی تعریف میں جس نے پڑھی
آئینہ ہی آئینہ دل ہو گیا انسان کا

جو نبی کی آل اور اولاد کا دشمن ہی بنا
دین و دنیا میں اسے رتبہ ملا شیطان کا

آرزو دل کی ہی یہ اس دم پڑھوں یٰسین خود
رو نکلتا میرا ہے جو صاحب احسان کا

مرتے دم اپنا ہو ای جان صاحب جان کا
پنجتن کا نام نکلے منہ سے اور رحمان کا

شکر خالق کر کے بندی نے ادا سجدہ کیا
اُس کی قدرت ہی نرالی جو کہو وہ ہی بجا
پانچ باری جب ہیں روئی پانچ دریا بہہ گئے
بیسویں کے چاند کا پیدا کیا اُس نے چلن
اٹلا بچھڑا ہجن۔ مانا تھا میں نے بیگما

۲

کیا حقیقت ہی مری جیسا مرا رتبہ کیا
خاک کے پتلے کو اپنی شان سے گویا کیا
میری آنکھوں نے دو اپنجابِ دعوا کیا
چھپکے آدھی رات کو گھر میں مرے آیا کیا
سو نہ جانا جاگنی نوبت کا ہی کوندا کیا

اُسنے ہیں مرتی تھی مانگا اُس نے جو میں نے دیا
جان صاحب کبھی پیارا نہیں سپا کیا

کیا منھ ہی منھ چڑائے کوئی اُس زبان کا
مردوں میں ای بہا کترنی رہی ہیں بھول
جمشید کا پیالا مری فکر ہی ہوا

۳

کس مردوے کو علم ہی میرے بیان کا
دیکھا نہ منھ زبان کی قینچی نے سان کا
مضمون آئنہ کیا سارے جہان کا

معنی کے بدلے رہ گئی اب شعر میں جگت
ای جان پہنو انگرکھا ہاتھی کے تھان کا

چوری ہوئی پتا نہیں ملتا ہی مال کا
زیب النسا کی طرح میں کہتی ہوں غزل
سنتے ہیں اب وہ چین سے مخمل کے فرش پہ

۴

گھر گھر گلا کروں گی اجی کوتوال کا
مردوں سے ہو جواب میرے سوال کا
گھلا ہوا نصیب نہ جن کو پیال کا

ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور
کونڈا کروں گی جمعہ کو سیّا جلال کا

پڑنے لگی ہیں کس لیے پنچایت آپ سے
مالک ہے اب وکیل مرے انفصال کا

چھپ چھپکے پاس آئی ہوا شہزادی جان کے
ہی لاکھ بار آیا ہزاری کا بالکا

دردوں کے مارے مرتی ہوں لیتے نہیں خبر
کیا کھولنا تمہیں نہیں آتا ہی فال کا

مر پھوڑ کے لہو کی بہاؤں گی ندیاں
گر بال بانکا ہوگا اجی میرے لال کا

دلبیا نکھٹو پلّے سے میرے بندھا ہوا
اُلٹا پڑا ہی جھگڑا اگلے روٹی دال کا

اے باجی اس طرح نہیں چھپتا کسی کا عیب
جس طرح چاند رہتا ہی بدلی میں ڈھال کا

وہ جان صاحب آپ کی ہی ریختی کی دھوم
مُندر کے جیسے شہرہ ہی ہر جا خیال کا

۵

کہتی ہوں دل میں جب مجھے تو نظر پڑا
خالق بچائے جان ملا کو نظر پڑا

موسی کتاب فرنگی کو معراج ہو گئی
مریم نسا جو اُس کو سیاہ تو نظر پڑا

ہوتی تھی عید ہم کو سمندر میں اُس گھڑی
ٹھہرا جہاز جب کوئی ٹاپو نظر پڑا

سب جھوٹے ہیں اُن کے لیے ہو چکی حرام
سچا عمل کسی کا نہ جادو نظر پڑا

یہ سات پیر ڈھیوں کے ہوا بد اتفاق
کہنے میں بیگما کے نہ دوہا جو نظر پڑا

مٹی خراب ہوتی ہے کوکا تو ڈھونڈھ لا
سوکن کو طاق میں نہیں ماجو نظر پڑا

بچھل دہنی بھائی سے بھی نہ مجھکو ملا سہارا
دنیا میں کوئی اپنا نہ لاکھو نظر پڑا

ہاتھوں سے دل کو تھام کے چوکھٹ پہ گر پڑی
پٹ بھیڑنے میں اُس کا جو بازو نظر پڑا

جس مردوے کے پیچھے مرا گھر ہوا اجاڑ | برسوں کے بعد پھر وہی اُلّو نظر پڑا ۱

۲ وہ دل در گور جنہاں نے کبھی جو نام اُلفت کا | کسی دشمن کے دشمن کو نہ ہو آزار چاہت کا

نہ کہہ تو اپنے منہ سے اُس نے منہ ڈھانکا ہے عظمت کا | اری عزت نسا تجھ کو نہیں کچھ پاس حرمت کا

ابھی سے دل پڑا اُس کا نگوڑا عشق کے پالے | خدا حافظ ہوا حرمت تری اٹی کی حرمت کا

مرا کیا نام یہ ہو گا وہ خود بدکار ہے روشن | دیا ہے رنج مجکو جب لگا کرتی ہوں راحت کا

خصم دو جوروؤں کا ہوا جو سر کا پالنا ہے | بڑی جس سے کریگا سامنا ہووے گا ذلت کا

لگا بیٹھا برس جب سے پہ صورت زہر لگتی ہے | کہیں مشاطہ کرتا نام اب بہری کی نسبت کا

کٹا ہے صبح سے رو رو کے یہ دن شام تک شبّن | اُٹھی جو سو کے منہ دیکھا عجب کمبختیا حسنت کا

صنوبر آگیا غش میں ہوئی سنو جان سے عاشق | عجب بوٹا سا قد اُس کا نمونہ ہے قیامت کا

بدل کر آنکھ توتے کی طرح ٹیں ٹیں لگا کرنے | اُڑے دنیا سے جلدی نام ایسے بے مروّت کا

اگر دوزخ نہ ہوتی فکر کرتا کون جنت کی | ہے رتبہ سوم کی خست سے حاتم کی سخاوت کا

نہ مانو مہری نام بیچی کے حق میں کانٹے بوتی ہے | نہیں یہ وقت ہے اے بیگما صاحب مروّت کا

پڑھائی کیوں زلیخا مولوی حسّا نے یوسف کو | کیا تھا نہ خراب اُس کا دکھایا کوچہ الفت کا

اگر ہے فتح خاں رستم تو محل میں سو رہا بنڈی | چلا تلوار کے آگے ہے کس دن زور طاقت کا

وہ نتھے اُستاد مجکو جان صاحب اُن سے کیا نسبت
کیا یہ نام روشن ریختی نے تیری نسبت کا

کلوارنی پہ مرتا ہے تف اُس کی ریش پر
رو رو کے آہیں کھینچی ہیں اک مست نے پیے
اماں خدا کے گھر میں جو ہوتا ہمارا دخل
رنڈی کسی شرابی سے تیری لگے گی آنکھ
مرنے کے بعد قبر میں ڈھیلے کی جا بوا
مستانی سوت پر پڑے خالق مراد بال
بچی ابھی کنواری ہے تو سر ڈھکا نہیں
آنکھیں کسی کی دیکھ کے بے ہوش ہو گئی
مشکیں پڑی ہیں شیشہ ہے دل کیوں نہ مستقل

۷

قاضی کے گھر میں کیوں نہ ہو چرچا شراب کا
تھیں دیگ آنکھیں بن گئیں بھبکا شراب کا
پانی کے بدلے مینہ ہی برستا شراب کا
تعبیر حسن جو خواب ہے دیکھا - شراب کا
رکھ دینا میرے پہلو میں شیشہ شراب کا
پڑ جائے اُس کے حلق میں پھندا شراب کا
لکھوانہ چہرے والے سے نسخہ - شراب کا
نرگس کے منہ پہ دو اجی چھینٹا - شراب کا
باجی یہ میرا کوٹھا ہے کوٹھا - شراب کا

اے جان بے پیے نہیں آتا ہے دل کو چین
بے ڈول پڑ گیا مجھے چسکا شراب کا

چال رسوائی کی لوگو یہ ہے اکثر چلتا
لاکھ ٹیڑھا اجی گو سانپ ہے باہر چلتا
یہ وہ بچہ ہے نہیں زور ہے اس پہ چلتا
تو ہے دیوانی وہاں جاتی ہے سنگین خانم
اُس کو اس باغ میں جیتا ہے یہ گرداوتی
ساتھ رہتا ہے خانم کے وہ سائے کی طرح

۸

دل سے لاچار ہوں کچھ بس نہیں اس پہ چلتا
ہے مثل سیدھا ہے وہ پانی کے اندر چلتا
دیکھیے کھٹنیوں کیسا کھسکا ہے مقدر چلتا
لونڈیوں میں بڑی خانم کے ہے تیتر چلتا
میرا شمشاد پہ قابو جو صنوبر چلتا
عشق ہوتا تو وہ ڈولی کے برابر چلتا

سوت کی مانگ میں دل آن کا ہی اٹکا جاکے
آئی گردش ہی عجب منڈوؤں کی روزی پر
موئے کافر جو بڑی روٹی میں پہنے ہوتی
رشتہ بہناپے کا توڑیں گی وہ جو ہیں طوفان
سوم نیہوں سے جلاہوں سے جو جو سر کھیلے
دیتا خوراکی ہی رزاق ہی مودی میرا
پنجتن پاک کی ہی آس مجھے اے باجی

رات کو راہ مسافر اجی کیونکر چلتا
ہر محل میں بڑا چرچا ہی یہ گھر گھر چلتا
دال کیا گلتی تری - جادو نہ مجھ پر چلتا
خوب ثابت ہوا اب جوڑ ہی مجھ پر چلتا
چال وہ مجھ سے ٹکے گز کی نہ کیونکر چلتا
خرچ اس بندی کا کیا اوہی ہلکن پہ چلتا
جن کے صدقہ میں مرا سارا ہی ٹبر چلتا

جاتی تو چھندی میں مہتاب کو اپنے لیکر
جان صاحب جو مرے ساتھ وہ دلبر چلتا

٥

مجھ کو دے لا کر جو کچھ کیا منہ ہی کنگال کا
ہو وہی عالم الہی لالہ ہرگوپال کا
سوم کے گھر میں میاں کی دال بھی گلتی نہیں
نام پیٹنے کے دروازے کی کنڈی بھی نہ دے

آج تک ناپیا نہیں - مارا ہوا ہی کال کا
جس طرح چھوڑ گیا ہی لالہ امرت لال کا
برہمن راکس جان لیگا - آنکھ لیگی کالکا
چور گھر چوپٹ کریں - وہ منہ ہی تجھ کو مال کا

جان صاحب جس سے کھل جاتی ہی سب نیکی بدی
ریختی سچ سچ تری - پانسا ہی یہ رمال کا

١٠

کیا ہم کو پڑی کوئی نہ ناحق کے گھر آیا
اجڑا ہوا آبادی کا جب گھر نظر آیا
نرگس مجھے بیمار کیا عشق نے جس کے
خورشید نے قطبن کو دیا جوڑا کتاں کا
گو آنکھ لگا مردوا ننھا چھوٹی کا زیور
مرزا کی کبھی یاد میں ہیں روئی جو نرگس
لو کہتی ہے یہ صبح کنور شام برن سے
دل شیر ہوا میرا کہ نیکے میں اب آئی
پریوں کا طبق چھوڑوں گی دیوانی نہ چھوڑ چال
یگانہ تھا کچا تھا وہ جن لے پری خانم

اچھا نہیں کرنا ہے ابھی ذکر پر آیا
رونے لگی میں دیکھ کے جی میرا بھر آیا
اک دن نہ خبر لینے کو وہ بے خبر آیا
کرنے مری مہتاب کا ٹکڑے جگر آیا
کنبے میں مرے جا کے بڑا نام کر آیا
بے ہوش ہوئی ہوش نہ دو دو پہر آیا
کوکا مرا کلو سے ہے منہ کالا کر آیا
ڈولی میں سنا میں نے جو رستم نگر آیا
کچھ کھوٹ ہے جو خواب میں دریا نظر آیا
کل سر پہ چڑھا آج بگوڑا اتر آیا

ای جان کبھی تھا وہ مرے حسن کا عالم
آنکھیں تو ہرن دیکھنے چتنا کمر آیا

١١

جان تک مجھ سے نہیں کرتے ہو پیاری مرزا
مجھ زلیخا کو خدا نے دیا تم سا یوسف
لاکھوں پریوں پہ شرف رکھتی ہے سچ کہتی ہوں
کیا خوش ہو کے بلائیں نہ پری خانم نے
ساس نندوں کی محبت کے میں قربان گئی

کس طرح بھولے مجھے یاد تمہاری مرزا
شکر ہے تجھ پہ میں سو جان سے واری مرزا
آپ کی پوجی کی ہر ایک کہاری مرزا
آپ کی ڈیوڑھی پہ جب آئی سواری مرزا
جاؤں میکے مجھے منگوا دو سواری مرزا

تم سلامت رہو صدقے میں تمہارے صاحب
کروٹیں بدلیاں پر نیند نہ تم بن آئی
باتیں رک رک کے یہ بندی سے نہ کرتے ہرگز
چلا باندھا ہی کہ ناڑا کھلے منت یہ ہی
تین پانچ آٹھ بناؤ یہ کسی احمق سے

کتنا پہنو گی ابھی گوٹا کناری مرزا
کس مصیبت سے کٹی رات ہی ساری مرزا
چاہ کچھ بھی جو تمہیں ہوتی ہماری مرزا
رکھا روزہ جو دوگانا لے ہزاری مرزا
چال چوسر کی ہیں کب تم سے ہوں ہاری مرزا

انہہ پرشادے اکی جان جو شیریں لائی
وہ مربے کی تو منگوا دو اچاری مرزا

نیا چلن تو اجی عمر بھر نہیں آتا
بخار رسانے کا ہی تم کو اے پری خانم
جلاؤں ایسا کہ صندل کی طرح ناک گھسے
بلا ہے کون ہی مشکی کہ اس کا منہ کالا
نہ پھینکا ڈھیلا نہ کھنکارے چپ چپ آئے
ہماری اس کی تو منہ دیکھے کی محبت ہی
لڑائی جھگڑا بکھیڑا کرے بلا میری
نہ کیوں یہ خاک میں مل جائے رنگ کندن سا
خصم کا مال تو ہی یار کو کھلا رنڈی

۱۲

جسے ہیں جانتی سو وہ ہنر نہیں آتا
کبھی ہی آتا کبھی بیشتر نہیں آتا
نہ آئے نس کٹا پھیرے جو گھر نہیں آتا
تہرے بلانے سے خبر اگر نہیں آتا
کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا
مہینوں گھر پہ مرے بے خبر نہیں آتا
رہیں وہ کسی کے گھر مجھ کو شر نہیں آتا
کسی کے ہاتھ اجی مفت زر نہیں آتا
ہمیں تو لاکھ کا گھر خاک کر نہیں آتا

گرگٹ کی طرح کالا کبھی لال ہو گیا
نوروزی جان پڑے وہ فلک اب کہاں رہے
ایسی گھڑی سے سبز قدم آئی نو بہار
ایسا تھا بچہ مارا ہی کو کانے آپ نے
رہنے کا سا ہو کاروں سے بیاہ کیا چلن
کیچڑ میں کوڑی بھیجیں تو دانتوں سے لیں اٹھا

١٣

غصے سے مردوے کے عجب حال ہو گیا
بچہ تو جنتے جنتے تجھے سال ہو گیا
پھولا پھلا چمن سراپا مال ہو گیا
سوسن کا میری نیلا اجی گال ہو گیا
ہمسائی۔گھر اری ترا ٹھکنا ل ہو گیا
اری اشرفی زمانا بھی کنگال ہو گیا

جو قدر دان اپنے تھے ای جان چل بسے
جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا

آرزو بندی کی خالق سے ہی اک دن میری ننھا
برفی خانم جھونک کر خالی کرا بیٹا دماغ
میر بجری پاس بیگم کا روز ہے بھیجیے
وہ دیجی کو لگے۔کیسی اچھی ہے لی کٹر

١٤

کھائے پھل تلوار کا اور پھول سونگھے ڈھال کا
بے ادب لڑکا تھا کتا بن گیا سسرال کا
پیسا پرسٹ کا ابھی باقی ہی اگلی سال کا
نال کھلوائی نہیں ہو پاس کے مال کا

جان حسب صنارات کو بھوڑ پنے سے اوڑھکر
کیا بڑا لیکھا کیا تم نے ہماری شال کا

خالی کے مہینے سے۔وہ خالا! نہیں رہتا

١٥

ور گو مرے پاس رنڈالا نہیں رہتا

یہجا مری گودی سے نہ تشریف تا ہی بچا — اب نام خدا ہوش سنبھالا نہیں رہتا
کیا شام سے اندھیر ہو بی چاندنی خانم — سنجھ بتّی کے بھی وقت اوجالا نہیں رہتا
اس گھر کو اجی بھاڑ سے بدتر ہوں سمجھتی — جس بیں کہ گھرستی کا اٹالا نہیں رہتا
کھلتی ہی جبھی ٹھوکریں کھانے کی حقیقت — سر پہ جو کوئی چاہنے والا نہیں رہتا
اک پیٹ رہے ہم کو تو سو خطرے ہوں پیدا — مردوں پہ تو کوئی بھی کسالا نہیں رہتا

ای جان مرا خرچ ہی تنخواہ پہ رکھا
رنڈی سے نہیں حیلہ حوالا نہیں رہتا

۱۶ ق

اترا ہوا ہی چہرہ کل سے کمال تیرا — جی ہی نڈھال تیرا کیا ہی یہ حال تیرا
کوٹھے پہ چڑھ کے رنڈی کرتی ہی تو جو گنگھی — ہیں تیج غوب سمجھی یہ بھی ہی جال تیرا
کوئی تو آ پھنسے گا الو موا نگوڑا — ہی جبل ساز بجری ہر بال بال تیرا
محبوب سا حسن جو پایا۔ عاشق بھی دل کو بہلایا — پیٹا کسی نے گایا آیا خیال تیرا

تھی میں تو تیری جانی کیا بات تھی چھپانی
جو غیر ہو نہ جانے ای جان حال تیرا

۱۷

گئی تھی دیکھنے باجی میں سورج کنڈ کا میلا — بچی ہوں پستے پستے مردوں کا یہ ریلا
اجی پتھر پڑیں ایسی ہنسی پر سنگی خانم کی — لگا ہی اوہی کیسا آ کے میری آنکھ میں ڈھیلا

مجھ کو الفت جیسا سے تھی باجی
جس نے دولت قدم روئی کاٹے
تو صنوبر سے دوستی کر کے
ہو منافع جو مٹلے سے روا
چپکے رہنے میں تھا حرام وہ کام
مال تل بکار نہ جائے گا قسم
مجھ کو بھی دھن ہے خوب لاؤں نہ گسا

اس کے مرنے کا غم کمال ہوا
مال وہ موذیوں کا پامال ہوا
موئے شمشاد! کیا نہال ہوا!
سود کھانا بھی اب حلال ہوا
ایک دو بولوں سے حلال ہوا
کوئی دانا جو کو تو لال ہوا
دوستی کا انھیں خیال ہوا

جان صاحب رہا وہ تنگ سدا
جس کو حاصل کوئی کمال ہوا

ہیں گری تو بھی گرا۔ پانوں نہ تیرا ٹوٹا
قند والوں کے محلے میں گئی تھی مصری
وہ گل اندام یہ خوش بو جو چلی آتی ہے
کیا لیں ناوان ہمیشہ سے پری خاتم ہم
کھا گئی پوسٹ چرا کے تو یہاں تک مارا
باجی سمدھن ہے مری کرسی کی احمق سے سوا

۲۰

تیرے دل کو نہ کل آئی مرا پہنچا ٹوٹا
کھا کے ٹھوکر جو گری۔ پانو کا گٹا ٹوٹا
شاید عطار کے کوڑے کا قرابا ٹوٹا
چار پیسے کا موا شیشہ تھا ٹوٹا ٹوٹا
سر پہ باندی کے مرے پانو کا جوتا ٹوٹا
بیٹھنے کر دیا اوکو موئے نے کھا ٹوٹا

باغ کا میوہ اسے توڑ کے سب بھیج دیا
جان صاحب ہے بڑی ڈال کا آیا ٹوٹا

۲۱

نہ عصمت سے یہ کام اے بی جان ہوگا — کسی نے کیا اُس پہ بہتان ہوگا
کہوں باجی اماں سے یہ میرا ڈھونڈو — یہ مجھ سے نہ ہرگز دوا جان ہوگا
نہ کرنا تم کنگھی سر میں تو اپنے — زناخی! بہت دل پریشان ہوگا
تم آئی ہو گھر میں وہ آئے گا کیونکر — مرا جان کے ایسا انجان ہوگا
مزا دوسری سے نہ پائے گا جس دم — مجھے چھوڑ کر تو پشیمان ہوگا

نہ ہونا اری جان صاحب یہ عاشق
ترا نام رسوا مری جان ہوگا

۲۲

مرے آگے نہ دو دُکھڑا زناخی بار بار اپنا — تری باتوں سے ہوتا ہے اری دل بے قرار اپنا
دیا پھولوں کا گہنا سوت کو پہنا کے تجھ کو — نہ کیوں دل پھول سا کھلائے جب آئے تو بہار اپنا
پھنسا ناحق یہی دل جان کے چاہت کے پھندے میں — اسی کمبخت پر چلتا نہیں کچھ اختیار اپنا
رہا گلشن سے خوش کاٹھی کی بند ترقیم کر دیکھا — کیا گر اس نے ان کا ہو دل ہوا جنگاوہ ہزار اپنا
نہ بات اس سے کرو مصری وہ بس کی گانٹھ ہی کیوڑا — نگوڑی جان کے بیری کو جانا تو نے یار اپنا
خدا نے پدمنی کو قوم میں اُن کی بنایا — بڑا اندھیر ہے رنڈی نہ کیوں سمجھیں چمار اپنا

ارے تو جان صاحب بک گیا کیا نورتی پر
تری جوتی کرے پاؤں پہ اُن کے نثار اپنا

۲۳

دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا
ہیں تری نوجان میرا ہو گیا

پھر گئی ایک بارگی مرزا کی آنکھ
دیکھنا بی اوہی یہ کیا ہو گیا

دوستی کس مردے سے کی آج کل
حال یہ کیا دشمنوں کا ہو گیا

مرگئی ہیں جیتے جی اے بیگما
عشق ہیں گھر کھوج میرا ہو گیا

کیا ہوا چل دور ہو تجھ سے موئے
بیاہ میرا اور ہی جا ہو گیا

بیگما سچ بول تو کیوں ہے خفا
کچھ تو ہے نقصان تیرا ہو گیا

کیوں نہ ہو اس روح کو اے جان چین
آئی وہ دل شاد میرا ہو گیا

۲۴

جب سے سایہ اُن کو جن کا ہو گیا
بی پری خانم کو سودا ہو گیا

ایک نامحرم سے کٹرا یا گھاٹ پر
آج محرم دل کا سودا ہو گیا

خوب بھڑکایا تھا اُس کو سوتن نے
میں ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہو گیا

نیک ہوں روشن تو کہتا ہوں بُرا
منھ اٹھیں باتوں سے کالا ہو گیا

دیکھنا اِس آنکھ مندی کی چال ٹم جال
کس قدر رچپا یا کیسا دیدا ہو گیا

مجھ سے موتی کھو گیا گوہر کا جو
کل تھا جھوٹا آج سچا ہو گیا

اب نظر میں اُن کی ہیں چڑھتی نہیں
دل سے اُتری جب سے چھنالا ہو گیا

میں نہ بولی اُس سے دو دن ایک انتا
گلبدن جس دم وہ ترچھا ہو گیا

بل بہت سا کرتا تھا تکلے کی طرح
ایک ہی جھٹکے میں سیدھا ہو گیا

نوح کا طوفان آنکھیں ہیں مری	جس جگہ میں روئی دریا ہو گیا

کیا کہوں سن سن کے باتیں ہول کی
جان صاحب مجھ کو دھڑکا ہو گیا

مرزا مزاج آپ کا جب سے بدل گیا	۲۵	کس کس کا او ہی جوڑ نہیں مجھ پہ چل گیا
تف اس بہادری پہ بنا مرد وا ہی کیوں		چھوڑا پڑا تھا جس نے نرا دل دہل گیا
کیں جس کے آگے بانوں میں چھدن نے گریاں		پتھر کا دل بھی موت کی صورت پگھل گیا
مالن ہی تو ہمارے بنی موتیا کا پیڑ		دانوں سے ٹھنڈ ہو کے بدن سارا پھل گیا
خورشید کیا رکھوں انھیں آنکھوں کے سامنے		گرگٹ کی طرح رنگ زمانہ بدل گیا
تصویر اُن کی دیکھ کے آنسو نکل پڑے		بچہ ہی تھا کھلونے پہ آخر مچل گیا
دے دیکے چھینٹے کر گیا مفلس سڑن ہائے		سقہ بگوڑا بھی پری خانم کو چھل گیا
آنکھیں لڑائیں اُن سے کہاری نے بانس کھائے		اُس کا بھی میرے چونڈے پہ ڈولا اچھل گیا
چھٹی لڑی دوگانا اوڑھا منہ کا رنگ ہے پ		سورج کی تیزی کم ہوئی دن لوگو ڈھل گیا
دیوانی بن گئی تھی میں پریوں کی کھوٹ سے		چھوڑا طبق ہی جب سے مرا دل سنبھل گیا
کرتی ہے کنگھی چوٹی بڑھاپے میں بگ گیا		رسی تو نانی جل گئی لیکن نہ بل گیا

اے جان ایسا چھاتی سے پٹا یا بھیچ کر
انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

۲۶

بیروں مرے بدن سے لہو ہاں نکل گیا
مر گیا ڈھڈکا کہ زوزہی جنیاں نکل گیا

ہمدم بلا سے میری اگر جان پر بنی
ارمان تیرے دل کا تو دربان نکل گیا

گھوڑی حمایتی کی عراقی کو مارے لات
سچ ہے مری زبان سے یہ ہاں نکل گیا

منہ زور سب ہیں جتنی ہیں نخاس والیاں
ان کا بدی میں تام ہی جنیاں نکل گیا

بے لے تکی مولوی نے فضیلت کی لاگ سے
دق ہو کے مدرسے سے الف خان نکل گیا

جوتی سے کوڑا نیاب قدم پر کریں گے وہ
اپنا تو پاؤں بیچ سے گو نیاں نکل گیا

کل کانپور ناک کر بہا کی کاٹ کے
لڑکا بغل میں لیکے گلستاں نکل گیا

کوڑی نہ خرچی گئی ہیں چکلے کی کسبیاں
کیا مفت جان گھور کے یہ بان نکل گیا

۲۸

یہ کے دل ہو گیا بیگانہ نہ اپنا نکلا
جس سے کی دوستی دشمن ہی نگوڑا نکلا

باجی دن رات کا جھگڑا وہ ہی بکھیڑا نکلا
کوئی گل پھولے گا پھر تب کا چرچا نکلا

رات کو چل کے سلیمان سے کھلوائی فال
جن کا لوگو بڑی خانم پہ ہے سایہ نکلا

پھول میں نل ہے مری مہتاب کے پھٹنی ہیں کھیل
چاند کے پیٹ میں خورشید بینا رہا نکلا

روئی چین میں ہوں سج بنتی ہوں طرح فال آیا
ایڑیاں ہٹتے ہی ماں گر گئی ہیں چشمہ نکلا

مر گئی سوت مگر غم نہیں بھولا مجھ کو
جان صاحب نہ کبھی دل سے یہ کانٹا نکلا

٢٨

سرکا میں تجھے تو دارے کا م ہو گیا | بالپوش سے تری جو مرا کام ہو گیا
بیگم یہ ٹھنڈی سانسیں بھرے کس کے واسطے | خنجا سے نے سے ہوا جو یہ جسم ہو گیا
کیوں لونڈی اس کی ہوں نہ زلیخا کی طرح | یوسف مرا غلام ہی بے دام ہو گیا
دولھا نے جب دلھن کو زنانخی کیا سوار | ناچیلیوں کے رونے سے کہرام ہو گیا
رنڈی نہ کربلا میں کوئی جائے لے لیوا | حاکم کا کاٹھ سو کے پہ احرکا م ہو گیا
گڑیا سنواروں گی اری پھبکیا ناک کے | مشاطہ کہہ ادھر تو سر انجام ہو گیا
جمشید کا میں توڑ کے سر لوں گی دیکھنا | غالب جہاں نما یہ مرا جسم ہو گیا
مالن بہن کے آئی ای تو دیکھ تو ہار | سہنا گری کے مول سے پھولا ہم ہو گیا

تیری جدائی جان کے جانی نے جان دی
شادی کا نام موت کا پیغام ہو گیا

٢٩

جان تمنا آ کے دل مجھ پہ تیرا کیسا پھر گیا | اوری کیا تف ہے بگڑی بن کے سودا پھر گیا
بن کے بگڑی بات کیا قسمت ہماری جان کی | چاند سا بر آ کے دروازے پہ کیسا پھر گیا
بے بلائے مردوئے کے گھر میں پھر دوڑی گئی | بے حیا ہو کے دل تجھکو نگوڑا پھر گیا
گوندھا تھی جان بیٹھی گالیاں نیچے کی ہیں | کیا سنے دکانے پہ چھالی جی ہمارا پھر گیا
کل جو جہاری آئی لانے جان کی سسرال سے | رکھ لیا باجی نے کیا مشاطہ اور کیا پھر گیا

دیکھئے دل میں جان صاحب کو نہیں ہولیا
کٹھر محبت کا بکا لوگو ڈھنڈورا پھر گیا

ہوئے جڑواں جو دوگانا کے تو اسے پیدا
اُس کے قربان جو دو آنکھوں سے چار آنکھیں دیں یا
پیسے والی ہیں بنی کوڑیا خانم اب تو
چیرے والے پڑے باندھو باندھا ہی نرگس
صدقے خالق کے ہوا کیا نہیں خالق نے کیا
ڈر نہ جیرن سے ہی دیوانی پڑی خانم تو
نہ ڈرو نانی کے مُردے سے ہوا دیکھو نئے

۲۰

گڈے کیا جیتے ہوئے کٹے وہ ذرا سے پیدا
کرتی مضمون ہوں آتو کی دعا سے پیدا
کیا ہی چرخانے کیا مال دعا سے پیدا
اور دو روگ ہوئے اُس کی دوا سے پیدا
خاک سے آگ سے پانی سے ہوا سے پیدا
ایسے شر ہوتے رہیں تیری بلا سے پیدا
بیٹے اور پوتے نواسوں کے کوا سے پیدا

دل تجھے کیا دیا اے جان مرے دشمنوں کے
روز ہوتے ہیں نئے خون کے پیاسے پیدا

ہلکا نہیں ہے بھاری یہ ہے ٹھٹام کا
نکلی ہے کھوٹ شیخ کی گرنال ہیں ہوا
لگتی نہیں زبان ہی تالو سے ایک دم

۲۱

جوڑا پڑی ہیں آیا بڑی دھوم دھام کا
چھلا اُٹھاؤ دھو کے بی آسا کے نام کا
کلّی ہوا رونا نہیں میرے کام کا

اے جان صاحب آپ کو کہتی نہیں ہوں کچھ
رسوا ہوں کیا پاس ہے اور اپنے نام کا

اندھا پہن پہن کے مرا ہار کر دیا

۲۲

گوہر نے ہار موتیوں کا ہار کر دیا

ہرنی کے اندھے ہونے پہ اپنی دکھائی آنکھ
پہ ہیرا اپنا اوہی بخشنہ نے توڑ کے
گھورا مجھے جن آنکھوں سے دیدہ شوخ ہوں ہم
ہیں اُس کی۔ گھر پہ اُس کا ہو اسب کے سامنے
روپا نے اپنے مال کا بھڑوے سُنار کو
چھلّا جڑاؤ سونے کا دولہ کے سامنے
بنّو کی بات غیر سے ٹھہرا رہی ہو کیا
مرزا مقیم سیکڑوں آتے ہیں جوہری
باتیں تمھاری جورو کی چھریوں سے کم نہیں

نرگس کو میری آپ نے بیمار کر دیا
دو پیسے بھر کا سیر بھر آزار کر دیا
کل جھبوں نے ہوس کے بیمار کر دیا
لکھ پڑھ دیا زبانی بھی اقرار کر دیا
سنتی ہوں رتی رتی کا مختار کر دیا
میں نے دولھن پہ ڈومنی کو وار کر دیا
سو بار میں نے آپ سے انکار کر دیا
گوہر نے گھر کو جوہری بازار کر دیا
ای بیٹا ایسا جورو کو خونخوار کر دیا

دولہ بنائے رکھتی میں ای جان آپ کو
بندی کو مفلسی نے ہی ناچار کر دیا

مینہ کا برسنا اور وہ پینا شراب کا
دیوانی ہوگئی پری خانم ای آج کل
رو وہ پینے والی ہوں نہ کبھی میرا دل بھرے
گھٹی میں میری دائی نے کیا ڈالی تھی شراب
مشہور سب میں ہو چکی ہیں ام الخمر
گندھی گئی تھی خاک مری کیا شراب میں

۲۴

نشہ کیا ہی عیش باغ میں جلسہ شراب کا
سر پہ چڑھا ہے بنڈی کے سودا شراب کا
پانی کی جا اگر بہے دریا شراب کا
آتے ہی ہوش پینا خوش آیا شراب کا
چھوٹے گا منہ سے اب نہ پیالا شراب کا
متوالی کیسی بن گئی پیتا شراب کا

ہوتا ہی دل کباب بس ای جان جیتے جی
میں کب سے سن رہی ہوں یہ جھب گیا اثر اب کی

۳۴

پڑی ہیں سر میں جوئیں اب ایسی کہ نوچ ہی چھینے سے دل ہمارا
ممانی اماں میں سر میں ڈالوں منگا دو تھوڑا سا مجکو پارا
کبھی نہ بھولوں کبھی آکے پوچھا کہ تیرے جوڑے کا حال کیا ہی
یہی تھے اقرار تو نے جس دم کنوار چھل تھا مرا اُتارا
تپا پچے کھائے ہیں میں نے ناحق بلا کے خانم کو اپنے گھر میں
مجھے تو اماں نے پھول کی بھی چھڑی سے اب تک نہیں تھا مارا
کہے میں دیتی ہوں لاڈو خانم قسم خدا کی یہ دیکھ لینا
نکال لونگی میں دونوں دیدے کیا کسی سے جو اب اشارا
کیے ہیں فاقوں پہ فاقے اتنے کہ جان مجھ میں نہیں ہی باقی
نبا ہوں تجھسے بھلا میں کیونکر نہ ہو جو روٹی کا کچھ سہارا
یہ ضنبیاں ہیں تماش بینیں نہیں زیارت سے کام اُن کو
یہی ہی مطلب کہ جائیں درگاہ مردوں کا کریں نظارا
زمیں پہ کس طرح پاؤں رکھے دماغ اُس کا ہی آسماں پر
گئی ہی دیہاتی وہ چاند خاں سے نہ چمکے مہرن کا کیوں ستارا
میں پاس بیٹھی تھی دولہا بھائی کے گرد ہم تھے تو ہوتی آشنا
کیا غضب کیا یہ تم نے مردا جو نام لیکر مرا پکارا

رہونگی میکے میں اپنے جاکر سواری منگوادو ہم کو صاحب
یہ ساس نندوں کی بولی ٹھولی کروں میں کب تک بھلا گوارا
تلی ہوئی ہے بناؤ میں تم دوگانا جنیاں یہ کیا غضب ہے
ساڈھیاں ہے ولہ کی آکے تری دولھن کو ابتک نہیں سنوارا
تری جو جوروای سہرے جلوے کی اس پہ جاکر یہ ترق کرتو
ملینگے جاکر اسی سے ہم تو جسے کہ چاہے گا دل ہمارا

بڑی خوشی سے وہ چھوٹی پوتی کا اپنی تم نے نکاح کرتیں
قسم ہو اس سر کی جان صاحب نہ آیا بیگم کو استخارا

۳۵

کھانا چبا کے خوب نہیں ماں سے پان کا
چوری لگا نہ جوہری چنی کے ہار کو
بیڑا نو ہوا اٹھایا خدا سرخرو کرے
صرفہ نہ کر نواڑ کا نمارت نہ کر جہیز

منھ کی کہیں کھلائے نہ چپکا نہ بان کا
دُردانہ موتی لے گئی گوہر کے کان کا
سرسبز ہوں بنا جو لگے خاصدان کا
پاپلی بنی دے پلنگ نہ بیٹھی کو بان کا

سنتا ہوں کے کیوں نہ کریں تجھ پہ میل دل
اے جان تو ہے مردوں میں باقی نشان کا

۳۶

چھوٹے دیور سے مرے پردا کیا
باجی صاحب اوہی تم نے کیا کیا

کس سے میں نے آپ کا شکوہ کیا
جو کیا صاحب نے وہ اچھا کیا

مردوئے کہتا ہی میں نے کیا کیا
تو نے بس بویا یہ شہ پیدا کیا

پیٹ سے اچھے نکالے تم نے پاؤں
ایک گھر سے دوسرا پیدا کیا

کل گئے دن کے دکھائی شکل آج
اپنا کہنا تم نے اسے مرزا کیا

میں تو تڑپی تم نہ آئے رات بھر
یہ کہاں کا آپ نے نخرا کیا

آنا جانا میرے گھر کا چھوڑ دو
تم نے رنڈی کی بہت اچھا کیا

ایک تم نے کی۔ تو میں نے دو کیے
یہ تو بولو اوہی۔ میرا کیا کیا

پھر اجی تم سوت کے جاتے ہو گھر
جان صاحب ربط پھر پیدا کیا

۳۷

عشق جس دن سے کیا۔ کیا کہوں کیا کیا بھولا
غیر کی یاد میں سارا مجھے کنبا بھولا

بیاہ ہوتے ہی وہ دلھن جان کو میکا بھولا
چین سسرال میں پائے اجی بھولا بھولا

تم کو ماں باپ کا حق جان کے بیٹا بھولا
ایسے جورو کے ہوئے خوف خدا کا بھولا

دیکھ کے ایسی ہوئی آپ پہ عاشق مرزا
اپنا سب بھان متی کو بھی تماشا بھولا

بیچ ہی بیچ مرے کوئی کسی کے اوپر
یاد رونا رہا گھر بار کا دھندا بھولا

کھیر اکڑی کیا بچوں کو مری بھابی نے
اُن کا وہ کوسنا ابتک نہیں بھیا بھولا

صدقے میں یاد رہی غیروں کو بانٹی عیدی
جان صاحب ہی کا حق آپ کو مرزا بھولا

۲۸

چھوڑ کر اوہی خصم تم پہ تو نگرا اپنا
کھوجڑی پیٹا کسی طور نکلتا ہی نہیں
کس کو سمجھاؤں خرابی ہے مری دونو طرح
تیرے کہنے سے تو آزاد کیا لے شمشاد

لنگی بن بیٹھی ہوں گھربار لٹا کر اپنا
غم موا سمجھا ہی کیا دل کو مرے گھر اپنا
بھائی پر زور ہی چلتا نہ خصم پر اپنا
منہ دکھائے نہ مجھے پھر یہ صنوبر اپنا

جان صاحب کی جدائی سے پریشان ہے یہ
دل نگوڑا کہیں لگتا ہے نہ دم بھر اپنا

۲۹

اے بوا پتھر کا دل ہے اس تنے بے پیر کا
کیا کیا اے دھوپ میں باندی نے سراپا تغیر
اشرفی خانم کی چوری اے بی خانم علی
بیچ کھوٹے شہر میں بٹا نہیں لگنے کا کچھ
سچ کہا مہرن نے یہ روشن ہے زنار و سے سما
اے نگوڑی کیا پھڑنگی ہو گئے تو ننگے گلے

تھا نکھٹو گھر میں خالق کے مری تقدیر کا
آج تک آیا نہ شیریں کو پکانا کھیر کا
ہے بنایا توڑ کے توڑا مری زنجیر کا
ہے اگر کندن کھرا سونا تیری زنجیر کا
ہر سنار اچاندنی خانم مری زنجیر کا
بن نہ سودائی اری سودا نہ کر زنجیر کا

جان صاحب سامنے مانی کے کیوں ہونے لگے
کھینچ لے نقشہ خیالی وہ مری تصویر کا

۳۰

پیسا تھا پاس رہتے تھے ہر آن آشنا
یا دور دور کرتے ہیں اے جان آشنا

ایسا لہو رلانے کا اب ہو گیا سپید
دیکھوں گی نئے نظارہ ہوئی تی ہوں سچ ہے

دشمن ہوئے ہیں جو تھے مری جان آشنا
آنکھیں ہیں دل ہے جان ہے ایمان آشنا

اے جان عاشقانہ کبوتر کی طرح
ہیں جن محاوروں سے مرے کان آشنا

۴۴

کرنا ہا عدو تو یوں ہی دھوکے دھڑی کا
منہ کالا کرے کون لگا اس کو ہے پڑھیں
بیگن سے سوا ہو بیٹھے ہیں اٹھ نے تیرے سوسن
ہو خبر دولھن دولہ کی ما تھا مرا کھٹکا
ہیں بیٹوں پر سے جو کوئی ہاتھ اٹھاد
آبیٹھنا ہے تم کو تو آ بیٹھو زنانخی
چھوٹی مری کھائے گی اب پان کا بیڑا
گو ہر جو بندھا آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا
کوٹھے میں رہو آکے یہ دالان کرو ترک

مانوں گی ہیں اقرار تو اب ایک گھڑی کا
سر ہلتا ہے پر شوق ہے مسی کی دھڑی کا
کیا رنگ دھواں دھار ہے مسی کی دھڑی کا
اچھا نہیں یہ ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا
کب نیل پڑا چوٹی ہیں پھولوں کی چھڑی کا
حجت نہ کرو کام ہے دو چار گھڑی کا
مجھلی کا نہ سنجھلی کا نہ ہے بیاہ بڑی کا
عالم مرے رونے میں ہے ساون کی جھڑی کا
بی بولنا منحوس ہے اس چھت کی کڑی کا

یہ قول ہے مردوں کا خدا ایک ہے اے جان
تعویذ کا قائل ہو نہ بوٹی نہ جڑی کا

۴۲

میں اوہی گلا کیا کروں ہر بار تمھارا
ہاں اور نہیں چور رہو زنہار تمھارا
دریا میں محبت کے سدا کھائے ہیں غوطے
دہن سے تو چنڈی میں منتا بے گھورو
کیوں پاؤں پہ سر رکھتے ہو تم ہاتھ نہ جوڑو

بیدرد ہو لیں دیکھ لیا پیار تمھارا
گوہر نے لیا موتیوں کا ہار تمھارا
خضرو کبھی بیڑا نہ ہوا پار تمھارا
مہرن نے کیا جوڑا اہی نیار تمھارا
کولا اجی کیا کاٹے گی سرکار تمھارا

دل لیکے ہوئے جان مری جان کے دشمن
لو کھاؤ قسم۔ تھا۔ یہی اقرار تمھارا

۴۳

دکھ نئے میں نے بھرے بھائی کو سکھیا لا ہوا
مجھ پہ تم کڑوی نہ ہو ڈالو نہ تم نیم کے پھول
ناک کٹوا لئے ہیں منڈواؤں گی ای سوت کا سر
خاک میں مل گئی جل جل کے ستا مہرنسا

میرے سر ڈھکنے سے بھیا کو بھی وبال ہوا
جال کرتی کا مری جان کو جنجال ہوا
دشمنوں کا مرے بیڑھا اگر اک بال ہوا
سوت نے اور روزی کو پورا نہ اجی سال ہوا

ہوگئی گور کے مُردے سے بھی بدتر بتو
جان حسنا کی جدائی سے عجب حال ہوا

۴۴

گھسواؤں اُن آنسو کو بھی جنبر کے ہاتھ
ہمسائے روز بھی ہو تجھ پری ہے کیا کروں

حسنا دل بھی سیدھی باتوں سے ٹیڑھا اگر ہوا
بٹیا رجانے سے بھی سوا میرا گھر ہوا

ہوجاتا خون مردوں کا رنڈی خدا سے ڈر
سولہ روپے کے واسطے ٹکسال جو چڑھی
پردیسی جانتی تو میں کرتی نہ چاند خاں

کچھ خبر تھی کہ اس میں زیادہ نہ شر ہوا
کیسا عزیز اشرفی خانم کو نہ رہوا
موقوف کس مہینے میں تیرا سفر ہوا

ای جان تو جہاں رہا ایسا ہی سو رہا
مشہور وہ محلہ بھی رستم نگر ہوا

۴۵

کس کا ہوا اور کس کا ہو گا
کوکا کو گر رکھا ہو گا
حال ہوا معلوم محل کا
دوڑ کر آ - او ماما گلو
سوکھا ساکھا گورا گورا

کس کس کا گھر گھالا ہو گا
لڑکا گھر گھر رسوا ہو گا
عمدہ اس کا لگا ہو گا
کوسا ہو گا - کوسا ہو گا
کملو کا گھر والا ہو گا

جان کا گھر - گمراہ ہوا دل
روح کو ہمدم صدمہ ہو گا

۴۶

بچی جو مری ہوئی - داماد بہت رویا
لوسونت کے کہنے سے چھریاں تو مرے نکلیں
میں نے جو کہا لوگو آزاد صنوبر کو

مرنے پہ کھلی الفت نوشاد بہت رویا
کس واسطے پھر بھڑوا جلاد بہت رویا
کچھ پانی تو مرتا تھا شمشاد بہت رویا

سب ہنسی مجھی سیفو کی جس وقت ٹھلے جو ہر
اک اُس کی حماقت پہ فولاد بہت رویا

دل میں مرے ہنسنے کے اے جان یہ کیا آئی
روتے جو مجھے دیکھا امداد بہت رویا

۴۷

کھلا جنگل میں آ کے حال ان چڑیوں کے بچوں کا
ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا اپنے مجنوں کا
ابھی کس پیار سے کھلانے میں مادہ کو بلاتا ہے
تماشا دیکھو بھورے خاں کبوتر کی غٹرغوں کا
نہ کیوں دھکے سے کلیجہ ہو کہ کنگھی وہ کرتی ہو
مری تو مانگ میں تل ہے نہیں دھوکا ہوا جوں کا

دھرا رہتا ہے گھر میں اور کسی کو تو نہیں دیتا
نرا دیوان ہے اے جان صاحب گنج قاروں کا

۴۸

جو دل میں ہو وہ جورو سے نہ تدبیر نہ کہنا
پائے گا خطا او موئے بے پیر نہ کہنا
صندل جو گھسا میں نے تو بو اُس کی نہ چھوٹی
عنبر سے مرا حال ملا گیر نہ کہنا
بی جان کوئی سوت کو ہوشیار ہے کرنا
ٹھہرائی جو ہو اُس سے وہ تدبیر نہ کہنا
مصری ابھی لائی ہے مزا چکھ کے تو سمجھو
بھیجوں گی رسا ول ہی اسے کھیر نہ کہنا

ہے چاند سے وہ چند کہیں جان کی صورت
واری اُسے اُس کی کہیں تصویر نہ کہنا

۴۹

مرزا اترا اب خیر ہی کہتے ہو کیا کیا
اول خصم ہی کرنا نہ تھا - گر کیا کیا
اُس سحر کی ہی قسم پر اچھوٹا جو میرا بیر
راحت تو دل کی ہو گئی کہا بیج روز کا
بیٹھی پتنگ سا بازکی ہوں کاٹ ڈول بھی
ذی ہوش شمع والی پہ پروانہ تم رہے

گھر خاک میں ملایا مثل ہی ہوا کیا
کر کے جو رنڈی چھوڑ دیا - یہ برا کیا
مجھ پر نگوڑی سوت نے کچھ ٹوٹکا کیا
چھوڑا ہوئے بڑے کو نناخی بھلا کیا
گر پیچ ڈور والے نے مجھ سے نبا کیا
جب تاک نے ہی جان مرا دل جلا کیا

لعنت تمہارے دل کو نہ تم آئے آئے ہم
اے جان خوف اپنی نہیں جان کا کیا

۵۰

ہمزہ سے بھی ذہین اے بیٹا کریم کا
حافظ کی بیٹی ناظرہ کیا ہی - غلط پڑھتی
ہے ڈیل کا نہ بالوں کا ان کی نہ منہ کا ضعف
دیدا ہے تیرا کھیل میں پڑھتی ہے کس لیے
ہیں پھول تو بہار کے گر باغ میں نسیم
بکری کی طرح میمے لگی کرنے سب ہنسے

سیپارہ پڑھ چکا یہ الف لام میم کا
سورہ دو گانا کل جو سنا حام میم کا
لکھنی ہوں ترجمہ یہ الف لام میم کا
پہچانتی اری نہیں شوشہ بھی میم کا
سیپارہ تم بھی پڑھ دو الف لام میم کا
صاحب کی میم نام جو کل بھولی میم کا

اے جان تیرا منہ ہے مجھے تو جو یہ کہے
سو بار قافیہ میں کہوں ایک میم کا

پروانہ لاکھ لائے وہ مژدہ اُمیم کا
اک ایک نقطہ پر اجی لیٹتے ہیں منتشرے
پایا مرض نہ کھوئی مری بیگماں کی جان
گلشن کی نو روش نہ مرے دل کو خار ہے
بی بی بنی ۔ نہ جائے گی بازی اپنی کی بو

۵۱

لو گی کبھی نہ مول جواہر مقیم کا
محفل مشاعرہ کی اکھاڑہ ہی بیم کا
تیمار سنتا ہو والی نکلے جنازہ حکیم کا
بچھڑے گی گل بہانہ نہ دم بھر نسیم کا
کیا ہو منہ ڈھے جو بادلے سے پڑ یتیم کا

ای جان ذکر آیا ہے تینوں کلام میں
سنتی ہوں میں سبح ۔ کا حضرت کلیم کا

کھمی بیچار پیسے جو کوئی لگائے گا
دل لے کے رنج دیگا سراسر کسی کو جو
اک دم نہ یاد بھولوں گی مرزا تراب کی
مٹی خراب ہوگی نہ آوں گی ہاتھ میں

۵۲

کیونکر نہ قرق کوڑ یا خاکم بٹھائے گا
بی اپنے دیدے گھٹنے کے آگے وہ پائیگا
گوئیاں یہ عشق خاک میں مجکو ملائے گا
مردہ اسی فراق میں تکیے کو جائے گا

بے علم ہوکے چاہے گا جو سرخرو ہوں میں
ای جان فاضلوں میں وہی منہ کی کھائے گا

بدگماں ہے دل اُس نگوڑے نٹ کھٹ کا
بڑھا جو باجی نہ پھر وا انبال آ پھٹکا

۵۳

لگایا میں نے جو سرمہ منّے کا دل کھٹکا
کہ جس کی ماں نے سدا غلہ میرے گھر پھٹکا

یہ رنگ ہے مرے شمشاد کی اچی ہٹ کا
نہ آئے پاؤں پڑے لاکھ سب پٹنے سر پٹکا
چلن رہا نہیں دنیا میں اے زناخی جان
وبالِ جان تجھے ہوگی اپنی او باندی
ہوئے پہننا جو ان کو بازو بند منصب
دھڑیں ہوا ابھی سوسن کے پھول اڑ جائیں
یہ آئنہ ہے وہ فانوس باجی کب دیتی

قدم نہ باغ میں رکھا ہزار سر پٹکا
نکاح بندھنے کو بھیجا کٹ را وپٹکا
کھجوری چوٹی فتح پور کی گوندھا وٹ کا
جو بال کنگھی سے ٹوٹا کوئی مری لٹ کا
یہ نو بہار تصدق ہے میری چوکھٹ کا
وہ رنگ ہے مری مسی کی بھی اودا ہٹ کا
چراغ دان ہو نے دیا نہ گھونگھٹ کا

یہ لونڈا اے جان فلانا بازیاں جو کھاتا ہے۔
کبوتری کا جبنا ہے دیا کسی نٹ کا

عجب زمانہ میں اندھیر اب ہے دیدہ جہاں
ہیں پیرزال زمانے کو چھانے بیٹھی ہوں
برا سمجھتی تھی سسرال کو میں میکے سے
دھڑی پہ جو مری مسی کی مرگیا سوسن
نہائی میں وہ ہوا پانی پانی اے خضر و

۴ دا کسی کمال کا کوئی نہ قدر داں دیکھا
وہ کل سے آئے ہیں دنیا میں اک جہاں دیکھا
وہاں سے آئی تو کچھ اور ہی یہاں دیکھا
موئے کی قبر سے اٹھتے ہوئے دھواں دیکھا
حیات خاں سا بھی کم او ہی بدگماں دیکھا

یہ وہ زمین ہے مضمون کو تہ بیت ملی
ہزار فکر نے اے جان لامکان دیکھا

۵۵

بال کھولے ہیں جو نکلی جمع میلا ہو گیا
حسن ہیرا کیا سپیرے کا تماشا ہو گیا

تیرے گھر والے کو اے شمس النسا کیا ہو گیا
کرتے ہی نانڈی ہوا بے مہر کیسا ہو گیا

قید ہی میں مر گیا چھوٹا نہ جیتے جی کبھی
اس نگوڑے عشق کا جو کوئی بندھوا ہو گیا

دل کا آنا گورے چٹے پر نہیں موقوف ہے
اس کی ہے عاشق ہوئی عاشق وہ میرا ہو گیا

کلموہی لیلیٰ کی خاطر قیس دیوانہ بنا
کونسی ایسی پری تھی جس پہ سودا ہو گیا

ایک ہی باقی نہیں ہے نوجوانی کی امنگ
کیا زمانہ ہے کہ دل لڑکوں کا بڈھا ہو گیا

اے مصور شکل سے مردوں کی نفرت ہو گئی
دیکھ کر تصویر عاشق کی یہ نقشہ ہو گیا

بیاہی اونچے گھر گئی نیچی پڑی لوگوں کی بات
منہ سے نکلا تھا جو میرا بول بالا ہو گیا

سچ تری تعریف کی لوگوں نے اے مریم نسا
کیسا ہی بیمار پہنچا آیا اچھا ہو گیا

جان صاحب دیکھئے دل صاحب کو پچتاتی ہوں میں
ایک جندری پر ستم بندی کے کب کیا ہو گیا

۵۶

جورو جو چلتا ترا تا بو نہیں اچھا
کچھ وہ ہے بری مردوے یا تو نہیں اچھا

عالم ہے خدا ذہن فضیلت کا ہے اعلیٰ
اس پہ بھی پڑھانی اُسے آتو نہیں اچھا

کیا دیکھ کے تیری پہ تو عاشق ہوا فرہاد
اس بات پہ ہونا تو ترا شرو نہیں اچھا

فتنی ہوں قیامت ہوں قیامت میں کروں گی
کرتی ارے حق میں یہ مرے تو نہیں اچھا

اُلٹی ہو سمجھ تو ہی عاشق ہوں میں آنکھوں کو [illegible]
مریم ہوا اعجاز سے جادو نہیں اچھا

مرجان مجھے دیکھ کے لہرائے نہ ہوئیگا — پانو سے مری شوخ کا باندھ نہیں اچھا
بے آبرو ہوگی جو خصم اُس کا سُنے گا — گوہر کو بنانا ہوا لولو نہیں اچھا

بے چین ہوئی فکر بہت کروٹیں بدلیں
ای جان ملا شعر کا پہلو نہیں اچھا

۵۷

گھر چھوڑ کر وہ نکلا کیا کامیاب ہوگا — در در پھرے گا اُجڑا اجانہ خراب ہوگا
وہ سو رہا ہوں رنڈی ڈرتی نہیں کسی کی — ماریگا مردلڑ کے کیا فتحیاب ہوگا
مجھ زال نے جنے ہیں رستم سے لاکھ بچے — بچا گیدگا نوک دم گو افراسیاب ہوگا
جو شوہر ہوں لٹورا کھتی ہوں اُس کے جی میں — چڑیا حلال کر دے تجھ کو ثواب ہوگا

کھلوا نہ منہ لگیں گی ای جان تون مرچیں
جھل بھن کے یہ ابھی دل تیرا کباب ہوگا

۵۸

ہوئی ضعیف میں رنڈیا نہ وہ شباب رہا — عجب ہے رسم دولہن جان ہی خطاب رہا
جب آیا گھر میں فلک سیر جانِ دنیا کر — تمام رات مری جان پر عذاب رہا
یہ کیا سبب ہے اجی آج مہرباں ہیں آپ — ہمارے جوڑے پہ کل تک تو تھا عتاب رہا

ہر ایک شخص کے عشق ہوئی ای جان بچے اچھا
سدا بہار سے گل باغ میں گلاب رہا

٥٩

سوت کیسی خود ہوا دلبر وہ سوکن ہو گیا | جان صاحب جان کا بندی کی دشمن ہو گیا

جان کے لالے پڑے ہیں دوستی در گور ہو | جس موئے کو دل دیا بنڈری کا دشمن ہو گیا

جوت کیا باقی رہے آنکھوں میں بہا آنسو نہیں | ان چراغوں کا تو نرگس خشک روغن ہو گیا

کیا ماؤں اندھیرا ہے آئی نہ مسی شام تک | اپنا اس دھوکے دھڑی میں کام سوتن ہو گیا

میں ہوں روتی جان صاحب تو اُڑاتا خاک ہے
تجھ کو ہولی ہو گئی بندی کو ساون ہو گیا

٦٠

ابکی سسرال سے میکے تو ہو جانا میرا | یاد رکھو اسے پھر ہوگا نہ آنا میرا

آ تا کیا پوستی کی جائے گی او پیا او پیا | مرنے جوگے یہ نہیں خوب ستانا میرا

دل جلی کوکھ جلی مانگ جلی دکھیا ہوں | ٹھنڈا رکھے گا تجھے او ہی جلانا میرا

تم اگر روؤ گے تن پیٹ کو روٹی کپڑا | کیا خدا کے بھی نہیں گھر میں ٹھکانا میرا

میں ہوں سوت کے جیسے چاہوں لڑا دوں تجھ سے | بال باندھا ہے یہ چوٹی کا نشانا میرا

مرثیہ خواں جسے سن سن کے بوا روتے ہیں | سوز جیسا کا ہے دیوان فسانا میرا

بن کے جوگن رہوں جنگل میں رماؤں دھونی | اب ہو مجنوں کی طرح گیروا بانا میرا

شوہر کی ماں یہی کہتی ہے بہو سے اپنی | یاد رکھ بچی یہ کہنا نہ بھلانا میرا

پیسا اُٹھے گا جب مجھے تو نہ کفن تک دینا | قبر میں جائے جو جوڑا ہے پرانا میرا

پوتوں والی میں ہوئی اور تو اسوں والی | آج تک بیاہ کا ہے جوڑا اٹھانا میرا

جاؤں دوزخ میں بلا سے تری جنت ملے | بعد مرنے کے بھرا گھر نہ لٹانا میرا

بو رہا سونا ہے رونے کو تو کافی ہے — کوئی پرسے کو بھی آئے نہ یگانا میرا
گنج سے لاتی تھی دو دال اٹھاتی چاول — غیر کی ہانڈی میں پک جاتا تھا کھانا میرا
میں اجی نام خداوندی یونہی پلتی تھی — تھا اسی طرح سے آٹے کا بھی لانا میرا
کوئی مجلس مرے مرنے کی نہ کرنا بیٹی — کھانا پکوا کے کہیں دل نہ پکانا میرا
بیبیا اٹھنے سے مری روح کو صدمہ ہوگا — یہ نصیحت ہے مری دل نہ کڑھانا میرا

یہ کسی وقت کی اے جان سنی تھیں باتیں
صدقے خالق کے وہ ہے آج زمانہ میرا

۴۱

ٹیسوں کا بال بال پہ اب تھانہ ہو گیا — کنگھی جو کی تو سوچ کے یہ شانہ ہو گیا
جورو کو مار اجا کے موئے ہیجڑے نے آج — نامرد میرے نرکھے سے مردانہ ہو گیا
نیچے ہوا زمانے کی تجھ کو بھی لگ گئی — مستانیوں میں بیٹھ کے مستانہ ہو گیا
لیلیٰ سی تونے پائی ہے گیا کوئی کل ہو ہی — مجنوں کی طرح مردوے دیوانہ ہو گیا
بچی کے واسطے جو کھلونے منگائے ہیں — گھروالا گھر کو کہتا ہے بت خانہ ہو گیا
باجی برا نہ مانو اس اولاد کے سبب — پوچھی ہے سینتلا جو کبھی دانہ ہو گیا
صانع بنا ہے ادھر دیکھو خدا کی شان — بڑھ کھبس لگا ہے بکنے وہ دیوانہ ہو گیا
روشن ہے جب سے شمع کا گل لینے آئی وہ — دل جب لگن پہ آپ کا پروانہ ہو گیا

اے جان جانی دوست مجھی تھی دل کے بیں
الفت میں بیگانا بھی بیگانہ نہ ہو گیا

۶۲

کیا عجب منہ پہ دوگانہ کے اگر تل آیا — ایک نقطہ نہیں قرآن میں باطل آیا

طے کیا عشق کا جھگڑا نہ کسی قاضی نے — اس عدالت میں ہوا کوئی نہ عادل آیا

سوت چھپا مری انگاروں پہ ہے لوٹ رہی — کیا مرے ہاتھ سوا لاکھ کا ہے بل آیا

میں نے حاتم کی طرح دی ہے اسے بے مانگے — جو مرے حسن کی دولت کا ہے سائل آیا

آبرو اس قمر کی ہوگئی پانی پانی — لوگو اس چاند سے منہ کے جو مقابل آیا

کیوں چھپاتا ہے ارے کہہ گئی دلبر مجھ سے
جان صاحب ترا بھی جان پہ ہے دل آیا

۶۳

سخت جنا ہے اوہی پائل کا — کیا برا وقت ہے یہ مشکل کا

جس کو روشن چراغ کہتے ہیں — داغ چند وہ ہے مرے دل کا

قدر سب کی فقط بنا دے ہے — خوش ہو لگتا مکان ہے گل کا

آئے گی پھیر میں وہ ریوڑی کے — ہوگی جس دم حساب تل تل کا

گر یا لیلی ہے گر تو مجنوں ہے — تم کرو کام ہم بھائی نوفل کا

ان کے دفن کرنے میں پڑیں پتھر — سن کے خاتم مرض ہوا سل کا

ای سلیمان خاں وہ ہوں بلقیس — میبٹ دوں خط نقش کامل کا

تم سے جن کو اتاروں شیشہ میں — ہوں پری یا دفن ہے عامل کا

ایک ہی ہے یہ کھو جڑے پیسٹا
جان صاحب برا ہو اس دل کا

(ردیف ب)

٦٤

کہہ مجھ سے صاف اٹھ کے لے پیر آفتاب — قمرن کو میری چاہتے ہیں میر آفتاب
چکرا کے آسمان سے آتا زمین پر — میری ہی تیری ہوتی جو تقدیر آفتاب
چاندی کا طوق تارا کا مہتاب نے لیا — سونے کی میری لے گیا زنجیر آفتاب
واری میں اس کے معجزے کے نام کے تناؔ — کرتا تھا جس کے حکم سے تقریر آفتاب
ناحق جو تیری طرح جلاتے ہیں وہ مجھے — میری خطا نہ ہے تری تقصیر آفتاب
نعمت نہ نکلے دھوپ تو بچے نہ ایک اناج — ہے حق میں دانہ بال کے اکسیر آفتاب
مہتاب کا ہے سامنے جس کے سفید رنگ — وہ میرے گنجفہ میں ہے تصویر آفتاب

بے یہ تختی نہیں ہے طرح کی ہے پیروی
اے جان اوہی کیا کہوں خوکیر آفتاب

٦٥

میان سے باہر ہیں اندر کچھ نہیں اسباب اب — اک مرے قبضے میں ہے شمشیر عریاں کی آب
کانپتی ہے ڈر سے گائے کی طرح سب ہڈیاں — صادر کا حاکم ہوا وہ مردہ اقصاب اب
کیوں سدا جاگوں نہ شب کے نیند غم سے اڑ گئی — میری ضد سے سوتن کو پہنا دینگے کمخواب اب
ایسی ہیبت آئی اے مہتاب خسرو سے سنا — مل گیا دریا میں برج کند کا تالاب اب
جلد نرگس کا کنول جائے بنفشہ کا بخار — ایک کو نسخہ عمل دو ایک کو جلاب اب

اُن کا مطلب ہے کہ تو مجھ سے جدا ہو گا تو
زہر شبیر نے ہی کھانے میں ملایا دیکھ لو

سمجھی ای خورشید وہ لاگے جو ہیں سرخاب اب
چینی خانے سے منگا کے باجی ہنچی تاب اب

اُڑ گئے ہیں ہوش مرزا کی جدائی سے مرے
جان صاحب دل کا پارے کی طرح بنیا اب

۶۶

پہنیں خورشید کے چشمے میں آفتاب اب
نو کھنڈ بارہ دری ہے عرش کرسی سے سوا
حوریں بھٹیاریاں غلماں مسافر ہوئے!
باغ تو جنت ہے اور رضوان ہیں چھوٹے یہاں

چاند خاں جو ہی حسین آباد کا تالا اسباب
ٹرح ایسے ہونگے گردوں پہ ای مہتاب اب
دیکھی دنیا کی سرائیں ہی سرا نایاب اب
خضر و کوثر ہی حسین آباد کا تالاب اب

جان صاحب حشر تک آباد یہ رستہ رہے
اور ملکوں میں تو ہی ایسی سڑک نایاب اب

۶۷

غیبت کی۔ ادہی۔ یہ کیا شیطان کیا غضب
کیونکر تیرا اب خیال کے بیگم جاؤں گی تیم
اُڑتے ہیں میرے ہوش چھپا دو تو یہ نہیں

ٹوٹے گا تیری چھڑی پہ اللہ کا غضب
اُڑتی ہے خاک چاتی ہے کیسی ہوا غضب
بیٹا تمہاری کرتی ہی باتیں یہ اغضب

بیاہ کے لائی ہو نگیب جو دوں تھوڑا ہی
کس حجتی کا ہے دو آج کا دن آج کی رات

تیسرے دن نہیں جاتے ہیں کسی کے گھر سے
اور رہ جاؤ تو آج کا دن آج کی رات

جان کی خیر ہو صدقہ اجی کچھ دے ڈالو
جان تم پہ ہی کرو آج کا دن آج کی رات

۴۰

کہہ رہی مہتاب نے مہر سے ملاقات کی بات
پیٹ کی ہلکی ہو اک دن نہ بچی لات کی بات

آپکے دم میں آجاتی ہوں میں بھولی ہوں
کھاتے پیتے تم ہو نہیں سوجھتی ہے گھات کی بات

سمجھو مطلب تو ذرا کیا کہا صاحب نے مری
طعن کی طعن ہے یہ اور اجی بات کی بات

بجلیاں مانگ کے رلواؤ گے پھر اے دل ظالم
یا وہی بھولی نہیں اگلی برسات کی بات

بی دوگانا سنا ایمان ہے جاتا اس میں
بول ہم ٹھٹھا کرو واہی خرافات کی بات

ایک دن کا جو ہو مہمان تو کیجے خاطر
روز کی کس کو خوش آتی ہے مدارات کی بات

بات بھی اپنی گئی اور نہ چڑھا داؤں پہ وہ
جان صاحب نے بڑی چال سے یہ بات کی بات

ردیف ث

۴۱

ہیں گلا کرتی نہیں کرتی ہو تم شکوہ عبث
آج دفتر پچھلی باتوں کا بڑا کھولا عبث

گر گشتن روز اول مردوں کی ہے شل | قرق تم جو روپے کے تے ہو اے ٹھیا عبث

دور وپی بھی گر نہیں تھے پاس دینے کے لیے | اشرفی خانم ہو کا تو نے منہ دیکھا عبث

ہو نہ کچھ سکتا نہیں منہ سے پٹاتے ہیں ہوس | کرتے ہیں نامرد ہو عشق کا چرچا عبث

پھر چلے گی چوٹ جھرن سے سنارا جان آج | چاند خاں گھر میں سے جھنجھنا کو لایا عبث

ٹیڑھے ہوتے ہو جو سیدھی بات پر تو خوش رہو | ہیں نے منگوایا تھا آٹا لائے ہو ترچھا عبث

پائجامے پر کرن کے کیا کھلے اس کی بہار | میر گل باندھا ہے طبل چشم کا پٹکا عبث

بھڑوئے بے فیضوں کے آگے جان صاحب ٹھٹھا
قدر کچھ کرتے نہیں۔ ہے ریختی کہنا عبث

خون اپنا یہ کیا یاقوت نے پنا عبث | ۷۲ کوٹ کر کھایا میاں الماس پر ہیرا عبث

عالموں چاہت کی دیوانی ہے مجنوں کی طرح | جن کا سمجھے ہو پری خانم یہ تم سایہ عبث

اس چلن سے دھن نہ چڑھ جائیگا کھوٹی بات ہے | بیکے گھن اے اشرفی خانم دیا ٹھگا عبث

کوٹھے یا خانم بوا چھاتی پہ کیا لے جائے گی | شدھم کے بچوں نے رکھا جوڑ کر پیسا عبث

میں ہوں تم پر جان دیتی تم ہو مرتے سوت پر | جی جلانا ہے تمہارے واسطے میرا عبث

چونڈا ہر ہے نہ سر پر چون لے لیتیں خاں | ہے چھری پڑھ کے اجی قرآن میں کھانا عبث

آج ہی کھالو کھلاؤ کل کی کل کے ہاتھ ہے
جان صاحب خرچ میں کرتے ہو تم صرفہ عبث

داغ وہ منہ زور دو بگلا لے دیا گھوڑا عبث ۔ یار پہ دولت قدم کرتی ہی اب کوڑا عبث
داغی جائے گی چھچھوندر ناک بھی ہو گی قلم ۔ پھلجڑی کی طرح فقرا چل کے یہ چھوڑا عبث
تم نے اُس کا کونسا ثابت کیا کھوٹا چلن ۔ اشرفی خانم کی چنڈری پہ ستم توڑا عبث
کیا برابر دائی کے انا نہ تھی انعام میں ۔ حق تو اس کا تھا بہت حصہ ملا تھوڑا عبث

عشق میں جراحنی کے اپنے دل کو آپ نے
ہو بنا باجان صاحب جانکے پھوڑا عبث

ردیف ج

چنگیز خاں سے کم نہیں خونخوار کا مزاج ۔ دشمن کا ہو نہ جیسا ہی میرے یار کا مزاج
کچھ پیچ ہی جو بگڑے بنی جان ہی حضور ۔ کیا جانتی نہیں ہوں میں سرکار کا مزاج
خود بواجی سکھاتے ہیں اپنی انھیں موئے ۔ باجی خراب کرتے ہیں سردار کا مزاج
مزدورنی کے عشق میں شاید بڑی ہوا ۔ گھروالا پوچھتا ہی جو دیوار کا مزاج
اپنے حرم سے تم نے منگائی بری خبر ۔ بہری سے کوئی پوچھتا ہی یار کا مزاج
دولت نسا سے اشرفی خانم نے سچ کہا ۔ ماشہ گھڑی میں تولہ ہی زردار کا مزاج
کیونکر خفا نہ تم سے ہو نرگس ستارا جان ۔ پوچھا کرو نہ رات کو بیمار کا مزاج
خاطر میں جیوں جیوں کرتی ہوں چنڈو کی ۔ ملتا نہیں فلک پہ ہی مردار کا مزاج
تسمے کی طرح بچّے سے کی بے مروتی ۔ کیسا بُرا ہی او ہی وفادار کا مزاج

پہلے نہیں کی۔ بعد کیا جس سے جو کیا
ہی ہی بہت بُرا ہی یہ انکار کا مزاج

کیسی ہیں بوڑھے چونڈے پہ یہ مہربانیاں
پوچھا جو آج ساس گنہگار کا مزاج

ہاں کے سوا نہیں نہیں آیا زبان پہ
ہرگز نہیں اجی مرا انکار کا مزاج

ناحق خفا جو مجھ سے ہو باجی تو خوش رہو
بھاتا نہیں اجی مجھے تکرار کا مزاج

اے جان دل حرام سے پرہیز کیا کرے
رہتا نہیں ہے آپ میں بیمار کا مزاج

سوکن سے میری کلی زمانے کی احتیاج
ہوتی ہے اس کو روز نہانے کی احتیاج

کنگلی نہیں بی زناخی۔ بڑی آدمی ہو تم
اب کیا ہے تیرے گھر نہیں آنے کی احتیاج

جو دال دلیا ہووے میسر مجھے وہ کھائیں
بھائی کو بھابی کیا ہے کمانے کی احتیاج

بی بی کا دانہ کھائے گی انگول کر ضرور
نز اگر نہیں ہے نہانے کی احتیاج

ناحق خفا جو ہوتے ہو مرزا تو خوش رہو
بس کوئی آج سے نہیں لانے کی احتیاج

مصری جو گڑ دیے سے مرے تو ہے یہ مثل
پھر اس کو کیا ہے زہر کھلانے کی احتیاج

گو لپیٹ نفاخ ہو ادہی بڑے فیلسوف ہو
اے جان تم کو کیا ہے سکھانے کی احتیاج

ردیف خ

	۷۸	
یہ تو شیریں کی ہے کہانی تلخ		ہو گئی سن کے زندگانی تلخ
سب سہوں گی خصم کی اے شکرو		نہیں سہنے کی بات جانی تلخ
بویا اُس نے کوئیں پہ نیم کا پیڑ		کیوں نہ خضر و ہو میٹھا پانی تلخ
کام فرماؤ عقل کو باجی		کیا بُری بات ہے جو جانی تلخ
ہر گھڑی مرنے سے اُلجھ پڑنا		غصہ کر دے گا یہ جوانی تلخ

جان صاحب بہت سنا نہ کرو
ہے بُری عشق کی کہانی تلخ

	۷۹	
تو دوپٹا اوڑھ کر نرگس ہوئی بیمار سرخ		اب نہ باندی ڈالیو موباف تک نہار سرخ
بی اماں یہ وہ ہی خاک شفا عشری کی شبا		ہو گئے دانے ہیں اس تسبیح کے سو بار سرخ
پان کھا کر جو ہنسی گوہر تو اُس کے عکس سے		موتیوں کا ہو گیا باجی گلے میں ہار سرخ
نیلا پیلا کیسا ساتا نہ دولہن کو چاہیے		منگا جوڑا چڑیوں کا لادے انی نہار سرخ

جان صاحب کس کی منڈیا کاٹ کے آیا ہے بی
ہے لہو سے آج اُس خونخوار کی تلوار سرخ

۸۰

پھولا میر گل ہوا پہنے ہزار سرخ
تاڑی پیئے تو کوڑی نہ فولاد خاں کو دو
کہتی ہے میری صبح کنور پھبتی شام پر
اس کلموہی نے مانگ میں سیندور ہے بھرا

دیگا نہ زیب مرد ہوئے کو زنہار سرخ
اپنے لہو سے اس کی کروں میں کٹار سرخ
ہوتا شفق کا رنگ ہے جب آشکار سرخ
کرتی ہے یہ گنواری بھی اپنا سنگار سرخ

کنکوا اک نگوڑے نے پیٹے میں ڈال کر
اے جان میری کاٹ دی کل مانگدار سرخ

۸۱

فتنہ انگیز اور آفت شوخ
سے ملکے مسی جو آئی ہے سوسن
آنکھ منڈی آپ تھی لڑاتی آنکھ
میری بچی تو ہے غریب بہت
تھی بڑی لال باغ کی مہندی
لڑکی ویدے کا ڈھل گیا پانی

بچی خیرن کی ہے قیامت شوخ
کیا جمی پان کی ہے رنگت شوخ
لے مری مجھ کو دہی تہمت شوخ
دیکھنے میں ہے اس کی صورت شوخ
ہاتھوں کی کچھ ہوئی نہ رنگت شوخ
حرکتیں کرتی ہے نہایت شوخ

غم کے ہاتھوں سے ہو گئی پھیکی
جان صاحب کی بھی طبیعت شوخ

ردیف د

۸۲

نوج ہوں آفتاب کی مانند — کیوں جلوں میں کباب کی مانند

ہوئی خورشید تیری باتوں سے — بھن گیا دل کباب کی مانند

بھابی! بیٹی کے گھر کے پانی کو — جانتی ہوں شراب کی مانند

گرمیاں مجھ سے کرتی ہو مہتاب — لو میاں آفتاب کی مانند

میں بھی ہو جاؤں کیا اجی ننگی — ہیں مرے بے حجاب کی مانند

ادھر آئی ہوا۔ اُدھر بھاگی — ہے جوانی بھی خواب کی مانند

کیوں نہ کشتی کا گو کھرونٹا ناؤں — ہے کٹوری حباب کی مانند

گھر کے دھندوں میں پھنسی صاحب — گور کے ہیں عذاب کی مانند

جان صاحب رہی نہ بات کی قدر
قند بکتا ہے راب کی مانند

۸۳

اگر سنے گا نہ کوئی مری یہاں فریاد — ابھی وہاں تو نہ جائے گی رائیگاں فریاد

جو اُس کی لاٹھی میں آواز ہے تو پاؤں کی — سوا خدا کے کروں کس سے بیگماں فریاد

نہ گھر میں ڈالے گی گوہر کو آبرو کھوئیں — کریں گی صدر میں جا جا کے کسبیاں فریاد

اے بھائی چوہدری اس عدل میں پنچ ہیں پھٹکار — کھوٹا جھوٹا ہو سچا کرے جہاں فریاد

نار توڑے تو ہیں دانت کھٹے جو بیں
ولایتی کرے اُن سے جو باغباں فریاد

پکھدو جان اگر اس کی جورو بھاگ گئی
چھوہنرے میں کرے جا کے لال خاں فریاد

مونھ پہ کیا پوچھا یوسف سے ہوا میرے بعد
عشق میں نام زلیخا کا ہوا میرے بعد

رات کو خواب میں لیلیٰ نے کہا بندی سے
تو نے پھر زندہ مرا نام کیا میرے بعد

جیتے جی بندی کا اللہ دکھائے سہرا
مجھ کو کیا لوگو جو گھر اُس کا بسا میرے بعد

سچ میں کہتی ہوں ہی بخش بُرا ہے داماد
رکھے عزت مری بچی کی خدا میرے بعد

قبر میں روح کو صدمہ مری ہوگا مرزا
سوت بچوں پہ اگر ہوگی خفا میرے بعد

کارخانے میں خدا کے نہیں کچھ دخل ہوا
بچے تم بھولے جنہیں بیاہ ہوا میرے بعد

منہ پہ جو چاہتیں کہ لیتیں بُرا یا کہ بھلا
اُن سے کرنا نہ ٹھنا باجی لوگا میرے بعد

بھیا فرہاد ہی تھے جان جو دی شیریں پہ
تم نہیں ایسے دکھاؤ جو وفا میرے بعد

بھولی کس پر تمے پہ ہوا دے کے بنّو
اس نصیحت کا اُٹھاؤ گی مزا میرے بعد

جتنی جب تک کہ ہیں ہے ساری محبت صاحب
ایسے تم بیاہ کرو گے نہ بھلا میرے بعد

دل نہیوں کا بہت ہوتا ہے نازک بنّو
جان صاحب کو گھر کنا نہ ذرا میرے بعد

ردیف ذ

۸۵ ای میری اچھی دوا کیا ہوا میرا تعویذ — نہ ہوا ان نہالچے جو ہو دیکھا تعویذ
چاندی سونے میں تو منڈھوا نہیں صلا تعویذ — ہنستے لگ جاتا ہے جو ہو دل کے نگوڑا تعویذ
پانس منڈی سے تو پوشیدہ منگایا تعویذ — خوب اچھنبے ہے جو نوبر نے چڑھایا تعویذ
نقش دل پہ ہے یہ اس بندی کے بیسوں سوکے — بست دربست کا کوکا نے جڑایا تعویذ
چاند سورج نہ علی بند نہ ہیکل لائی — ماما کیا لے کے کروں گی میں اکیلا تعویذ
جو کہ تقدیر کا لکھا تھا ہوا وہ باجی — کام آیا کوئی گنڈا نہ کسی کا تعویذ
سوت کی آنکھوں کے جادو سے ہوئی کیا پیا — پوست پر آہو کے لکھوا کے جو باندھا تعویذ
سوت کے منہ کو لگے سات نزدوں کی لات — میرے چوڑ لے میں اسی نے بڑا اگاڑا تعویذ

سحر کیا کام کرے جان پہ اور کیا جادو
نقش دل اس نے کیا نادعلی کا تعویذ

ردیف ر

۸۶ جب گھر میں آئے ڈھونڈ چکی بستر کر — خالی ہی ان کی آئی ہے مجھکو نظر کمر

لچکے ہزاروں کھاتی ہے چوٹی کے بوجھ سے
مٹکانی کیوں بڑا کیا پاجامے کا یہ گھیر
عنبر سے اور مشک سے گھسواؤں گی تجھے
میں بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گئی

نازک وہ گانا جان پی ہے اس قدر کمر
پیری تو چکلی چوڑی تو نیچی اس قدر کمر
صندل نہ تو نے مرزا کی پکڑی اگر کمر
مردوں کا منہ چڑاتی ہیں اب باندھ کر کمر

روٹی خدا کے ہاتھ ہے ای جان گھر میں بیٹھ
کیوں باندھے بانٹ پھرتا ہے تو در بدر کمر

۹۷

گھر میں بولی نہ سٹرن سمجھی سٹرن سے باہر
دونو بیجا ہوئے جل جل کے یہ لعنت کا بُرا
ساتھ سوتیلوں کے تم جاتے ہو کھیا پردیس
رہ کے یکساں ہیں کہ بنو نہ چھوٹی باتیں
زنگ لائے گا یہ منہار ہی باجی بنو

ہاں لڑکی صبح کو نہ شام بن سے باہر
نہ ہوئی شمع نہ پروانہ لگن سے باہر
رہنا ہشیار ذرا بھائی بہن سے باہر
ہو نہ تو اشرفی خانم کے چلن سے باہر
اپنے گھر سے ابے کر لا کہ تجن سے باہر

۹۸

مر جاؤں تو نہ آوسے وہ بندی کی گور پر
دی جس امیر نے جلی کوڑی فقیر کو
پروانے باجی صبح سے مرتے ہیں شام تک
روشن علی و بیٹے کی تو ہوتی ہے دستی
کھا جائے گی ہر ایک کو ڈائن نہ چھوڑے گی

کیا ہوں گدھی پر جان دوں سر اہم گور پر
سمجھا وہ پھیرا چونا یہ جانم کی گور پر
روتی ہے شمع رات بھر عاشق کی گور پر
جلتا چراغ گر نہیں خانم کی گور پر
تعریف لکھنا گور کی یہ میری گور پر

ہی جانور جو روح پہ چڑھ بیٹھا ہی - اجل		بھتنی کی بھتنی کہتی ہوں جنگلو کی گور پر

مہمل ہی ایک قافیہ کا کہنا بار بار
کیا اب رہا ہی "گور پر" اے جانؔ گور پر

رہ رہ کے غصے آتے ہیں باندی کی گھور پر	۸۹	کیا رنڈی سا ہو کاری سے مرتی ہی چور پر
خونی قصائی صدر کا حاکم ہی لعل خاں		کوٹے پڑیں عجب نہیں مہندی کے چور پر
رنگیں کی ریختی ہی سخن میرا انبتر		فیتے کو فوق کیوں نہ ہو اے باجی نور پر
جھجر میں باجی ایک مسلمان تھا گنوار		یہ حالت اس کے گھر کی نظر آئی زور پر
دلوایا شب برات میں مردوں کا فاتحہ		لوٹے گھڑے پہ بڑھنے پہ مٹکے منڈور پر
دریا کنارے خضر و پہ کل دل میں آئی لہر		پن گدی کا آج نخ کی اڑاؤں میں ڈور پر
نرگس خدا دے عشق کے بیمار کو شفا		یہ کوڑنا مرض تو اجل کے ہی زور پر

اے جانؔ میرے داغوں کی پاتا نہیں پتا
ہی جھاڑ کے نکلتا ہر سال طور پر

آج جو وعدہ کیا تھا پھر گیا وہ بیر پر	۹۰	اب نہ جا لعنت کراؤ منگلو سے بے پیر پر
کل پری خانم سے چھپ چھپ کر تم چھپا دیوانی لڑکی		دو روپے کی اشرفی خانم ہوا زنجیر پر
ختنہ میں حیران ہوں نسبت ٹھہرتی ہی سب		سنگیں خانم کی اجی پتھر پڑیں تقدیر پر

کہا سچی اگلا زمانہ تھا۔ موا۔ منہار کو
فرنگی باندی ہی میری جان لگی بے حیا
اُس سے ملنے کی کوئی صورت نظر آتی نہیں

لاکھ نوٹے دیا بیٹے اک لاکھ کی زنجیر پر
چاہیئے رونا یہ ہنسنی ہی بوا تقریر پر
روز کرتی ہوں نئی تدبیر اب تدبیر پر

سچ کہا ای جان شکرو کی بڑی ہمشیر نے
دودھ پیتے جو ہوں اُن کا فاتحہ دو شیر پر

نماز پڑھ پڑھ کے تو گنا ہوں سے اپنے توبہ بوا کیا کر
نہ جان ہندو پہ دے۔ دوگانا خدا خدا کر خدا خدا کر
نہ دیکھ دولہ کو ساس نندوں کے آگے گھونگھٹ اُٹھا اُٹھا کر
نئی نویلی دولھن ہی بجی ابھی تو دو چار دن حیا کر
وبال جینا ہی دم اُلجھتا ہی کیا کروں بال ہیں بڑھا کر
جو اپنے عاشق تھے چل بسے اوہی مجکو جنجال میں پھنسا کر
نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے۔ مناعی رنڈی بٹھا کے گھر میں
بنایا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو تم نے ڈھا کر
وہ ایک دن تھا کہ میرے آگے فرشتے کی تھی نہ دال گلتی
بھرے ہیں گالوں میں اندچاول کریں وہ باتیں چبا چبا کر
کریں وہ مجھ پہ نہ قرق اتنا کچھ اُن کے گھر میں نہیں پڑی ہوں
کڑوروں ایسے بگاڑ ڈالے گھروندے میں نے بنا بنا کر

یہ ڈرہی چھپکلی کی طرح سر پہ نہ تیرے چڑھ بیٹھے چوٹی والا
کنواری بالی ہی موتی بیگم نہ بال کھولے ہوئے پھرا کر
لگائی سوسن نے ایسی مسّی کہ جیسے بطخ نے کھائی کیچڑ
کسی نے مارا ہی منہ میں تھپڑ نہیں یہ آئی ہی پان کھا کر
وہ بات اگلی نہ یاد رکھی ابھی سے بھولے ہو میری چاہت
مجھے نہ کھونی تھی اپنی عزت تمھاری دم بازیوں میں آ کر
سوا تمہارے کسی ہیں نے نہ رکھ کے روٹی پہ بوٹی کھائی
اگر نہ مانو اُٹھاؤں بیسوں کلام صاحب ابھی منگا کر
خدا نے چاہا تو ٹھنڈا یم بیٹوں رہیگی سورج کی طرح چندو
چلی ہوں دنیا سے جانی بھنتی اُسے نے مارا جلا جلا کر
گیا تھا گنگا مہاجن آتے ہی پہنچا بالے میاں کے میلے
نہ ٹالے بالے بتاؤ صاحب منگا دو بالے مرے چھوڑا کر
نصیب سے بدھا اگر ہی میرا مچلتی نکلے گی گھاٹ اُس کی
وہ سکھ نہ پائے گی جس نے بھیجا ہی اُلٹی پٹی نہیں پڑھا کر
جوئے کی جس دن سے لت پڑی اُن کو کیا کہوں تجھ سے حال خفتہ
جو چاندی سونا تھی لائی میکے سے لے گئے وہ ذرا ذرا کر

جدائی اُس کی تو ایک دم کی نہیں گوارا ہی مجکو لوگو
تمام کنبے کو چھوڑ بیٹھی ہیں جان صاحب سے دل لگا کر

ردیف ز

۹۲

چلتی شراب باغ میں ہی صبح و شام روز
پھول آفتاب پیتا ہی ای پری مدام روز

چلمے پہ چلمے دیتا ہی وہ پوچھتے نہیں
آقائی کو وزیر بہو کا غلام روز

محشر میں کیا خدا کو وہ منہ دکھلائے گا
بہنوئی کے حرم سے ہی کرتا حرام روز

میکے میں جا کے ماما جی کہدیا کرے
تسلیم بندگی مرا مجرا اسلام روز

ای جان کس طرح نہ مرا ناک میں ہو دم
آآکے جب ستائے نگوڑا زکام روز

۹۳

اک دل پہ غم کے لگتے ہیں تیغ ہزار روز
شیشہ ہمارا ہوتا ہی بی سنگسار روز

کیا کیا نہیں کھلاتا ہی پروردگار روز
خورشید کیوں نہ شکر کروں بار بار روز

دل کا کنول کھلا نہ ہوا ایک خار روز
وہ آئے چار باغ میں ہیں تین چار روز

دولت قدم تو گھر میں پیا وکی پڑ گئی
کوٹھا کرے گا کس پہ چابک سوار روز

جاڑوں میں ایسی گرمی نکالی امیر سے
نرگس پہ پھنسیوں چڑھتا ہی گلشن بخار روز

جورو کا اس پیلے کی چھڑوا کے طوق دو
گردن پہ میری ہوتی ہی آکے سوار روز

تسبیح ان کی دانا ہی ڈورے کو جا تو چال
عمامہ ان کی پھٹکی ہی کھیلیں شکار روز

سجدوں میں سر رگڑ کے یہ کتنا بڑھاپے میں
جگ میں گھٹے نہ شان بڑھے اعتبار روز

دنیا میں رام کرتے ہیں دولت کے جانور الجھی پھنسا ہی لیتے ہیں یہ بیشمار روز
تکلے کی طرح سیاہ شئی ہو چل گرڈی میری سونتا چرخے کے بل کی لیتے ہیں اب شتہ و آر روز

بی جان جان کیا گئیں کب تک وہ آئینگی
ہفتے کے پیر خاں ہیں ابھی تین چار روز

گفتگو کرتے ہو کیا اپنے نمکخوار سے تیز ۹۴ لون کھایا ابھی جاتا نہیں بیمار سے تیز
اُس پہ نوکرتی ہی چرب زبانی باندی مرچیں منگوائی ہیں کیا خوب ابھی بازار سے تیز
سیکڑوں اب تو ہیں گاہک مری ہو کیوں نہ غرور جنس ہو جاتی ہے بی جان خریدار سے تیز
آ گئے رنڈی کے نہیں مرد کی کچھ اصل اجی پھول چنیا کے ہیں بیلے کے کہیں ہار سے تیز
کیونہ ہیں بانتی بی آگ بگولے سے سوا رات کو ہو گئے مرزا مرے انکار سے تیز

جان صاحب سے جو لگوایا ہے سرمۂ نرگس
خوب کروائی چھری تو نے گنہگار سے تیز

اس کی الفت کہ دل اپنے ہیں قربان عزیز ۹۵ مال کیا چیز ہے یوسف کیوں جان عزیز
دوست بن بن کے نہیں پوچھتے باتیں دل کی کھول دیتے ہیں یہی دشمنوں کے کان عزیز
دودھ نا جس کے نہیں ہونٹھوں کا سوکھا یوسف قدر کیا کرنا زلیخا کی ہے نادان عزیز
کی زنانی نے جو داماد کی دو دن خاطر کیا نئی بات ہے سب سمجھتے ہیں مہمان عزیز

آج تو چھٹی محرم کی ہی درگاہ چلیں
حاضری کا جی کر لیویں گے سامان عزیز

پاس پیسا تھا جی کو ٹرپا تھا تم جب تک
گھیرے رہتے تھے مری بیٹی کو ہر آن عزیز

غیر کیا مفلسی میں خاک تجھے پہچانے
جانکر ہو گئے ای جان جب انجان عزیز

ردیف س

۹۶ رکھا ہی جب سے سوگ دوگانا نے یار کا
مستی کی کچھ ہوس ہی نہ کچھ پان کی ہوس

مجکو چھوا تو کھاؤں گی الماس کوٹ کر
دل کی رہے گی دل ہی میں مرجان کی ہوس

چاندی تو کیا میں سونے میں منڈھواؤں اسے
ہو ڈھونڈنے کے تجھکو جو قرآن کی ہوس

عرضی لگا دوں جا کے عدالت میں شہر کی
ہاں لے مرد لیجو ان کو ہو ہتیان کی ہوس

گنگا کے پار کیوں بھری برسات میں نہ جاؤں
درگور ایسے جیتے رہو قربان کی ہوس

اولاد جیتی جاگتی جم جم ہو اس کے گھر
پوری خدا کرے مری بی جان کی ہوس

ای جان اب بلاے وہ دیتی ہی تجھ پہ جان
مٹی میں تو ملا نہ بنی جان کی ہوس

۹۷ ماں کا لازم ہی تم کو باپ کا پاس
میں ہوں جو رو کرو نہ میرا پاس

سوت سے گالیاں نہ کھلواتے
کیا زمانہ بُرا ہی - اچھی بی
اس کے نزدیک میں بہت ہوں دور
اِس خصم سے کنارہ کر حضرو
بات میں میری کیوں نہ وہ بولیں
بی دوگانا کا جب سلام لیا

تم کو ہوتا جو کچھ بھی میرا پاس
کوئی کرتا نہیں کسی کا پاس
اُس سے ہر بات میں ہو کرتا پاس
ڈوب مرنا تو جا کے دریا پاس
مجکو اُن کا ہی اُن کو میرا پاس
حق ہی میں نے کیا خدا کا پاس

ننھا کا تو نہ جان صاحب تم
اُس کو کس رشتہ سے بُلایا پاس

۹۸

ہاں سے ہم کو سوا ہی پیاری ساس
جو ہر ان کے کھایں ہیں بہوؤں پر
بولوں بڑھ کر تو ذبح کر ڈالے
آنا نیکے میں تم جبھی ننّو
حق ہے میں تھکی بوا بہو خانم
ہلکا جوڑا تو ہی یہ پہنے

باجی دنیا ہو اور ہماری ساس
چھریاں نندیں ہیں اور کٹاری ساس
ہی وہ جلاد لی ہماری ساس
آپ منگوا دے جب سواری ساس
اس سے میں جیتی اور ہاری ساس
دیکھو باجی ہی پہنے بھاری ساس

اُس کی رنڈی بھی ایسی ہی ہو گی
جان صاحب کی ہی گنواری ساس

ردیف ش

۹۹

ڈودن سے دانا پانی موئے کو حرام ہے
گوہر اسی میں خیر ہے رکھ اپنی آبرو
یوسف نے گھر میں ڈالا جو بازاری کو ہے

باجی یہ ہے حلالی کو مردار کی تلاش
لا جلد کر کے موتیوں کے ہار کی تلاش
جائے گی اس کے دل سے خریدار کی تلاش

اے جان دل دیا تمہیں تعزیہ دو مجھے
حاضر ہوں کل سے کیوں تھی گنہگار کی تلاش

۱۰۰

تھا کچھ تو چور دل میں جو سو بار کی تلاش
کی میں نے آہ رو کے تو ہنس ہنس کے بولے وہ
میں بھی تو بھولی بھالی ہوں بھوسے کے پاس ہوں
مونڈھے پہ بیٹھوں کرسی کی احمق بنوں ہمیں کیوں
خضر وہ ملا نہیں کہیں دریائے نار پل

کیوں مونڈی کاٹی رات کو تلوار کی تلاش
مدت سے تھی ہمیں بھی ہوادار کی تلاش
مکار تم ہو تم کو ہے مکار کی تلاش
وہ دل نہیں ہے اب جو کروں یار کی تلاش
اس یار کی تلاش ہے اُس یار کی تلاش

اے جان دل میں بیچوں گی اب کوڑیوں کے مول
رہتی ہے روز مجھ کو خریدار کی تلاش

ردیف ص

گزرا دن۔ تو نہ آئی پاس خواص ۱۰۱ اُڑ گیا دل سے کیا ہراس خواص

شرط ہے ہڈیاں تری توڑوں تو نے توڑا مرا گلاس خواص

نکٹی کھٹتی نہیں ہے چھینک تری سونگھی کیا تو نے اوبہی ناس خواص

مانگا آئینہ لائی تو تسلا ہو رہی ہے تو بدحواس خواص

پانچ چھ لیں مگر نہ ٹھہری ایک کوئی مجھ کو نہیں ہے راس خواص

باندی تجھ سے لوں میں بیاہ کروں نوج اس بندی کی ہو ساس خواص

کپڑے اُجلے ہیں پہنے زیور ہے پھر ترا دل ہے کیوں اُداس خواص

دور کر رنج۔ زہر کھا نہ اری! جان کا کچھ نہیں ہے پاس خواص!

آپ کے آگے اشرفی خانم لے گئی ہے روپے پچاس خواص

جانؔ صاحب کہیں نہ قصہ ہو
گاتی بے وقت ہے بہاس خواص

مجھ کو خوش آتا نہیں تیرا دوگانا اخلاص ۱۰۲ جو کوئی سامنے آیا وہیں جوڑا اخلاص

آج مجھ سے ہے۔ تو کل اور سے تیرا اخلاص ایسے ہرجائی سے ہو نوج گوارا اخلاص

بندی در گزری بہت روٹھ کے بیجا نہ ہنسو واہ صاحب مجھے ایسا نہیں بھاتا اخلاص

بن گئی جان پہ الماس کے سن کر جوہر	کہیا یاقوت نے ہیرا سے بھی پیدا اخلاص
گلبدن پاس جو کمخواب کیا کرتے ہو	راست کہہ وہ ہوا کس واسطے ترچھا اخلاص
دن میں سو بار نہ خورشید کے گھر جایا کر	اری مہتاب کریگا تجھے رسوا اخلاص

جان صاحب نہ کوئی کام ہمارے آیا
لاکھ مردوں سے کیا بندی نے پیدا اخلاص

ردیف ض

	۱۰۲	
جان صاحب سے میں دل بنّو لگاؤں کیا غرض		دیکھے دل بید کو صدمے اٹھاؤں کیا غرض
ہے بری حالت پچھلیاں سے بدتر بد بلا		بول کے پیچھے بلا اپنے لگاؤں کیا غرض
زہر کھا کر جان دی نرگس آنکھوں کی قسم		تیوری پر اُن کی کیوں لٹو ہے بہاؤں کیا غرض
ہے شکل بی جان پیچ - مرنے پہ مرتا ہے کوئی		لعل خال پر لال چندری کو گنواؤں کیا غرض
ہوگا جو ہانڈی میں ڈوئی میں وہ آئے گا نکل		بول کر خیرن سے بتو شر بڑھاؤں کیا غرض
جس کے پلے سے نہ دھیلی نام کو نکلا وہ بوا		ہوگیا دنیا میں ظاہر میں چھپاؤں کیا غرض
پائنچا بھاری کیا مہندی لگی ہے پاؤں میں		وہ مرے گھر کیوں لگے آنے بچاؤں کیا غرض
ہے اگر بے فائدہ مہندی ہاتھ باندھے یہ مرا		ننگ اپنا پاؤں پڑ پڑ کر جتاؤں کیا غرض
دانا بی بی کا نہ کھانا ہے نہ میلے سر سے ہوں		جان صاحب ادہی منگل کو نہاؤں کیا غرض

۱۰۴

خواہش پلاؤ کی ہے نہ پھولام سے غرض — تن پیٹ بھر دو ہے اجی آرام سے غرض
دن بھر تو اختیار ہے چاہو جہاں رہو — باہر نہ گھر سے پاؤں رکھو شام سے غرض
تقصیر چیت گلن کی نہ شمع بہار کی — بگڑا ہے کام سارا دلارام سے غرض
کوئی بھلا بُرا کہے کیا مجھ کو کام ہے — بندی کو ہے حضور کے احکام سے غرض

گلشن کے غم میں ہو گئی کانٹا میں سوکھ کر
کھاتی ہوں خار کیا ۔ مجھے آرام سے غرض

ردیف ط

۱۰۵

میں نے تو سمجھ کر نہ بھیجے الف خاں ہزار خط — تو نے نہ لکھا مجکو کبھی ایک بار خط
کیا باجی بھیجتا وہ نکھٹو بھلا مجھے — جس نے نہ پوچھی بات کبھی درکنار خط
میں لکھتے لکھتے تھک گئی آیا نہ اک جواب — کس واسطے میں بھیج کے ہوں شرمسار خط
رونے کا اپنے حال میں لکھتی ہوں اس لیے — اُس بے خبر کے دل کا یہ دھووے غبار خط
یاقوت نے سمجھ کے مجھے کیا لکھا ہے خط — میں اپنی ایڑی چوٹی پہ ڈالوں ہزار خط
آرسی کا پائجامہ جو پہنے ہے گلبدن — دنیا ہے نرچھی بیل ہے یہ کیا ہمار خط
سنبل نسا کی چوٹی کو زلفیں جو گوندھتی — لکھتی ہوں میں غلامی کا اسے نوبہار خط

مٹتا نہیں کسی کے مٹانے سے جان بی
پیشانی پر جو لکھ چکا ہے وہ دگار خط

١٠٦

در گور اُس کی باتوں سے ہونا ہے دم غلط
مرنہ وہ میرے سر کی ہے کھانا قسم غلط

لکڑی کے چور کا نہیں کرتا ہے کوئی خون
مہندی کے چور پہ کیا تم نے ستم غلط

کہہ کر چاو چلو اری تو جان کھا گئی
باندی نے کردیا ہے مرا او ہی دم غلط

گالی جو منہ سے نکلی ہو کاٹو مری زبان
تہمت لگا رہی ہے تمھاری حرم غلط

قرآن میں اُٹھاتی ہوں لکھی ہے بے خطا
مرنہ ابیان کرتی ہے دولت قدم غلط

دی کا خیال سُر کا نہ ہے تان کا اسے
میں سچا گا رہی ہوں یہ دینا ہے سم غلط

کرتے بہت ہیں غیر کے کہنے پہ اعتراض
اپنا کلام سوجھتا ہے جان کم غلط

ردیف ظ

١٠٧

ہے دلھن جان تجھے دولہے بیکار لحاظ
رات کو ہنو نہیں رہنے کا زنہار لحاظ

بدنہ پانی نہ کروں اُن سے بڑے بوڑھے ہیں
ساس سسروں سے دلھن جان ہے درکار لحاظ

ہر گھڑی آکے جیٹھانی مرے منہ چڑھتی ہیں
ایک دو بار کروں گی نہ کہ ہر بار لحاظ

باغباں چھوڑ دے گلشن کو مرا کہنا مان
کانٹے بوتا ہے کرے گا یہ تجھے خوار لحاظ

ہر کسی سے نہ اُلجھ جان بقول آتش
بات بڑھ جاتی ہے کھو دیتی ہے تکرار لحاظ

ردیف ع

۱۰۸

تو عشق کی ہی سر میں کیوں نہ ہو نثار شمع
پروانے کی طرح ہی جو ابے قرار شمع

چربی کی باتی تو لینگے باہر کے بیل سب
کیا کہنا جانیں او ہی گوڑے گنوار شمع

در گور ایک جا ہوئے جو جلکے دونوں ڈھیر
پروانہ اور سمجھی لگن کو مزار شمع

وہ چاند سا ہی میرے چراغن کا میری منہ
جس سے سدا رہیگی اجی شرمسار شمع

کافور چپت لگن ہوئی سب چربی اڑ گئیں
رکھ کے چلم میں لائی جو لونایکا شمع

پروانے مڑکے آتے ہیں بھنتی کہوں پڑا
ہی کھیاتی بٹیر کا گویا شکار شمع

اندھیر کیا خدا کی دوایہ بھی شان ہی
خانہ خراب ہاتھوں سے ہو اس کی چار شمع

انڈی کا تیل جن کو میسر نہو کبھی
روشن کریں وہ قوم کے کوری چار شمع

سچ کہتی چپت لگن ہی نہیں لیتی اس کا گل
روشن جو ہو مراد کی ای تو بہار شمع

روشن کرو جو اس کو تو وہ کھا نہ جائیگی
چربی سے شیر کی کوئی ڈھالے ہزار شمع

پروانوں کے یہ مرنے کی شادی ہی اس کے گھر
جھڑتے ہیں پھول چھوڑ رہی ہی انار شمع

گلگیر کلموہا موا بیچا کی شکل ہی
بچوں کی طرح روئے نہ کیوں زار زار شمع

ای جان دل میں شک ہوا اللہ دی مراد
گل ہوگئی مراد کی دو تین بار شمع

ردیف غ

۱۰۹

دیکھ روشن جل رہا ہی کس قدر اندھا چراغ
ہو دکھاتا شام ہی سے صبح کا نقشا چراغ

ایک بیٹی چاندنی خانم ہی بی مہتاب کی
ہی مثل جیسے اندھیرے گھر کا اُجیالا چراغ

رات دن نورِ عاشق سی ہی بیٹیا دو تجھے
ہی اندھیرا اُس جگہہ روشن ہو جس جا چراغ

دم مرا گھٹتا ہی یہ اچھی نہیں ہیں گرمیاں
رات کو دو دن سے کر دیتے ہو تم ٹھنڈا چراغ

ای چنبیلی ٹھنرنا جس میں نہیں ایک بوند تیل
لا دیا اندھے رونے نتّے ہی پھوٹا چراغ

لائی اُجیالی نتّی کل مخدوم کی درگاہ سے
ڈھونڈھ لا جلدی اری روشن کہاں کھویا چراغ

سیر گل کی روز کرتا ہی چنا فرمانیاں
پوست کھینچا جائیگا لالہ تجھے کر دیا چراغ

پھر میں خسرو سے ملوں ہو جان صفا کی مراد (خوب)
روز جاتا شام کو ہو چھوڑنے دریا چراغ

۱۱۰

آنکھوں میں تو بہار کے شاید سمائے باغ
جنت کے بی مقابلے میں جو بنائے باغ

اُجڑا ہوا خدا نہ کسی کو دکھائے باغ
باجی بلا مری بدی خانم کے جائے باغ

آبادی وہ اُجاڑ مرا کر کے آئے باغ
اِک پھل نہ چھوڑا باغ میں توڑ بہلا لائے باغ

یہ بیل بھی منڈھے چڑھے پھولے پھلے بہو
دل باغ باغ ہو وہ خدا اب دکھائے باغ

یاد آتے عیش باغ کے ہیں عیش اس گھڑی
ہوتا ہی خار کہتی ہو گلشن جو جائے باغ

چنپا نے جبکہ اوڑھا دوپٹا یہ چنپئی ۔۔۔ پھر زعفران کیوں نہ بسنتی کو سمجھے باغ

مہرن سی سرخ چاندنی خانم ہوئی سفید ۔۔۔ کچھ سا یہ ہو گیا اسے چھٹے ہیں جائے باغ

باغی ہوئی نسیم یہ مجھ سے صبا کنور ۔۔۔ مہندی اگر منگاؤں تو ہرگز نہ جائے باغ

نرگس سفید پوش تھی بیمار ہو گئی ۔۔۔ اودا دوپٹا اوڑھ کے سوسن نہ جائے باغ

گلزار خاں کی چاہ میں نرگس یہ زنگ ہے ۔۔۔ لگتا نہیں ہے دیدہ اب اس کا سوائے باغ

مالن نے کھٹا میٹھا ہی چھوڑا مرادی ۔۔۔ میٹھا جو پھل ملے تو ابھی وہ لٹائے باغ

آؤں نہال خاں کے نہ ہتھے میں ایک بار
اے جان لاکے سبزہ وہ مجھکو دکھائے باغ

ردیف ف

۱۱۱

آتی ہے اُڑ کے آنکھ پہ جو بار بار زلف ۔۔۔ جنگلو ہرن کا کھیل رہی ہے شکار زلف

گویا گھٹا نے آدھے چمن کو چھپا لیا ۔۔۔ مکھڑے پہ اُن کے ہے یہ دکھاتی بہار زلف

سنبل تسا یہ ختم ہوئی چوٹی گوندھنا ۔۔۔ چوٹی کی مورتی ہے مری تو مہار زلف

اُٹھتے دھوئیں ہیں دل سے میں کھاتی ہوں پیچ تاب ۔۔۔ زلفن کی یاد آتی ہے بے اختیار زلف

خود دم اُلجھ رہا ہے جدائی سے یار کی ۔۔۔ میرے گلے کی ہار نہ ہو تو بہار زلف

لاکھوں ہی مردوے تجھے دیتے ہیں اپنے دل ۔۔۔ اللہ رے کیا بڑھا ہے ترا اعتبار زلف

اری چپّی بڑھیا مرتی ہے - اک نوجوان پہ
جکتو نہ بازو بند علی بند سے ہے کام

ہر آن کس طرح نہ ہو اُس کو پہنن کے شوق
زیور میں مجکو باجی ہے اک نورتن سے شوق

کھاؤگی منہ کی دیکھو نہ پنجوں کے بل چلو
اے جان اپنے دل کو نہیں بانکپن سے شوق

۱۱۲

طور نے جھوٹوں کہا تجھ پہ ہو نیگا عاشق
ایسے ہرجائی سے بی کون نباہے خانم
جو نہ ماں باپ کا اپنے ہو ہمانی سچ ہے
لالچی بندہ ہے الفت کو بھلا کیا جانے
جان الماس نے دی موتی پہ ہیرا کھاکر
بات پوچھی نہ کبھی اور رہی اُس سے بگڑی کا

اتنی سی بات پہ میں ہو گئی خبیلا عاشق
کبھی مجھ پر کبھی تجھ پہ ہوئے مرزا عاشق
اوہی کیا ہوگا وہ جورو کا لنگوٹا عاشق
رکھ دیا ہاتھ پہ جس نے ہوا اس کا عاشق
جھوٹ اس میں نہیں جتنی تھا وہ سچا عاشق
اب جو نوکر ہوئی اُتا ہوئی دایا عاشق

جان فرہاد نے دی مر گئے بھائی مجنوں
جان صاحب ہے اکیلا تجھ پہ انوکھا عاشق

۱۱۳

بد بلا ہے یہ ہے بلا ہے عشق
حسن دریا ہے اسے بو انصر و
اے عزیزن پڑھا نہ لیخا نے

پری خانم سہتا بہ اہے عشق
دل کی کشتی کا ناخدا ہے عشق
دل ہے یوسف تو کھبڑیا ہے عشق

بتو لذّت اُٹھاؤ گی آ کے — اپنو نام خدا ہوا ہی عشق

پھر وہ اُترا نہ اسے پری خانم — جس کے سر پہ پری چڑھا ہی عشق

لاکھ بھوتوں کا ایک بھوت ہی یہ — کچّے جن سے بھی بس ہوا ہی عشق

اِس کو پروا نہیں کوئی مرجائے — ایسا بے دردہ ہوا ہی عشق

چشم بد دور دو پہ سے چار ہوئے — انکھ منڈی کو جواب ہوا ہی عشق

جب سے عاشق ہوں مجھ نگوڑی کو — کیا بُرے ہولوں بیچتا ہی عشق

جان صاحب ہی جان کا دشمن
دل کا پوچھو تو آشنا ہی عشق

ردیف ک

۱۱۵

لیں گے نہ میر مومنی میرا سلام کبتک — مجھ سے نہ وہ کریں گے دیکھوں کلام کبتک

ڈولی منگا کے ان کے گھر آپ ہی جاتی — بھیجو دوگانا باجی جھوٹوں پیام کبتک

پیچھے کے ہیں لگا کے سودوں کو خوب بیکلا — یوسف بنا رہیگا بی بی غلام کبتک

یسین خاں سے باجی دم ناک میں ہے میرا — ہر روز میں اُٹھاؤں جھوٹیں کلام کبتک

ستا بن گئی ہو تو چھوڑ پڑیں نہ بولی — پوچھا جو پڑھ کے چکوں گی میں دھوم دھام کبتک

اے جان کیوں تو جی رو ہندنی پہ کیا ہی مرتا — بیٹھا رہا کریگا تو اس کا نام کبتک

ماروں گی لات ہاتھ لگانے نہ دوں گی میں ۱۱۶ جاؤ اگر زمین سے تم آسمان تک
ہی ناک چوٹی ہاتھ ترے پاؤں پڑی ہوں پہونچے خبر کسی کے نہ یہ کانوں کان تک
ہرگز نہ بچے جان قیامت کی رات ہے جس دن یہ بات پہونچے بوا ان کے کان تک
گھر میں پڑی گنوار کے باندی میں بن گئی کو دو ڈول چھوڑی ہے کوٹے بوا میں نے دھان تک
صدقے انگوڑی تجکو کبھی دن لگے چہ خوش گھسنے تمہارے پانوں میں چلتے مکان تک
سمدھن نہ کھانے چوڑیوں کا مجھ سے گلا کرو تم نے نہیں چڑھایا دلھن کو نشان تک
نعمت نے توڑے بندی کی بندی خدا سے ڈر کتنے میں میرے بھیجا نہیں اک خوان تک
ڈولی کے پاس آ کے لگا کہنے اک موا آسمان ہو چلو جو ہمارے مکان تک
برسات کا تھی دو روکے اس گھر میں ہو بوا پانی تھا گھٹنے گھٹنے کہیں کان تک

ای جان تم ہو جاتے انجان ہو نہیں
یہ معتبرے کی نوبت نہیں اپنی جان تک

ردیف گ

بتو برسات میں سنگار کا رنگ ۱۱۷ سرخ اور سبز ہے بہار کا رنگ
سمن کے گھر بیٹھے مجھ سے باغ کا حال ہو گیا سبز نو بہار کا رنگ
نادہندی سے اشرفی خانم اڑ گیا تیرے اعتبار کا رنگ
شہر والوں کے آگے خاک ہے باجی اماں کسی گنوار کا رنگ

جان صاحب وہ چڑھ چکی کہسال
دیکھا کندن نے سو ہزار کا رنگ

۱۱۰

ایک ایک نگ میں اجی ہو ہزار رنگ
دکھلاتے ہیں بہاریں اپنی بہار رنگ

موتی کی طرح رکھے خدا سب کی آبرو
بے رنگ ہو محل کا جواہر نگار رنگ

جگلا ہے پیلی بھبت کا بیلو بجائے
ویرانی جائے دل کی اجی وہ سنار رنگ

پھولوں نہیں سماتی ہے پھولا م پہن کے
نیفے کا تو دکھاتی ہے جو بار بار رنگ

کیا جانتی ہے اشرفی تھا تم مجھے نہیں
کندن سنہرا بھاتا ہے بے اختیار رنگ

چنبا چرا کے لے گئی چنبا کلی مری
چھپتا نہیں ہے جو رکابی زنہار رنگ

گرگٹ کے خون میں اجی بیٹھا ہے یہ بچھا
چھیڑ ہوا بدلتا ہے جو بار بار رنگ

کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو
اس پر نثار کیجیے ستر ہزار رنگ

منہ زرد آنکھیں لال کپڑے جگی دہس
عاشق کے بوجھتے کے ہوا ہیں چار رنگ

چوٹے پہ ہی پتنگ ہے اری صبح سے چڑھا
مہرن پہ چل نہ جائے تو جیا ہی آتا رنگ

رنگریز آج دے تو ہے کل عید اور عشق
اے جان دو پٹہ چو رسی گیا درکنار رنگ

ردیف ل

۱۱۹

ای جان کام آئے اگر یہ تمہارے دل
حاضر ہی کیا عزیز ہو مجھے تم سی پیارے دل

بڑھیا کے پیچھے بیچے جوانی خراب کی
کس سے لگایا تو نے ہی آفت کے مارے دل

چلتا نہیں ہے زور محبت میں اس سے کچھ
غیرت یہ جس کی چاہئے گو ڑا اتارے دل

لاڈو یہ جی میں آتا ہے دیدے نکال لوں
کیا خوش ہوا ہی دیکھ کے تیر ستم شعار دل

دریا پری کا سایہ ہے کر چاندنی کی سیر
دیوانے تیرا بھلے گا دریا کنارے دل

خسرو سے جا کے ایک مہاجن اٹک گیا
جمنا کا خوب لگ گیا گنگا کنارے دل

ای جان جان سینے پہ تو رکھ کے ہاتھ دیکھ
اب تک دھڑکتا ہی یہ دہشت کے مارے دل

۱۲۰

بھائی یوسف کی سوت کو یہ بازار اصیل
پیسہ کر لائی نیا اپنا خریدار اصیل

کر لیا اپنا انھیں۔ آئی وہ مکار اصیل
بی بی ہیں باندی بنی۔ گھر کی ہے مختار اصیل

بنو اشراف کے جو ہر نہیں تکلیف کے
زنگ کھایا لاکھ ہو چھپتی نہیں تلوار اصیل

جان سولی پہ رہے گی مری بھیا منصور
بانسرے وہ ہیں نہ رکھو کسی طرح دار اصیل

سوت کے غم سے برا ہو گیا آزار اسے
چھوٹی نرگس کی روش بنی ہے بیمار اصیل

اب ہوا اس کو بتاؤں گی بڑی ہے منہ زور
باد کے گھوڑے پہ رہتی ہے یہ اسوار اصیل

خوب بڑھی اشرفی خانم نے کیا گٹھنا پا
کنگھی آئی۔ اجی! بن گئی زردار اصیل

ٹھنڈی سانسیں نہ بھرو کھوئی گئی گر بندوق
عملی۔ ننھی نہیں ہے وہ ں گی ہوادار اصیل

پاؤں کی جوتی بھی کیا خوب لگی سر چڑھنے
مجھ سے ہر بات میں کرتی ہے یہ تکرار اصیل

اور آ جائے گی بازار سے کر ڈالو حلال
ٹینی مرغی ہے یہ کیسی ہوئی مردار اصیل

گھر کروں اپنا میں برباد جو رکھوں بٹھیا
جان صاحب مجھے ایسی نہیں درکار اصیل

١٢١

کسی کے میں نہ کوئی میرے پیار کے قابل
بچے ہو مرد ہوئے اب نہیں ہوں یار کے قابل

تم اس چمن میں مجھے پھول جانو اجرک کا
ابھی خزاں کے نہیں ہوں بہار کے قابل

ہزار بڑھیوں کی بڑھیا مری جوانی ہے
بہار میں بھی نہیں ہے بہار کے قابل

خدا کے سامنے محشر میں بھی نہ جاؤں گی
یہ منہ نہیں مرا پروردگار کے قابل

اُٹھائے سر پہ ہو ایک ایک رونگٹا گٹھڑی
مرے گناہ نہیں ہیں شمار کے قابل

کمال آتا ہے افسوس ادھی نرگس پر
یہ ہڈیاں نہیں نگوڑی بچار کے قابل

بجا ہے اُس پہ ہوں بندی کی آنکھ کے پردے
نظر کے تار اگر ہیں ستار کے قابل

جوانی بیٹے ہوئے عارضی ہیں بس دو تو
حسن و عشق نہیں اعتبار کے قابل

بڑھیا خوب ہی آتو جی مجھ سی خیلا کو
گدھی کو تم نے کیا مار مار کے قابل

غضب کی آنکھ جوانی میں ہو گی نرگس کی
ابھی تو یہ نہیں شکار کے قابل

سند ہے **جان** بھلا کب گواہی بندی کی
تمھاری بات ہے کب اعتبار کے قابل

پھولے نہ پھلے باغ سے دنیا کے سدھارے
جیتی رہی ای بھائی اٹھانے کو بہن پھول

کیوں خار نہ ہو۔ فرش کی۔ محتاج وہ اب ہی
جس سیج پہ بچھتے تھے سدا ایکڑوں من پھول

پھولوں نہ سمائے گی وہ ۔ مہتاب کو دینا
ای صبح کنور لائے اگر شام برن پھول

کر۔چاندنی کی سیر۔ بی مہتاب تو اس دم
جب کھیت کرے چاندنی جب جائے چمن پھول

کیا خوب کہی بات ہی گلشن نے زناخی
بلبل کا وطن باغ ہی خوشبو کا وطن پھول

ردیف م

ان مردوں کی جیتے جی دینے کے ہم نہیں ۱۲۵ باجی فرشتے خاں سے کریں کلام ہم
دو سو روپے جو اشرفی خانم کہیں لاتیں اب اپنے نادہندے کے گنہگار ام ہم
جب ہم سی ڈھونڈھ لاؤگے تم نیک پارسا اس دن کریں گے آپ کو جھک کے سلام ہم
میں بھی تمہاری لونڈی ہوں صاحب جان اجی کہتے ہیں آپ آپ کے ہیں بے غلام ہم
بہکایا سوت نے تمہیں نادان ہو اجی بی بی کا دانا کھاکے کرینگے حرام ہم
جنگل میں کھویا یا دیہ لائے نہ آج تک کہتے تھے چلکے شہر میں لے دینگے جام ہم
بی جلسے والیوں میں اگر نوکری بھی کی بکتے رہے شراب سے تو بھی مدام ہم

مرنا کا کہنا صبح کنور تجھ کو ہے یقیں | لکھڑی کی اُن کی آہ ہی چرا لیتے شام ہم

ای جان مردوے سے پڑھایا نکاح ہی
کیوں صدر سے ڈریں نہیں کرتے حرام ہم

۱۲۶

اشرفی خانم! بہو کا کیا مری آیا قدم | ہوگیا آباد گھر - برباد ہے کھوٹا قدم
سُنتے تھے چاندی کا پیرا مجکو اس کی قسم | میرے گھر لائی نگوڑی نحس ستے کا قدم
ایک شب بھی مردوا مجکو لگاتا ہاتھ گر | روز پینا پاؤں دھو دھو کر سدا پڑتا قدم
پاؤں سب کے پوجنے میکے کو جاتی ہے بہو | نکلا آسا پہ کبھی نہ اب سسرال سے میرا قدم
منہ دکھاؤنگی نہ تم کو مانگ لگاؤنگی میں بھیک | گھر سے جس دن آپ کے صاحب مرا نکلا قدم
ہاتھ لٹواؤں گی اس لنگڑے موئے شمشاد کے | گر صنوبر باغ کا اس نے مری کاٹا قدم
لے گئے اس طرح پالی - کان کاٹے چور کے | پاؤں پڑتی ہوں کونسا ہے آپ کا دہنا قدم
پاؤں بھاری کیا ہوا عمدی کے بد تر بن گئی | دو قدم منزل ہے مجکو اٹھ نہیں سکتا قدم

سچ تو ہے ای جان حسب نما مرد ہیں وہ رنڈیاں
عشق کی گلیوں میں ہے ثابت رہا جن کا قدم

ردیف ن

۱۲۷

بگلی ہو کھی دونوں جلتی ہیں ہوا سرکار میں | بی بی ہم جیالی رہا اندھیر ہر دربار میں

کچھ نہیں نرگس کو مرزا ان بدن کا ہی ہوش
لال خاں سے جا کو لے آئے موئی گا جان کو
سوت میری بانجھ ہی ہے اس سے جھنتیسی ہوا
ہیں کمر کے جو کڑے ضبیا ہی ہی مضبوط ہیں
دیکھ کر سلما نشانی اس کی ہے پھوٹتی نہیں
سوت کے غم سے مری چھاتی تو جلتی ہو گئی
جھاڑو بی بی کی پھرے ہو جائے گھر بیری کا صاف

کام پہ دیدہ لگے کیا۔ دل لگا ہی یار میں
گھر ہو ویران نہ کا پتا جو ہری بازار میں
وہ تو ہو دس بیس ہیں یاں ایک نہ دو چار ہیں
جس نہیں دیکھا کبھی نامرد کی تلوار میں
موتی ہوتی ہوں پروتی بادلے کے تار میں
لوگ کہتے ہیں لگی ہیں کھڑکیاں دیوار میں
کوڑی کوڑی بھیک مانگے وہ موا بازار میں

جان صاحب کچھ ہیں ٹیڑے یہ یار غار
آشنا کیسے گرا دیتے ہیں وہ خود غار میں

۲۸

برسوں بچی کو نہیں پیار کبھو کرتے ہیں
اوجلی بگڑی ہی عبث اس کی تو بن آئی ہے
ساس ہوں پر میں خدا لگتی کہوں گی بیٹی
سیدھی قسمت ہی تو اک بال نہ ٹیڑھا ہوگا
لال پیارے مجھے غصہ کے دکھا کر دیدے

پیار لکھی کرتے ہیں تو کان میں ٹو کرتے ہیں
کپڑے لٹکے مرے دو روز میں گم کرتے ہیں
پاس مرزا اترا امراؤ بہو کرتے ہیں
جادو پڑھ پڑھ کے کریں مجھ پہ جو چھو کرتے ہیں
کھانا پینا مرا کیوں آپ لہو کرتے ہیں

ای بہو جان تو کیا بیٹی ہے گرچے خاں کی
جان صاحب تجھے ہر وقت جو تو کرتے ہیں

۱۲۹

تماشا کرتے یہ بچے تمہارے پھرتے ہیں
ہیں صدقے دیکھو اجی پیارے پیارے پھرتے ہیں

ملا تھا ایک ہی لیلیٰ کو اک وہ دا مجنوں
ہزاروں اس سے تو وحشی ہمارے پھرتے ہیں

یہ گر کے حوض میں کھوئیں گے آبرو میری
بلاؤ بچوں کو باجی کنارے پھرتے ہیں

کسی نے کر دیا کچھ اُن کو کیا پری خانم
محل میں کل سے جو خشکا اُتارے پھرتے ہیں

جنت بنائے گی مہرن کبھی نہ او مہتاب
پسند آیا جو سلما سنوارے پھرتے ہیں

وہ دوست جان کے گاہک ہیں جان صاحب کی
لنگوٹے بیری جو اُس کو اُبھارے پھرتے ہیں

۱۳۰

خالی حویلی ایک نہیں ہے جہان میں
کیا آگ ہے محل لگی گھر کے مکان میں

عنقا کی شکل نام کمر کا سُنا میاں
پایا زمین میں نہ اسے آسمان میں

باجی ستارا جان جو دیکھو تو لطف ہے
مہتاب سے سوا ہری زہرا کی تان میں

مرتی تو ہو دکھا دو نگوڑے کی اس کو شکل
انگا ہے تو بہار کا دم باغبان میں

ٹکسال والی اشرفی خانم کے سو دو نے
گن کر کے لگے جب تانبے کے بی پاندان میں

گوہر کے دانت دیکھ کے الماس مر گیا
یاقوت گاڑتا اسے ہیرے کی کان میں

پروا تجھے نہیں ہے کھلائے دانیال
نعمت نسا نہ بھیجتی کسو لکے خوان میں

صندل اگر نہ آتا ہو نہیں لڑانیاں
عنبر ہیں باجی مشکی جو ادا زعفران میں

گرگٹ کا کیا لیا مری خورشید نے ضرر
سو سو بدلتی رنگ ہے اک ایک آن میں

پھبتی کہی یہ میں نے ثریا یہ رات کو
باندھا ہے یہ فرشتوں نے حقنہ کا کمان میں

ای جان آپ ہوش میں بن جائیں آدمی
وحشی اگر ہوں جمع مری داستان میں

۱۳
جب شاد شاد آئے مرے تم مکان میں — ای جان جان آ گئی بندی کی جان میں
تاثیر اتنی ہو مرے غم کے بیان میں — رنڈی رولاوے مردوں کو اک آن میں
مہتاب اور زہرہ ہیں وہ دونو کٹنیاں — کھنگی لگائیں چھید کریں آسمان میں
آہوں سے میری گرنے نہ پائیگا آسمان — سو سو لگائیں ٹھیکیاں اس اک مچان میں
پھرتی ہیں ہزار آہیں اُس کھبوں کی یاد میں — چلّوں پہ چلّے باندھ رہی ہوں کمان میں
چوٹی کا بوجھ اوہی اُٹھائے جو ہو کمر — ٹوٹا نہیں ہے اتنا بھی مجھ دھان پان میں
اس طرح گلبدن سے ہنسا آپ کیجیے — ماروں کٹاری چٹکی جو لو میری ران میں
دی تم نے بیٹھی اشرفی شاہ فقیر کو — جوڑا ہی تم نے ٹاٹ مشجر کے تھان میں
مرزائی جان بات کرو اوہی جا مزہ — ہنستی ہو سب سے پھبتی نہ پڑ جائے شان میں
بھاری کیا ہے پائچہ اس سے نہ آئیں وہ — سیڑھی لگا کے کودوں گی اُن کے مکان میں
بکتا رہا وہ شام سے مہتاب صبح تک — آتی نہیں ہے نیند تمہارے مکان میں

جیسا تمہارا نام ہوا ہے نہ ہوئیگا
ای جان کوئی لاکھ کہے اس زبان میں

۱۴
اکیلی جاؤ جو مسجد میں طاق بھرنے کو — دوگانا جان تمہیں جھک کے ہم سلام کریں

ستم ہے بیٹے سے وہ بول کر لگانا ڑا | ذلیل ہوں کی زنا جی نہ ایسا کام کریں
رہا نہ جائیگا اُس سے ہوئی جوان بہار | کسی سے بیٹی کی نسبت کا اب پیام کریں
بنی ہیں نتھالی کا سیگن وہ ڈھلتی پھرتی ہیں | کسی کے گھر میں تو اب ہو گیا مقام کریں

بلا لے صبح کو جلدی سے جا لُصفا کو حسب
وہ آج بھی نہ کہیں کل کی طرح شام کریں

۱۳۲ وہ جس کو ڈولہ اب اک نو بہار لیتے ہیں | اُسی لنگوڑی کی خاطر یہ بار لیتے ہیں
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں بدن کھجانے کو | خرابی پیسے کی ہو پشت خمار لیتے ہیں
وہ موہی رسّی ڈسے اُن کے دونوں ہتھول | نموہی زبان کے وہ مجکو مار لیتے ہیں
ذرا محل میں وہ آویں بتاؤں گی چنگا | یہ ہیں غریب کی عزت اتار لیتے ہیں
ببول بو کے مجھے سولی پہ چڑھائیں گے | درخت گھر کے لیے میوہ دار لیتے ہیں
یہاں سے جائیں جی اُن کی ہیں بلا سے | جوئے کے واسطے کیوں بہرام لیتے ہیں
کرم ہی کل سے بڑا آج میرے جوڑے پر | بلائیں وہ جو مری بار بار لیتے ہیں
عجیب طرح کے سنجی دیکھے اس زمانے میں | لنگوڑے سوم کی پگڑی اتار لیتے ہیں

نہ جانے کوئی بانے کو بیان صفا حسب
ہم آپ کو ٹھے پہ چڑھ کر پکار لیتے ہیں

۱۴۴

مل گئی جب کوئی بنگلے کی اوباش تھیں
میری گاڑی سے اگاڑی جو بڑھے جاتے ہو
چھوڑ دو ہرجائی پن اور ایک پہ تم بیٹھ رہو
پارسائی کی بھلا قدر مری کیا جانو
آج کیوں آیا ابھی باسی کڑھی میں ابال
اری مہتاب اگر چاندنی بیجاؤ گی تم
اس کو قربان کروں اپنے گزی گاڑھے پہ

بھیڑ بن جاؤ گے مارے کی جو دو ماش تھیں
کتنوں کو وں کو کھلواتی ہو مری لاش تھیں
ایسی ہمت دے بنی جان خدا کاش تھیں
حسب خواہش ہوتی جو بنی کوئی اوباش تھیں
کھینچ کیا تھی بھلا کل کہ مجھے آس تھیں
فرش کردیں گے ابھی مار کے قرآش تھیں
میری جوتی سے بیٹر ہے اگر تاش تھیں

اپنی بچی کو بٹھا رکھتی نہ تم کو دیتی
جان صاحب ہیں اگر جانتی عیاش تھیں

۱۴۵

وال آٹے کا سنو بھاؤ ہو اس دم کھلتا
سوم کے چھپے میں لگ جائے نہ کیوں کر کائی

جا بہنے والے اری جبکہ بچھڑ جاتے ہیں
پال کے آم ہیں پکتے نہیں سڑ جاتے ہیں

لاکھ تدبیر کروں ایک نہیں بنتی ہے
دن مقدر کے جب آتے ہیں بگڑ جاتے ہیں

۱۴۶

جو جو نہیں اٹھانی تھیں میں نے اٹھالیاں
مرزا اٹھی جا چلیں تھیں ہے چلیے والیاں

بس بس زباں روکو نہ دو مجھ کو گالیاں
اچھا ہوا محل سے گئیں یہ نکالیاں

مان جاتی ہوں میں تو اُنکی آنچل رہی میرا کام
وہ تنبرش رو ہوئی میرا دل کھٹا ہو گیا
بجلی گرے الٰہی مہاجن کی جان پہ
کیسا ڈری ہوں رات کو آئیں جو خواب میں
سنتی ہوں ایک روز بلاتی ہیں مردوا

جوتا چھپا کے نیگ لیں دولہ کی سالیاں
نارنگیوں کی جھنکار دیں گلشن پہ ڈالیاں
کیا پڑ گئیں کھٹائی میں کانوں کی بالیاں
کچھ گوری گوری عورتیں کچھ کالی کالیاں
کیا نیک بخت ہیں مری ہمسائی والیاں

۱۲۷

جی سے بھاتے ہیں مجھے باجی تمہارے ہاتھ پاؤں
کر کے خنگا اُس نے مہر ڈھا تکا زبردستی مرا
اری وہ گانا جان دیکھیں کس کی مہندی ہے
لس گھڑی سے او ہی گینڈ کی کھیلتی پھرتی ہو تم
چار گھر جا کے ابھی کھاؤں گی چلی پیس کر

گورے گورے ننھے ننھے پیارے پیارے ہاتھ پاؤں
کسنیاں بڑ لڑکے میرے لاکھ مارے ہاتھ پاؤں
سُرخ ہوتے ہیں لگانے پا تمہارے ہاتھ پاؤں
تنگ ہو جاتی ہیں باجی تمہارے ہاتھ پاؤں
دل تو کچھ ہو ہیچ کھایا میرے ہاتھ پاؤں

جان صاحب تجھکو تم دیکھا لیا الاپوش میں
مارے جاڑے کے ہیں ٹھنڈے تیرے ہاتھ پاؤں

۱۳۰

پیا وخانم کا کروں گی نہ میں نثار کہیں
زندگی چل دو نٹخٹے مجھ پہ یہ بہتان نہ کر
ان کے بن پوچھے میں جندی ہیں کسی کے جاؤ
مر گئے کھاتی ہوں میں تیسوں کلاموں کی قسم

آپ ہی اپنا لیں گی وہ گھر بار کہیں
پھرے پیری مرے دشمن ہوں گرفتار کہیں
اری یہ دھڑکا کہ ہو جائیں وہ بیمار کہیں
تیرے بن پوچھے گئی دلّن ہوا پیار کہیں

جا کے سسرال میں لے دولھن خانم تم
پہلے ہی روز نہ کر بیٹھیو اقرار کہیں

آؤں کس طرح ترے پاس دوگانا جیسیاں
باجی ہونے ہی نہیں دیتی ہیں اسوار کہیں

میری ماما نے نکالی ہے نئی مجھ سے چھیڑ
بھیجتی ہوں کہیں جاتی ہے یہ مردار کہیں

ایک پر بیٹھ رہوں اور کسی سے نہ ملوں
ایسے بندی نے کئے ہیں نہیں اقرار کہیں

ہیں تو ہاں ایسی ہوں سچ کس لیے تو آتا ہے
ڈھونڈ لے اور کوئی جا کے طرح دار کہیں

ماما کٹنا پے کا بے ڈول پڑا ہے لپکا
ایسی باتوں سے اری کھائے گی تو مار کہیں

جان صاحب مری خاطر سے نہ کہنا تم نے
رنڈی دیکھی ہے دوگانا سی طرح دار کہیں

۱۲۹

بیاہ خانم کا تو کر دینے کو تیار ہوں میں
باجی کوڑی کا سہارا نہیں لاچار ہوں میں

اس کی صورت سے تو دوا ایسی ہی بیزار ہوں میں
نام پر بھی نہیں اب مانتی بیزار ہوں میں

جانے بندی کی بلا تجھ پہ گزرتی کیا ہے
ناک چوٹی میں بوا اپنی گرفتار ہوں میں

تم پہ سب مرتی ہوں جو چاہو ستم جو تو تم
سچ تو ہے ہاں اجی ایسی ہی گنہگار ہوں میں

دیکھا آنکھوں سے جو کانوں سے یہ سنتی تھی بوا
ابتو چاہت میں زلیخا کی طرح خوار ہوں میں

اپنے گھر والے کی وہ جا کے خبر تو لیویں
ان کی بہنا سے زیادہ نہیں مکار ہوں میں

اپنے پلے سے نہ باندھو مجھے اچھے چھوڑ دو تم
لاکھ مکاروں کی مکار ہوں بدکار ہوں میں

جان صاحب ہیں یہ مرزا کے پہچان گئی
تم بھی کہتے ہو کہ مردوں میں طرح دار ہوں میں

	١٤٠	
بوٹیاں اُمجھی ہے کی ان سا شرحینک تیکھے کی		دوا کیا جان نکلے گی وہ مر اٹکا ہی جیا تن میں
جلا دی سے ہوا اُن کی بڑا آنداز ای نرگس		ہوئی ہوں سو کیہ کر کانٹا نہیں باقی ہو تن میں
کے عرد اکرا ای سبزہ بنایا تونے پردیسی		اُڑائی خاک گر برنج نیاں لگا کے ساون میں

پری خانم سی دیوانی کو شیشہ میں اُتارا ہی
بڑے عامل ہو تم ای جان صاحب عشق کے فن میں

	١٤١	
چاہت تمہارے دل میں جاری اگر نہیں		پروا نہ آپ کی کبھی مجھے اس قدر نہیں
ٹھگوں کے پیچھے او بھی نہ ناحق تو مریا		جنبیاں جوانی مفت یہ برباد کر نہیں
دولت لٹا ہیں اشرفی نام ہے برطین		کھولی ہی راہ چلتی ہیں حاکم کا ڈر نہیں
آنکھوں کی اندھی ہی وہ مثل نام نین سکھ		نرگس کو دن کو اونٹ بھی آتا نظر نہیں
بھٹیاریوں کی طرح خواصیں لڑیں ہیں آج		مرزا یہ سیر دیکھی کبھی عمر بھر نہیں
دار الشفا میں مرتے ہیں بیمار ای حضور		کوڑا دوائیں ملتی ہیں جن میں اثر نہیں
بیٹی تانگی اب وہ محل پھاندنے لگے		جس جا فرشتے خان کا بھی گزر نہیں

ای جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب
اوقات مجھ نجھتی کی ہوتی بسر نہیں

	١٤٢	
سونت حلی گکری آ گئی بل میں		نکلسی جاتی ہو اپنا ہی جھل میں

یہ بڑھا درد آج ہیں کل ہیں — کل تھا پیڑو میں آج کل کل میں

آنکھ لڑتے ہی ہو گئی عاشق — موہنی تھی موئے کے کاجل میں

آنکھ نرگس کسی سے لگنے دے — چھوڑ دوں گی موئے کو اک پل میں

گیہوں ہل ہل کے ہیں اٹھا نہ سکی — شیشے ہونے کی اوچھی ہلاہل میں

تل نہیں مانگ میں زناخی کے — یہ کنھیا کھڑا ہی گوکل میں

تیرے ہی سر کی ہی قسم عنبر — بو محبت کی پائی صندل میں

چھوڑا لیلی کو تھا سڑی مجنوں — کون یہ دیکھتا تھا جنگل میں

بین سکھ کو سمجھ نہ گاڑھا یار — آنہ تمھو دی اُس کے چھل بل میں

سر کی چادر تلک نہ چھوڑے گا — باندھ رکھ میری بات آنچل میں

ہیں پڑی کیا اہیر کے گھر میں — پھنس گئی بوڑھی بھینس دلدل میں

میم صاحب گلے پڑی ای جان
سرڈھکا کیوں نہ ٹھہرے کونسل میں

۳۳

رکھیں ہمسائی مرا مال چرا کے گھر میں — اینٹ اُلٹوں گی دوگانا میں خدا کے گھر میں

ہیں چلی۔ تو بھی تو لوٹے ذرا انگاروں پر — اب نکل جاؤں گی میں آگ لگا کے گھر میں

ڈولی لادو کھڑے پانی نہ پیوں گی صاحب — خوب رسوا کیا سمدھن نے بلا کے گھر میں

بیٹھتی ہوں جب مجھے پیچ مواد دیتا ہی — نام کی اُس کے بوا قبر بنا کے گھر میں

جان صاحب کی نہ کیوں بات سے بگڑوں لوگو — روز وہ آتے تھے اک فقرا بنا کے گھر میں

۱۱۲۴

سیدانی کھڑے ہیں بڑا کامات میں
مردوں کو گھورو چھید کرو تم قنات میں
بیشک ابھی ہے شک مجھے دولہ کی ذات میں
ہدلا ہیں چال ڈھال میں ہر ایک بات میں
میرا سارنگ روپ تو چھپا کو ہو تصیب
اس سے نہ بات وہ کرے اس سے نہ بات میں
چلتی وہ چال ہوں کہ نہیں چڑھتی سیج پر
خیمے میں کیوں اترتی اگر ایسا جانتی
نا دار کے چلن پہ پڑے دولے جب چلے
اپنے تو چھوڑ دیتے ہیں غیروں کا کیا گلا

لیکن سمائی سب کی ہے شیخیوں کی فرات میں
رخنے لگا لو مجھ سے نہ تم بات بات میں
کیسے ہوئے ہیں جمع براتی برات میں
بنّو سے چہرے مہرے میں حجیب نخی گات میں
میں ایک ہوں ہزار میں وہ پانچ سات میں
شبیر حق بولے آج سے مصری کی بات میں
پھرتے ہیں پہلوان کئی دانوں گھات میں
کیسا یہ پردہ چھید ہیں لاکھوں قنات میں
ٹپا لگے نہ اشرفی خانم کی ذات میں
اللہ کا نام آتا ہے۔ بی۔ مشکلات میں

کیونکر میں تیرے جان کو دوں۔ آتش ہے حرام
سید کا حق نہیں ہے دوگانا زکات میں

۱۱۲۵

خورشید کے ہیں ٹوٹتے مہندی لگے پاؤں
بھاری وہ جوڑا پہنے گی ہو گا خصم کو داغ

تیرا خصم ہے چالاک ذرا داب ہاتھ پاؤں
توڑ ڈالے گی زناخی کے کمخواب ہاتھ پاؤں

ای جان میں تو زردی پہ بیٹھا ہے قافیہ
ثابت نہ ہوں بلا سے۔ کہوں لال ہاتھ پاؤں

۱۴۴

چل نکلے میرے آگے بہت وہ ڈھیٹھ نہیں
ہمسائی تو نے خود نہ سنا ہوگا کیا کہوں
عزت مری گئی تو گئی اس سے تجھ کو کیا
گھوڑے پہ چڑھ کے کیوں نہ وہ منہ زور یاں گریں
شامت ہی آئی کہتی ہے تو مجھ سے نو بہار
اس شہر میں تراب یہ مٹی کا کال ہے

کنگھی کی طرح سوتنا مرے سر چڑھے نہیں
کوٹھے پہ بے پکارے کبھی وہ چڑھے نہیں
خیر آؤ بات کر کہ اری شمر بڑھے نہیں
جو عمر بھر گدھے پہ نگوڑے چڑھے نہیں
وہ جال ڈالوں مُڑی کا تم سے کڑھے نہیں
وہ کونسا مکان ہے جس میں گڑھے نہیں

اری جان جا کے تم میاں خورشید سے کہو
میرے محل میں آیا کرو دن چڑھے نہیں

۱۴۷

پھلا پھولا آباد گھر دیکھتے ہیں
ہوا ایسے ہنر کیا مری قدر جانے
جلاتے ہیں مردوں پہ دل ہم مثل ہے
جو جوان رنڈی سے ہیں دل لگاتے
زناخی سدا جو ہیں پھولوں پہ سوتے
خدا ہی لپیٹے بپٹ اب پیر زادے
پرائی بہو بیٹی اپنی ہے صاحب

چھچھے! ایسا مشاطہ پر دیکھتے ہیں
ہنرمند میرے ہنر دیکھتے ہیں
تماشا یہ گھر پھونک کر دیکھتے ہیں
یہ اینچ وہ ہی بشر دیکھتے ہیں
انھیں ایک دن خاک پر دیکھتے ہیں
ترے بھی عمل کا اثر دیکھتے ہیں
کسی کو نہیں یہ نظر دیکھتے ہیں

میں باہر نہیں جان صفا سے آئیں
زناخی مراد دل اگر دیکھتے ہیں

بھیجا نسبت کا ہی پیام کہاں
کردیں ثابت مجھے یہ حافظ جی
اوہی دیتی نہ ہیں جواب تمہیں ؟
تھر ہی کوٹھری میں مسجد کی
ہیں ہنڈیوں کا چکھ چکی ہی مزا

۱۵۰

کہاں بچّی مری غلام کہاں
ہیں اُٹھا آئی ہوں کلام کہاں
ہی یہ تہمت - کیا سلام کہاں
باندی کرنے گئی حرام کہاں
وہ کرے گی بھلا قیام کہاں

بیاہ ماموں نے بھانجی کا کیا
جان صاحب کا ہوگا نام کہاں

میراسی دولت قدم شگی پہ کیا کوٹا کروں
دوش میں یعقوب کو یوسف بھلا کیا یاں ہی
منہ وہ بنوائیں ذرا شر ہوگا ماما خیر ہی
بات دو کوڑی کی کردوں چار پیسے کے لیے

۱۵۱

وہ نہیں باندی مری منہ دہی کیا کیا بڑیں
بی نباتی جان ہیں مصری کو تو سودا کروں
اُن کا دم پہ وہ ہی مطلب کھانی سر ٹرا کروں
اپنے بیگانوں میں اس کو آج میں رسوا کروں

جان صاحب ہو دوگانا گر لگائے ہاتھ وہ
تیرے ہی سر کی قسم اک حشر میں برپا کروں

اپنے رسوا تجھے خود کرتے ہیں بیگانوں میں
اُن کے ملنے سے ہوئی زیست دوبھر مری

۱۵۲

خیلا فرزانہ تہ بن رہ کے دیوانوں میں
ہی تمثیل پانی پڑا سوکھے ہوئے دھانوں میں

ہم تو مردوں کو بوا مرد ہیں گھورتے تھے
گو نہیں بیٹا ہی یہ بیٹی ہی پر دان چڑھے

سلطنت دیوالی کو تھا جوک کی دو کانوں میں
ایک ہی چھپڑا ہمسائی یہ نوجوانوں ہیں

۵۲

کیا کلیلیں کریں یہ مرے بچارے ہیں
دل لگا جس سے۔ موئے نے کیا رو کر رسوا
کل مجھے ہار پہ گے وہ جوہری ہی اے گوہر
اُڑ گئی روٹی نصیبوں نے اُڑائی ہی خاک

کل سے بچے مری بکری کے بچارے ہیں
دیدے وہ گور مرے صدر کے ہرکارے ہیں
آج تو موتیوں کا ہار مرا ہارے ہیں
ہن کے بدلے یہ برستے انگارے ہیں

جان صاحب سے نہیں جلتے ہیں میرے دلسوز
بھانجے مجھ کو یہ بیٹوں سے سوا پیارے ہیں

۵۴

لنگوٹے مردوئے کیا کیا گناہ کرتے ہیں
اُٹھاتے جا کے عدالت میں ہیں جُھوٹی
زناخی نوج کسی کو ہیں آج کل دو دن چل
خصم تو کیا ہی ہوا کنبا چھوٹ جاتا ہی

خراب جان کے عقبیٰ کی راہ کرتے ہیں
دوگانا کام تو جھوٹے گواہ کرتے ہیں
موئے لفاخنے دو دن کی چاہ کرتے ہیں
یہ ٹھگ ہیں وے وہ دل میں راہ کرتے ہیں

مزا ملا ہی وہ بی جان جان صاحب سے
کہ واقفے کرتے ہیں ہم اور نباہ کرتے ہیں

بس نہ باغ کی مالن سے حور کی باتیں
حواس اڑ گئے سن کے حضور کی باتیں
نکیلے ہو تو یہ بالی دو بجلیاں لاؤ
ہوا ہر ایک ہی فرعون کے لیے موسیٰ
قسم ہے تیسوں کلاموں کی اور دوگانا جان
اکھڑ گئے کھڑے وہ مرے پاس آ کے ہو جائیں

۱۵۵

ہوا ہے خار سینہ وہ قصور کی باتیں
نہ ہوں فرشتے سے میرے یہ نور کی باتیں
کرو نہ لکھنؤ میں کان پور کی باتیں
خدا کو بھی نہیں بھاتیں غرور کی باتیں
میاں فہیم سے سیکھو شعور کی باتیں
کچھ اُن سے کرتی ہیں مجھکو ضرور کی باتیں

ہے مرد نام کو نامرد جان صاحب ہے
بجے گا سُن کے زناخی وہ صور کی باتیں

دو چار نہیں ہیں چلی دس طور کی باتیں
لعنت کرو اُسے کیا تجھے شیطان لگا ہے
غرنا ہے سو ایسا ہے اک کوڑیا خانم
کیا کنگلیاں ہیں اور ہیں مرزا کی خواصیں

۱۵۶

باندھی ہیں غزل میں ابھی دستور کی باتیں
سنتی ہے بوا کیوں ہوئے مغرور کی باتیں
دمڑی کے لیے سنتی ہوں مزدور کی باتیں
انعام کے دن کرتی ہیں یہ بور کی باتیں

مصرعہ ترا اے جان ہے تلوار کا پھل اڑا
کیوں ہوں نہ ترے دور میں اندور کی باتیں

مری ہی جانی ہو تم مجھ سے غلط نہیں

۱۵۷

ہیں بات چیت میں لقمان سے بھی بند نہیں

نہ شوق گانے سے مجکو نہ ہی بجانے سے — اسی سے حسن مرا مرد وے پسند نہیں
ہر اک کے کان میں شیطان نے یہ پھونک دیا — زیادہ تجھ سے زمانہ میں عقلمند نہیں
مرے جو نکلا ہے تل بھاگوان جلتی ہے — میں دل کو سوتے کیونکر کہوں سپند نہیں

رموزیں چھانٹ کے ای جان دل جلاتا ہے
پچے ہو بات یہ تیری مجھے پسند نہیں

١٥٤

لونڈی ہوں پچپنے کے ہی میرے پیر ہیں — دو ہاتھ ہیں تو پانچ مرے دستگیر ہیں
تم کیا ہوا اس لکیر پہ عاشق امیر ہیں — بندی کی مانگ پر ہوئے لاکھوں فقیر ہیں
کترن پہ ڈالی آنکھ مرے دل سے گر گئے — اپنے چلن سے آپ ہوئے وہ حقیر ہیں
لڑنے پہ لیس کیوں ہوں جاتی ہیں بیگما — نشتے نہیں ہیں یاس کے ناوک کے تیر ہیں
فرہاد خاں بلائیں گے شیریں کو آج کیا — پکوا رہے ۔ جو میرے سلونے سی کھیر ہیں
ہیں ایک ٹوٹو حسن میں بدر منیر ہیں — فرزند چاند خاں کے ہوا سے نظیر ہیں
آتے ہیں ٹوٹے چونڈے پہ میری دو لکے ڈہ — پریوں کے بھائی چھٹے میاں کوئی پیر ہیں
بڑھیا کے بوڑھے چونچلوں پر مرد کیا مریں — اتری ہوئی کمان ہیں بے پر کے تیر ہیں
چوٹی ہے کالا کا مری سفلی عمل ہے حسن — آنکھیں ہیں یہ ہنسی مری اچار دل پیر ہیں

ای جان خوب کہتا ہے تو سر زمین میں
تیرے ہی شعر سب کے ہوئے دل پذیر ہیں

۱۵۹

عقل نے بھی اوبی دیکھا غوص کر ملتی نہیں — واہمہ بھی ڈھونڈتا ہے۔ پر کمر ملتی نہیں

ای بوا عنقا کی صورت عمر بھر ملتی نہیں — واہمہ بھی ڈھونڈتا ہے۔ پر کمر ملتی نہیں

سیکڑوں چیلا ملیں چربانک پر ملتی نہیں — صاف دیدہ انکھ تندری مجھ سی ڈھیٹ ملتی نہیں

مرد وے رستم ہوں ہیں تو قدر کر مجھ زال کی — دل ہو جس رنڈی کا ایسا او جگر ملتی نہیں

کیا ارادہ اور ہی چھندرا کے لیے جو میاں — منہ لا مجھی کے لینے سے کمر ملتی نہیں

ہوگیا اظہر یہ ہر رنڈی کو اے شمس النسا — چاند خاں سے خود ہیں کرتی ہو قدر ملتی نہیں

ای بوا مصری جسے کہتے ہیں تعلب وہ کہاں — بے اثر لایا ہے یوسف با اثر ملتی نہیں

بہنہ ہو قسمت میں جب تک آئے کیا بانو کی بات — روز مشاطہ ہی جاتی بات پر ملتی نہیں

ایک سا ہمسائی بہت ہے آگ پانی کے لیے — ہیں محلے میں ہر اک سے گھر بہ گھر ملتی نہیں

خیر جب تک جان کی ہے جان صاحب جان لو
جب تلک بے دید رنڈی سے نظر ملتی نہیں

۱۶۰

پہونچی ان تک بے قراری کی خبر برسات میں — ہیں نے بجلی کو بنایا نامہ بر برسات میں

تھی بہن رونے والیوں میں روتے روتے مرگئی — کرنا مجلس نام کی میرے گھر برسات میں

ابر سے کیا کم ہے تیرہ چشم رونے نالے ندیاں — یہ بھی رو دی اکھیاں آنکھوں بھر برسات میں

ٹھہر ہے ٹوٹا سا کہیں ڈوبے نہ مر جاؤں اچی — ہے یہی اب کی حیاتی مجکو ڈر برسات میں

کیا عجب رونے میں بینائی سے جلائی ہوں میں — کوکتی کوئل ہے ہو بیشتر برسات میں

آنسوؤں کی جب جھڑی لگتی ہے دم بھرنا ہے — دل نگوڑا بن گیا جھینگر مگر برسات میں

ساتھ رونے کے اُمنڈتا غم ہے دل پر اس طرح | جیسے آتی ہیں گھٹائیں جھوم کر برسات میں

ڈھونڈھتی پھرتی ہے ہمسائی کرائے کا مکان
چھاؤنی کا گھر ٹپکتی ہے پکی برسات میں

۱۶۶
جانور تک گھونسلے کو لائے پر برسات میں | اُس موئے اُلو نے بنوایا نہ گھر برسات میں
خوب بارش کے تڑیڑے پے خوب چمکے آئی جب | بجلیاں کانوں کی میری چھوٹ کر برسات میں
لے لیں ہمسائی کرایہ کوڑی کوڑی کیوں اُٹھیں | جبر ہے اُن کو کریں مجھ سے نہ شر برسات میں
اُن کی آنکھیں یاد آئیں تو رونے مر گئی | میں نے دنیا سے کیا لوگو سفر برسات میں
جو ہیں گرجے کب ہیں برسے یہ مثل مشہور ہے | بادلی بادل خیال کریں اور آئیں گھر برسات میں
بند ہوتی ہی نہیں ہے ڈاک خط رکتا نہیں | یہ مسافر رو نہ کرتے ہیں سفر برسات میں
اپنی آنکھوں کے جو سوتے جان صاحب کیجے غور سے | گر گئے قطروں سے دریا بیشتر برسات میں

ردیف و

۱۶۷
غرض نہ ساس کی الفت نہ چاہ سے ہم کو | فقط ہے کام خصم کے نباہ سے ہم کو
وہ ہوں فقیرنی تکیہ خدا کی ذات پہ ہے | وزیر سے نہ غرض بادشاہ سے ہم کو
خصم چھڑا کے موئے دل نے یار کروایا | کیا اسی نے ہے بے راہ راہ سے ہم کو
پیچ ہے رات کو بیہودہ پہلے بول اُٹھی | زناخی جان ترے اشتباہ سے ہم کو

بیچ ٹھل ہو اجی جس کا باپ اُس کا باپ
نہ ڈراندھے گا وہ تمہارے گناہ سے ہم کو

موئے وکیل عدالت کے بن کے بیٹھے ہیں
کیا نباہ ہی جھوٹے گواہ سے ہم کو

سمجھ کے سوت جھنکائے کنوئیں زلیخا نے
کیا عزیز نہ یوسف کی چاہ سے ہم کو

الٰہی سوت ہو محتاج دو دو دانوں کو
پھل ملے تری اب بارگاہ سے ہم کو

موئے کی آنکھیں کو تلووں تلے ملے نرگس
جو کوئی گھورے اری نگاہ سے ہم کو

ہماری بھابی کی بگڑی کو چوتھی شادی ہے
نہیں بلاتی ہیں بنّو کے بیاہ سے ہم کو

قید کرتے او ہی بے معمول ہو
مجھ سے لو جو صدر کا محصول ہو

دوسری مجھ سی نہیں سیتا ستی
جو دعا مانگوں وہی مقبول ہو

دیدے ای خضر و کہاری پار کی
پوچھ کے مہرا سے جو معمول ہو

گھر کی کیا گت ہو نہیں کچھ بھی خیال
ناچ گانے میں یہ تم مشغول ہو

شیخ جی بیٹھک لو بکرے کی عوض
پھول کی جا پنکھڑی مقبول ہو

سود تک تو مردوا دیتا نہیں
اشرفی خانم ادا کیا مول ہو

لال خاں لائے وہ مونگا کے لیے
جو شفق سے سرخ بہتر ٹول ہو

کان میں ہو درد خاکی شاہ کے
ڈال دے خانم جو گنگن دھول ہو

ہل کے پانی تک اجی پیتے نہیں
تم تو جمعہ ہی سے سوا مجہول ہو

مار کر بیٹھے ہو گھی دلے کا مال
اب گئے گھیّے کی صورت پھول ہو

چکنی باتوں سے نکل جائے گا تیل
چپ رہو جھگڑے کو دیتے طول ہو

روغنی صورت نہ حاکم دیکھ لے
او ہی سمجھو دل میں کچھ معقول ہو

وہ جو بجتے پر دھوئیں کی بادل ہوا — دل جلے کی آہ کا مستول ہو

یاد رکھیے کہ فراموش نہیں ہو ہیں
ہو نہ ایسا جان صاحب بھول جائیں

بجاؤ تم پڑے چوٹھے ہیں بیچو تیر کے بھائی کو ۱۶۴ لگے ہیں دست مرتی ہوں بلا لائے وہ دائی کو
یہ بہریاں بھاکیں ہیں غم خدا ڈسے ان کی جائی کو — مرے پیارے جن لوگوں نے باندھا ہے فضائی کو
ہوا گو آئینہ خانہ نہ لائی میل کچھ دل میں — ابھی ان آنکھ مندی کے دیکھو بیدوں کی صفائی کو
قدم سے سوت کے آباد کرنا سیج تم اپنی — کروں در گور سمجھو لب جنازہ چارپائی کو
نہ چھوٹی تم سے رنڈی ایک اور میں چھوڑ بیٹھی ہوں — تمہارے واسطے گھر بار کیا ماں باپ بھائی کو
نہ بانٹ اس کے کرو سمدھن نہیں مصری ہے مشاطہ — ڈلی ہے زہر کی ہو لی نہ لو تم اس مٹھائی کو
میں دن کو چاندنی خانم کا سر اوڑھوں کیا نہارت — نہ تاکی رات بھر میں میری شبنم کی دلائی کو
ہوا ثابت کہ دریا باد سے جاڑے میں آ بیٹھے — ہوا آب رواں کا بھیجا ابرا جو رضائی کو
مرے ہونٹھوں کی جب لیتا ہے مجھے نقش ہو گئی — تو کہتا ہے ملائی ہو نہ چکھی میں کھٹائی کو

کروں کیا جان صاحب جا کے گھر میں چیرے والے کے
تمہارے راج میں پیسا نہ کوڑی ہے دوائی کو

اب نہ سوؤں گی تمہارے ساتھ اور کو سونگی ہے ۱۶۵ داغ نکلیں اس کے جس کو بھیجتے کچھ اب ہو

۰۰

میرے پیچھے پری خانم کو لگا دیتے ہو | کیوں نہ بگڑوں مجھے دیوانہ بنا دیتے ہو

روٹی ٹکڑا مرے تن پیٹ کو کیا دیتے ہو | کیا کھلا دیتے ہو کیا اوہی پہنا دیتے ہو

گزری اس پیار سے دل میرا کڑھا دیتے ہو | ہنستی بچی کو ابھی تم تو رلا دیتے ہو

فتنہ انگیز یہ طوفان ہی برپا کرتی | کیا ہی روتی ہے جو سوتے سے جگا دیتے ہو

سوبتا سے گرم ہوئے جب کیا ٹھنڈا مجھکو | ہنس کے اڑواتے ہو در رو کے ملا دیتے ہو

بی جمالو کی طرح ڈال کے بس میں چنگی | دوڑتے پانی کو ہو آگ لگا دیتے ہو

جان صاحب مجھے تم خیلا ہو سمجھے صاحب
چٹکیوں میں جو مری بات اڑا دیتے ہو

۶۶

مہتاب کو بری نہ یہاں آفتاب دو | منتانی ہوشیار ہو اچھی شراب دو

ہلکی گلابی پھول سی تم بھر کے پھول سے | مجھ کو میاں نسیم گلابی شراب دو

کانٹے پڑے ہیں حلق میں ہائے گو بے قرار | ہاں ہی تو سے کے بھون کے مجاوِ کباب دو

آنوجی شادی کرنے پہ مائل ہو تا خدا | پڑھنے کو حسن و عشق کی اس کو کتاب دو

ہمسائے والیوں سے اجی ناک میں ہے دم | گھر میں مرے ہیں اک یہی خانہ خراب دو

دولت جو پیسے والی ہوئی کیا بنی ہے سوم | کہتی ہے کوڑی کوڑی کا مجھکو حساب دو

کرنے دو وہ لپٹ کے جو کرتا ہے چھیڑ چھاڑ | تم تو نہ اپنے ہاتھ سے بنو حجاب دو

چالے بھی چار ہو چکے کب تک رہیگی شرم | گھونگھٹ اٹھاؤ واری خصم کو جواب دو

پیوند ہو زمین کا جس روز کہ یہ جان
مٹی تم اپنے ہاتھ سے یا بوتراب دو

۱۷۹

تم نے آ بیٹھ دل بہت توڑا ہمارا رات کو
ہو گیا دھکا سے کلیجا ادھی بیچ توڑ گئی
اپنی رنڈی کے لیے مجھ سے لڑے تم چھیڑ کر
ہوں بہت سوا تھا یہی مطلب تمھارا او پیا
چاندنی خانم سے مرزا اگر نہیں ہے تم کو کام

ذکر اے گوئیاں رہا کیا کیا تمہارا رات کو
گھر میں بی ہتھا کیے ٹوٹا تمہارا رات کو
کیا میری تقصیر تھی تم نے جو مارا رات کو
نام جو لیکر جو تم نے پکارا رات کو
کیا سمجھ کر اس سے کرنے تھے اشارا رات کو

بینہ برستے میں گئی میں جان صفا کے جو پاس
بھر گیا ہوتا مرا کیچڑ میں سارا رات کو

۱۸۰

دھمکاؤ کسی یوری کو تلوار دکھاؤ
دریدہ چہ خوش مجکو ستاتے ہیں یہ مرزا
مصری ہوئی حرافت زلیخا سے زیادہ

خونخوارپن اپنا یہ ہر بار دکھاؤ
مشتاق میں مشتاق ہوں دیدار دکھاؤ
یوسف کی طرح تم اسے بازار دکھاؤ

صدقے میں تمھارے سنو اے جان کسی طور
بندی کو شہنشاہ کا دربار دکھاؤ

۱۸۱

بوا حرمت خدا نے جیسی عصمت دی تھی مریم کو
پری خانم ہے دیوانی پڑیں پتھر نگوڑی پر
یہی تعلیم دیتے ہیں حاجی نسکر دیکھو حال

ملی ہے پاکدامن کے تصدق سے دوا اس کو
بٹھایا نیک بختوں میں ہو موندھے والی چھا کو
مجھے تو زہر لگتا ہے نہیں یہ دیکھنے سمر کو

میاں خورشید مجھ سے دن تارے چال چلتے ہو
نکالوں پیٹ سے جو پاؤں کبھی سر پھرا میرا

جو اتر ہو وہ مانے ایسی سو کھے آپ کے دم کو
گھسے باں کون صندل تم سی عیادت نہیں ہم کو

وہ تاوے میرے دھو دھو کے پیس میں تیاں ملہ وں
بنا دے جان صاحب ایسا کوئی ٹوٹکا ہم کو

۱۰۲

لگا کیا ہے شیطان سمجھائے کوئی
نہیں سونے کے واسطے چھوڑتے ہیں
نہیں دل سے اک لڑکے بڑھیا ہوئی ہوں

ہماری طرف سے موئے بدگماں کو
دکھائیں گے منہ کیا وہ سارے جہاں کو
جیوں چاہتی ہوں میں اچھے جواں کو

سنو جان صاحب بھلا کیا ہے نسبت
مری نیلی چادر سے اس آسماں کو

۱۰۳

ہے قیامت جانتا تمہاری اس رات کو
گلبدن کے ساتھ اب گر آپ جا کر سوئیں گے
چاندنی خانم ستم ٹوٹے ستارا جان پر

دن سے ہوتی ہے زیادہ بے قراری رات کو
پیٹ میں اپنے بٹھاؤں گی کٹاری رات کو
سیر دریا کی کرنے ہے وہ ساری رات کو

جان صاحب تم ہونے دوں گی بچی کو سوار
دن کو کیا سوتے نہیں لائے ہو ساری رات کو

۱۶۴

اس کنابی مُنہ کی اک مجھی دوگانا جان دو
ایک ہی شتّا ہے باجی مجھلی بھابی کی بہو
سوت کی بھتّی نہ کھائی ۔ بانجھ دنیا سے چلی
ہا تخہ اب مجھ کو کسی صورت لگا سکتے نہیں

میں نہادھو کر ہوں آئی چومنے قرآن دو
موٹے موٹے کیا لگائے ہیں مجھلے طوفان دو
دل میں میرے رہ گئے افسوس ہے ارمان دو
اپنا سر کھا دو مری پاپوش سے تم جان دو

وہ مثل ہے میری اُن کی ایسی لعنت ہے بوا
جان تو ہے ایک اور قالب ہیں میری جان دو

۱۶۵

تو خصم والی نہیں سچ ہے اری ہاں اب تو
فاصلہ جس سے کریما کی ہے نسبت ٹھہری
اُجڑی گھر بار بسا ۔ ہو چکی بچوں والی
کواریوں سے بھی سوا کرتی ہیں نخرے تلّے

دیدا چہرہ بانک ہوا اور کھی گو ٹیاں اب تو
نام حق پڑھ چکا پڑھتا ہے گلستاں اب تو
بیٹھکر لڑکیوں میں کھیل نہ گڑیا اب تو
نوجوانوں کو پھنسا لیتی ہے بڑھیاں اب تو

چوٹ چوٹی پہ ہے گل ۔ پھولی ہے چوٹی کی بہار
جان ٹکواتی ہوں موباف میں کلیاں اب تو

۱۶۶

کیوں نہ دیدوں کو کہوں نوح کی اولاد میں ہیں
پتلیاں یہاں مثنیٰ آنکھیں ہیں حیدر آباد
باجی یوسف کے بچھڑنے سے جو پھوڑ دیئے

لائیں طوفان جو رو رو کے دوگانا دونو
ایک عالم کا دکھاتی ہیں تماشا دونو
لیکے یہ اترے ہیں یعقوب کا ورثا دونو

ڈولا اچھالا کہ نری ہمولی کا سمجھا اُن کو
سالن نہیں ہیں جو چاہیں کہیں یا ہی گوئیاں

ہیں تم جب یہاں وہ مرا کرتی ہیں نیا دونو
ایسا ہی رکھتی ہو کم بخت ہیں میرے ستا دونو

سالیاں جورو کی اچھی ملیں تم کو اے جان
ایسی ہنس مکھ ہیں نہیں جانتی رہنا دونوں

۱۷۷

نہ ڈوبے کب تک رہ گئے بھائی گھر آباد کرو
حق میں جورو کے قصائی نہ بنو اے بیٹا
یہ نہیں پڑھنے کی اس آتو سے ثنا انگیز
کیا سلیمان ہیں یہ تم حرکتی ہو دیوانی ہو
چھوڑنے مجھکو ہو اب کرتے ہیں صبا شادی

باپ دادا کے نہ تم نام کو برباد کرو
نام مشہور تو کنبے میں نہ جیلاد کرو
اس پہ آخوں منیں کوئی جلاد کرو
مرد واڈھونڈ کے بی کوئی پریزاد کرو
کیا قسم کھائی تھی بھولو نہ ذرا یاد کرو

کرکے آزاد صنوبر کو اسے دے ڈالو
جان حسینا مرے شمشاد کا دل شاد کرو

۱۷۸

دادا اس پہ ہر مرد چڑھتا ہے بڑی مشتاق ہو
سیکڑوں شخص مرادیں آگئیں اکیا رگی
پیسہ بھر لونگی اجی دو گھر کی چکی پیس کر
بوڑھیا خاطر کی بھابی کو نہ دیتا دام تم

آٹھ دن میں نوسے ہونا جفت کیا ہی طاق ہو
بی دوگانا روز تم مسجد کا بھرتی طاق ہو
دوسری رزاق ہی کچھ تم نہیں رزاق ہو
جب تلک بیٹیا نہ اگلی سال کا بیباق ہو

لوٹ کے گھر لے گئے ٹھگ بھاگ گئے ہم کو ٹھگا کے
جان صاحب تم ہماری جان کے قزاق ہو

دربار چلے ہیں ابھی از نہار نہ ٹوکو
دیکھوں گی تماشا کھو دربانوں سے جا کر
ہلکا ہی ہوا اس کا ذرا دیکھو تو ایڑی
عادت ہے یہ باندی کی تو پھر مار ڈگی باجی
کس کام کو جاتی ہو خدا جانے دوگانا
جھڑ بیری کے کانٹے کی طرح لپٹے گی گلشن

۱۶۹

دیکھو وہ خفا ہوں گے خبردار نہ ٹوکو
آنے دو نہ ٹوکو تم مجھے بس ہر بار نہ ٹوکو
بچی مری ہو جائے گی بیمار نہ ٹوکو
لو چپ رہو اب ہوگئی ہشیار نہ ٹوکو
بے فائدہ تم کرتی ہو تکرار نہ ٹوکو
ہو جائے گلے کی نہ کہیں ہار نہ ٹوکو

مردوں کا بھی ہیں جانتی ہو کام سنو جان
تم رنڈی سمجھ کر مرے اشعار نہ ٹوکو

ردیف ہ

جب چاہوں وہ احمق بنے الو سے زیادہ
میں تول لیا کرتی ہوں نظروں میں ہر اک کو
شیریں کی طرح تلخ ہے جنیلے مجھے مصری

۱۷۰

تو تول میں اتری ہے مرے چاند سے زیادہ
کانٹا سی ہوں آنکھوں میں بڑا دے سے زیادہ
باتوں میں تری زہر ہے بچھو سے زیادہ

ناحق نہ کرو پاس تم اُس کا مرے بھیّا
ماں باپ کا ہے مرتبہ جورو سے زیادہ

عصمت نہیں ملنے کی گر لاکھ چھپے گی
کسبی کی بہو اوہی گھر بیو سے زیادہ

جب مردوے نے پہلی پہل ہاتھ لگایا
ہیں باغ میں شرمائی لجا لو سے زیادہ

دے ہاتھ میں جب رو کے جو دو دو رو کے کمائی
باجی وہ کماؤ ہے نکھٹو سے زیادہ

موتی کے لیے آبرو چھنّی کی گنوائی
یہ بالے سے سن میں بنی لولو سے زیادہ

اے جان کہو بخشی اک اور تم ایسی
پہلو ہو ہر اک شعر کے پہلو سے زیادہ

۱۸

گو آبرو مرزا کی ہے گنگو سے زیادہ
اسلام ہے یہ غیبت مجھے ہندو سے زیادہ

نکلو نظر آنے لگے اب لاکھوں ہیں گو ایسے
در گور ہوا لکھنؤ کنبو سے زیادہ

کیوں تیل نہ ڈالیں مجھے تل لا دے نکرو
ہیں شہ ہے حق میں مرے کولھو سے زیادہ

ننھا سا نہ جوڑا مری بچی کا ڈھل جائے
بی نام نہ لو ڈرتی ہے جوجو سے زیادہ

سیلے سے بندھی اُس کے قسمت کی ہڈی
جو مردوا ظالم ہے بلا کو سے زیادہ

یہ گت نہ بجا گھر مرا ویران کرے گی
جنگلا ادرے منحوس ہے بیلو سے زیادہ

پیا زدیکھے آتا ہے نظر دال میں کالا
باتیں نہ بگھارا کرو اردو سے زیادہ

وہ ٹھنڈیاں نکلیں مری گالوں کے دوگانہ
ایک ایک ہی دانا ہے گنگرو سے زیادہ

اے جان [illegible] لگا [illegible]
[illegible] آہو سے زیادہ

قلعی تمہارے عشق کی اُدھیان کھل گئی
سب باتیں آپا کی ہیں مرے دل پہ آئینہ

۱۰۸

خوب اگُن بیچے کواری کھیل کر جھشن کے ساتھ
رات کو مستی ہلی اندھیر ہے سوسن کے ساتھ

ایک غمخواری نے اوگو نیک بختی دی تجھے
خوش مزاجی سے نباہی اُس موئے بڈھن کے ساتھ

رنگ لائی گل کھلایا لڑکی نے لے نو بہار
باغ میں جھولا گئی کیا جھولنے مالن کے ساتھ

نام کیا لنکا میں کرتی ساری سے میں سوا
مجھ ہی جادو گرنیاں ہوتیں اگر راون کے ساتھ

نام سے نفرت مسلمانوں کے اُس کافر کو ہے
نوج ہولی ہند ارخان سیہ سکے دشمن کے ساتھ

منہ بنایا کس لیے بگڑی ہو کیوں کھولی زبان
کونسی میں نے بُرائی کی بھلا سمدھن کے ساتھ

پھر نہیں بہو بیل ستاتے آج کل گلزار خاں
دیکھیے کیا گل کھلے اُلجھے ہیں پھر گلشن کے ساتھ

۱۰۵

باجی جائے گی نہ جوتی موئے ناشاد کے ساتھ
ذبح کروانا ہی تو تیغ و جلاد کے ساتھ

سنگدل کیا ہی بختی کتنی پڑیں پتھر اُس پر
باجی شیریں پہ ستم کیا کیا فرہاد کے ساتھ

باجی سمدھن نے کیا ظلم مرے بچے پہ
ساس کرتی ہو سلوک ایسا بھی داماد کے ساتھ

آئے اُس کے بھی اجی ننھے مٹے کے آگے
جیسا سوکن نے کیا ہے مری اولاد کے ساتھ

باغ کو سونے چلی۔ موت نہیں قابو میں
ہیں وہ کرتی جو خدا نے کیا شداد کے ساتھ

دے دو تصویر جو ہو زیر و زبر کا نقشہ
پیش آ جاؤں اسی شکل سے بہزاد کے ساتھ

بے واسطہ تنزرون کیا کرتی ہی خبر ن — رہنا بھی مجھے گھر میں ہوا دشوار تمھارے
یہ ورثہ کا جھگڑا ہی سنو چھوٹی ممانی — دو چار بڑے اپنے ہوئے چار تمھارے
ہیں مول جو دو باندیاں بی اشرفی خانم — گاہک کوئی پیدا ہوئے زر دار تمھارے
تم جھوٹ کے پتلے ہو تمھیں سچ سے ہی کیا کام — انکار سے بدتر ہیں سب اقرار تمھارے

عزت لو ہزاروں ہی کی اے جان وہ بد ہو
ہو قہر حوالے ہو یہ اخبار تمھارے

۸۸

کس گدھے باپ سے بنوا کے ہی لائی بجلی — اس پہ بجلی گرے جس نے یہ بنائی بجلی
ابری کاغذ پہ جو ردّی ہوئی تصویر کھنچی — آہ کے بدلے ہوا میں نے بنائی بجلی
کالی چادر کو نہیں پھینک کے چمکی مہتاب — کوند کے ادھی گھٹا سے نکل آئی بجلی
بالیاں، بلے، اجی، جھالے، مگر جو بنے — بچ گئے دید ول مجھے بھابی کی نہ بھائی بجلی
رعد خاں جو روپہ کیوں گیے یہ بادل کی طرح — آج کے یار کو رنڈی نے کھلائی بجلی
کیا بیاں کیجیے دانتوں کی چمک کا عالم — ابر پہ شاد نے ہنس ہنس کے گرائی بجلی
یار نے بھیجی ہے جب پہنے گی ہوگی رسوا — آج ظاہر ہے اگر اس نے چرائی بجلی
کان چھونٹوں کے بھی کانٹے موئے بکے پڑتے — ہائے پاس ہی ہیں دن گزرا آئی بجلی

بال باندھی وہ بلا جو رہی اس سر کی قسم
جان صاحب یہ ہی خانم نے اڑائی بجلی

۱۰۹

جان صاحب کی خبر لانے جو اے دلبر مجھے
ہو محبت کا برا راتوں کو گلیوں میں پھری
گوندھنے کو جب کہا چوٹی کے وہ کہنے لگی
مل گئے کیا تم حسین آباد میں مجھ حور کو
آج اُن کے دل پہ آئینہ مری چاہت ہوئی
سب دوپٹہ صاحب نے سچ ہی جھوٹ میں کہتی نہیں
چکنی باتوں کا ہو منہ کالا۔ کیا دل ہے خون
وہ اگر قرآن کا جامہ پہن کر کچھ کہیں
" مفت کرنا دور بیچا تا، مثل سچی ہوئی

اُس کی میں لونڈی ہوں لیلے مول وہ بے زر مجھے
ٹھوکریں کھلوائیں اس دل نے اجی در در مجھے
یاد اس رستی کے ڈستے کا نہیں منتر مجھے
باغ اب جنت ہی اور تالاب ہی کوثر مجھے
صاف دل میں دیکھ کر حیران و ششدر مجھے
نیل، سرمہ، مسی، مہندی، عطر بھی لا کر مجھے
لال خاں پہناؤ گے پھولوں کا تم زیور مجھے
ای دوگانا جھوٹھ سمجھوں کچھ نہ ہو باور مجھے
کالے کوسوں لے گیا اک دم دیکر مجھے

قدر کیا نامرد جانیں مرد وے جو مرد ہیں
جان صاحب شاد ہوتے ہیں اسی سن کر مجھے

۱۱۰

جب تلک دو پیسے کمانے کی ہو تدبیر کوئی
لکھو ہی رنڈی کیے دھوپ میں کیا بال سفید
قند کے بدلے نمک چھڑک دیا شیریں نے
چاندی خانے میں سوتا تھا مجھے اے قضا

ناک میں کوڑیا خاک نہ کرے تدبیر کوئی؟
کرتا دانا سے ہو نادانی کی تقریر کوئی
شکوہ ایسی بھی بکتا ہی بھلا کھیر کوئی
پھر یہ کہتی ہو بتا کے مری تقصیر کوئی

نقش ہو جائے جو دل پر شوق سو جان صاحب
دکھائی مانی و بہزاد مصور کھینچی تصویر کوئی

۱۹۱

مجھ سے کہا پچھوا جی اپنے ہی گھر والوں سے
میرے تو دیورے بھی سمندر سے کے ہیں بابا دادا
نی صنوبر ہے عجب کیا جو لگے سرو میں پھل

کوئی اچھا نہیں کہنے کا بُری چالوں سے
بگڑا دل نہ بہا اس بیدا ہو میں ان بالوں سے
پھول پیدا ہوئے مردوں کی جی [?] جالوں سے

جانِ صاحب کے کبھی دم میں نہ آئی ہرگز
چھوٹے مرزا نے پھنسایا ہے بُری چالوں سے

۱۹۲

ہوں کھرے کھوٹے نہ اس میں آئی ہیں ٹکسال سے
ہے خدا کی شان وہ افضل نساخانم بنی
آپ کے سر کی قسم ہے بڑا ہی اعتقاد
ترش ہوتی ہیں جو ہوں کر منع اُن کو تو بھا [?]

اشرفی خانم روپے پرکھا لے کندن لال سے
بیچتی پھرتی تھی گلیوں میں جو کھڑی نالے سے
بھائی نعمت خاں ٹبکی ڈلی کی جھکو فال سے
ہے ثریا آ نہ اور نرگس کو نہ دیدیں فال سے

جانِ صاحب تو ہے جم جم سلامت سخ تو ہو
نام روشن ہو گیا میرا ترے اقبال سے

۱۹۳

ڈر لگے کیونکر نہ ان دونوں کی چکو چال سے
ہے دوگانا شیخ جھینگا میر سجری کا غلام
اُس کی چاہت میں یہ چھانم سدا جیتا گیا [?]
نام میکے کا مٹایا ہیں اشارے باز بال

چھوکری آندھی ہے لڑکا کم نہیں بھونچال سے
ہے یہ اچنبھا جو لیا بچایا تم اس کی چال سے
اکنہ [?] ہندن سے وہ پوچھے یا کسی تال سے
کیا ہی کھل کھیلی ہے بنو آئی ہے سسرال سے

ہائے لے کٹنے نے ٹھپو خاں بچے کا اٹھا لیا | تو جو کہتا ہے چلا آتا ہوں میں اگر ال سے

جان صاحب بیچ ہو ٹکسال والے کا کلام
"ہو جو نہ ہو دل کا سخی وہ کم نہیں کنگال سے"

اجی وہ آندھی سے رٹنے کو ایک لا آئی | ۱۹۴ | ہوا کے گھوڑے پہ دولت قدم سوار آئی
پکڑ کے بال میں پاپوش اس کے مار آئی | چڑھی دماغ کو گرمی بخشی سب اتار آئی
پھنسایا مرزا کو شہباز خاں کی باندی نے | جب آئی گھر میں کبھی کھیا تی نسکار آئی
بسا بسایا لٹا گھر نہ ہو پھولی پھلی | گوڑی بستر قدم آئی تو بہار آئی
خدا ہی خیر کرے بیگما کی ڈھنڈھی ہے | مہینا بیٹھا ہے کھاتی ہوئی اچار آئی
یہ ٹوٹکا کیا ٹانگوں میں اپنا ڈال کے منہ | گلی میں چھٹے کے آگے انھیں نکال آئی
نہ رکھیوں ماما کو درگاہ سے تو ہو آؤں | دماغ عرش پہ ہے لیکے کیا کہار آئی
پکڑ گیا ہوا معاملہ تجھ سے یار تھا | زنا خی شکل بنائے جو سو گوار آئی

دل اپنا کرتا ہے اے جان کس لیے بھاری
جو تیری بات تھی بگڑی ہوئی سنوار آئی

چوتھی کی تو صورت نہ ذرا دیکھیں دلھن کی | ۱۹۵ | پندھوا کے اٹھی مجھے لادو اجی گہن کی
حق ماں کا بھی سمجھو نہ سپیہا می دلھن کی | بیٹا تمھیں لازم ہے کرو بات چلن کی

اچھی مری نجبن بڑی خانم کو بلا لا
میں مثنوی فیروز سے پڑھواؤں حسن کی

تم صبح کو پھر کس لیے کرتے تھے اشارا
چاہت نہیں مرزا جو تمھیں شام برن کی

جو کہتے ہو سچ کہتے ہو ہاں میں تو ہوں ایسی
گھر والے ہیں تو جا کے خبر لیجے بہن کی

چل دور پرے ہٹ یہ نہیں لونگی میں چانول
بنیا ترا دھگڑا اٹھا جو تو لائی ہے کنکی

یہ الٹا دھڑا سیر میں پنسیری کا دھوکا
بھاتی نہیں باتیں مجھے کچھ اوچھے چلن کی

کھا لو یہی پکا ہے کریلوں کا جو سالن
صدقے گئی خاطر کرو مجھ رانڈ دلھن کی

بھائی کا مرے بیاہ ہو ڈالوں گی میں آنچل
بنوا دو کوئی اوڑھنی اچھی سی کرن کی

کیوں جان نہ ہو بندی کے اقبال پہ صدقے
سنتی ہے مصیبت وہ سدا اچھی سی سٹرن کی

۱۹۲

دم مرا ناک میں ہے ہاتھ سے ناشادوں کے
تم تک آ سکتی نہیں بس میں ہوں جلادوں کے

پیچھے سے آگے جو لڑتے ہیں میاں کے شاگرد
یہ تو اچھر میں پڑھائے ہوئے استادوں کے

اپنا پردیس سے آیا نہ مسافر سبزہ
رہ گئیں ساون کی گھٹیں دن بھی گئے بھادوں کے

عشق دونوں کو جو رنڈی کا ہے لٹو انکے گھر
طور بے طور ہیں بی جان کے داماادوں کے

دیکھنی حسن کی ہوں دوڑا اتنا چلا آتا ہے
دیدے کیا پھوٹ گئے اوہی حجے بیادوں کے

عشق میں اس کے میں کس طرح نہ ہوں دیوانی
میرے مرزا نہیں ہرجائی پری زادوں کے

جان صاحب کا ابھی ہو گیا کچھ اور دماغ
جب سے جانے لگے دربار میں شہزادوں کے

کہتی ہوں میں خدا سے یہ شام اور سویرے
جم جم رہیں سلامت باجی کے بچے میرے
میں تو جلی بھنی ہوں مجھ سے کرو نہ گرمی
بس ٹھنڈے ٹھنڈے صاحب تم جاؤ اپنے ڈیرے
بیٹھی ہوں سور ماکی دو چوٹوں میں بھگا دوں
لشکر ہمیں زماں کا گر آ کے مجھ کو گھیرے
سودا ہوا ہے تم کو اوباش میں نہیں ہوں
گاہے میں میری آ کے کرتے ہو تم جو پھیرے
منگل کا دن ہے صاحب ہو جائے گی وہ دلی
بچوں کو میری دیکھو مارو نہ تم تھپیڑے

بھولی سمجھ نہ مجھ کو سنتا ہے جان صاحب
ایسی نہیں ہوں نقلی آدا پہ دم ترا ہے

دیا ہے کونسا میرا خرچہ اٹھا پھر تو نے
بلا بلا کے گھر میں چھپائے خط تو نے
طلاق دے مجھے یا خیبا میرا ثابت کر
نگوڑے ہم لوگ کے بیٹھے سے دوستی کرکے
خدا بچائے تری جان ڈنڈی باز بنا

نگوڑے تاقیے ہی کر دلے عمر بھر تو نے
کسی عزیز کا لڈو کیا ڈر تو نے
ہر جان جدوں کی نکالا ہے کیسا آنسر تو نے
بسا بسایا اجاڑا تباہی گھر تو نے
نکالے مردوے چیونٹی کی طرح پر تو نے

۲۰۲

چھپا ہوا بات چوٹی ہیں گو بیاہ دے ڈالا ہے / پیبٹا اوہی اس کا یہ بچہ کوڑا پالا ہے

موا دو رشتہ بر کیا امنات کے بنتے سنوتی ہے / پہلے پالک ہے حاتم کا تو یہ مرزا کا پالا ہے

خدا کا قہر ٹوٹے کسبیا لی نڈول سے لڑتی ہے / ترناخی نے نہیں لڑکے پیا لے سانڈ پالا ہے

کسی دھگڑے کا اپنے سوگ کیا ہے دوگانے / محرم بھی گیا اتنا سے پٹھہ سر کا کالا ہے

طمانچہ مارا مارا میرے لڑکے کو نہیں کیا ہے / نہ کچھ کہنا اسے صاحب مرے بھائی کا سالا ہے

مرادھنا کیا ہوا دوگانا سمدھیانے / بٹے گی دال جوتی آج پھر ننو کا چالا ہے

کلیجی گلچ کی بہنی کہوں گو بیاہ ہوتی / اناروں پر لگایا آکے یہ مکڑی کا جالا ہے

کیا پھر مال کا اتنا کے دعوی مجھ سے داد دے / گرے مرتے اکھاڑے پھر وہی جھگڑا نکالا ہے

کہوں کیا جان صاحب آج تو وہ اڑ کے بیٹھا تھا
ہزاروں نخرے کر کے موئے نبیے کو ٹالا ہے

۲۰۳

سوت کا پیٹ ہے یہ غم ٹھہرے / اور میرا تو ہی ستم ٹھہرے

روز تم آگ لینے آتے ہو / نہ کبھی پاس ایک دم ٹھہرے

آج کیا جانے دیکھی ہے دنیا / کچھ تو ڈھونڈے یہ ہے کرم ٹھہرے

شیخ کو دن لگے ہیں موتی خال / سچا وہ اور ہی جھوٹے ہم ٹھہرے

دو تو ڈالیں ابھی کڑھائی میں ہاتھ / بیری آس کی اجی قسم ٹھہرے

اب نہ بولوں گی جان صاحب سے
بات کہنا بھی گر ستم ٹھہرے

جاسوسی لینے میری خبردار کب پھرے ۲۰۴ صاحب کو لوگ ڈھونڈھتے وہ جا بجا پھرے

کیا سوئیاں جہان سے ناپید ہو گئیں
تم ڈھونڈتے ہو میرے لیئے بازار کب پھرے

مرتا ہے مجھ کو ان پہ نہ تبان لوں کبھی
مرزا جو مجھ سے کر گئے اقرار کب پھرے

لو گو مرے وکیل سے ہمسائی گٹھ گئی
جب لگ گئی قبالے میں تلوار کب پھرے

نرگس کے ہیں تو جینے سے بے آس ہو گئی
ایسے خدا کے گھر سے ہیں بیمار کب پھرے

لنگھی گئی وہ لینے جو چلتی ہے چوں کی چال
سر کب گنڈے کا دیکھیے مردار کب پھرے

بے داموں دی جو آئی ہیں بی حسن جس کی
بے آس او ہی اپنے خریدار کب پھرے

کر یاد باپ بھائی کے نیچے کدھر گئے
بے ہوش کو تو روتی ہی ہشیار کب پھرے

یا ہاتھو نہ پیش بندی ہے یہ تسبیح ہاتھ میں
اے جان کب ملے نہیں سو بار کب پھرے

سرکار میں ہے گھر میں وہ بے پیر نہیں ہے ۲۰۵ وسواس نہ کر شوق سے آ بیر نہیں ہے

دیوانی ہو جھوٹے کے پڑی جان پہ بجلی
توڑا ہے مرا طوق ہے زنجیر نہیں ہے

شیریں اسے ہمشیر کھلا دیں نہ سلونا
چاٹی مری بچی نے ابھی کھیر نہیں ہے

نقشہ ہے یہ اگول مصوّر کی سہو کا
ہاں آدمی کی شکل ہے تصویر نہیں ہے

ہیں لیس ہری اپنے نشانے کو نہ چوکی
ہمسر کے کیا ناک میں کب تیر نہیں ہے

موتی لڑی گوہر کی ہے وردانا نے بدلی
سچ ہے اجی جھوٹی مری تقریر نہیں ہے

سسرال میں باندی بنی میکے سے وہ جا کے
قسمت ہے یہ اس کی مری تقصیر نہیں ہے

پایا جو خصم تیاگ تو بدساس ملی ہے
کس طرح سے لوں سوت پچھل پائی کی ہے جان

کیا بگڑ دوں بن آئی کوئی تدبیر نہیں ہے
کالی بھی نہیں پاس کوئی بیر نہیں ہے

جو مرد ہیں وہ قدر مری کرتے ہیں اے جان
نامرد کے آگے مری توقیر نہیں ہے

۲۰۶

میری جتی سے ۔ تو بہار گرے
اس کنوئیں میں نہ تمہار گرے

ڈر گئی۔ چھت سے وہ چار گرے
ایک دو کیسے تین چار گرے

ہیں نہ بولی نکالیں ثنائیں لاکھ
میر گل پاؤں پہ ہزار گرے

مجھ کھری سے یہ کیا ہو کھوٹا بن
تجھ پہ بجلی ہوئے ستار گرے

میاں ستر کا سارا لوٹ لیا
ڈھڑی دل کی طرح گنوار گرے

اس میں گھوڑے کی کیا خطا مشکی
جھنکاتے وہ ہوئے سوار گرے

تم ہو دانا و لائق خانم
بولو کیا وجہ بن چار گرے

نہ گکھری ۔ نہ ہی ہوا چلتی
خود بخود ٹوٹ کر انار گرے

کھا گئے گلگلے یہ آسا کے
ٹوٹیں ٹانگیں چوبدار گرے

منہ کی خورشید کھائے ۔ اے مہتاب
اوندھے منہ ہو کے ایک بار گرے

جان صاحب اک اور ریختی کہہ
ہو بہ ثابت ہزار بار گرے"

بہاں غبارہ - دور پار گرے
نچے والی مرے نہ دنیا ہیں
عشق ہو حسن کر سنار جگنو کی
ناریانوں کا ٹوٹے لے گا گن
گیا چھٹنے سے چاروں شانے چت
کیوں نہ منہ دوسرے کا دیکھے وہ

۲۰۷

گھر چلے سوت کا یہ پار گرے
پیسٹر خالق نہ بار دار گرے
پھینک کر بین بینکا ر گرے
کہیں کھونٹی سے یہ ستار گرے
نچے دونوں یہ ایک بار گرے
آپ سے کھل کے جو انار گرے

جان صاحب صفا کمر میں آئی ہی چاک
لیکے ڈولی جو کل کہار گرے

۲۰۸

محل میں آئے وہ میرے - گئی گردش ستارے کی
بہت دن سے خفا تھے آج مجھ سے بات بارے کی
شل ہی ہاتھ بیچا ہی نہیں کچھ ذات بیچی ہی
نہ سمجھے نرم کوئی ہیں بھی بیٹھی ہوں کرارے کی
ڈرے گی مرے سے جب اپھیر میں بیوڑی کے آئے گی
ابھی صورت نہیں دیکھی ہی لے شیریں کرارے کی
نہیں گونگی نہ میں بہری سنو میری کہو اپنی
اجی کیا بیچنے گرپٹ ہو جو سمجھو اشارے کی

نہ بھولوں گی کبھی یاد اس کی باجی ایک ڈھاڑی ہے
شئی ہو دائرے میں چیزیں نے وہ کدارے کی
عزیزوں سے سوا میں چاہتی ہوں اپنے یوسف کو
زلیخا باجی ہو مجھ کو قسم فرزند پیارے کی
ہوائی منہ پہ ہے مہتاب کے اُڑتی اجی دیکھو
کبھی صورت نہیں چھپتی ہے جیتے اور ہارے کی

ستارے کی محبت میں جو نکلیں تار آنسو کے
نہ کیوں دیدے پہ پہنچیں چاند صاحب کی ہو پارے کی

۲۴۹

ڈولا گئی ہے کاریں ہمشیر تمہاری | روٹی کی بخوبی ہوئی تدبیر تمہاری
چلتی نہیں چودرو پہ جو تدبیر تمہاری | بٹیا میں اسے کیا کروں تقدیر تمہاری
سن سن کے مرا حال وہ چندا کے یہ بولی | کچھ ہم تو یہ سمجھے نہیں تقریر تمہاری
ایسی بھی تو دیوانی نہ تھی اے پری خانم | بن پوچھے بہن لیتی ہیں زنجیر تمہاری
گھر میں رہے نندی کے ہو باتیں نہ بناؤ | جھوٹی ہے سراسر اجی تقریر تمہاری
عصمت تو بڑی نیک تھی اب ہو گئی بدکار | ہمسائی یہ صحبت کی ہے تاثیر تمہاری
کروائے گی اب خون مرے لال کا صاحب | ہے سرخرو چنداجی یہ ہمشیر تمہاری
مہتاب کا چاندی کا ہے توڑا گیا چوری | ق | بی مہرنسا سونے کی زنجیر تمہاری
شادی کا ہے گھر کس کو کہوں بن نہیں آتی | اس میں نہ خطا میری نہ تقصیر تمہاری

لے جان بسر ہو گی یہ کس طرح سے اوقات
میرا کہیں منصب ہے نہ جاگیر تمھاری

۲۱۰

دکھایا رنگ نانی نے اوہی کیا کیا ہے
میرا کلام بھی جمشید کا پیالا ہے

کمال منہ کا نوالا نہیں ہے بی نعمت
چھپر کھٹ جیٹھی کا بارہ برس میں اٹھتا ہے

نہ آ بچھونے سے ڈلواؤ سر پہ پانی تم
اسی سمے ای بوا ہو جاتا بال خورا ہے

ڈھولکا ہے محل خانے والیوں کا سند
ہزار بار سنا لاکھ بار دیکھا ہے

تمام عمر نہ آوے گی یہ زبان اُس سے
کہے وہ ریختی ای جان اُس کا منہ کیا ہے

۲۱۱

تو نج تم پہ کسی کا جی نکلے
سچ ہے تم بے وفا اجی نکلے

موتی خانم کی آبرو کے نثار
چار یار اُس کے جوہری نکلے

میر گل کو بلا لے اے چمپا
کچھ تو اس دل کی بے کلی نکلے

مفت رکھا نہ ایک کوڑی دی
ہیں تو مرشد بھی وہ ولی نکلے

باجی مجھو نصیب پڑھا ہے
سیدھی باتوں میں کر کجی نکلے

جان صاحب غزل کا لطف یہ ہے
بات میں بات اک نئی نکلے

۲۱۲

جو میرے ڈالنے کی گھر میں جستجو کرتے
تو باجی اماں سے وہ آ کے گفتگو کرتے

ہماری اُن کی ہے اولاد ایک جان جگر
عزیز اُن سے بھلا اپنا ہم لہو کرتے

زناخی جان بڑے بھائی کا گلا ہے عبث
وہ بات چھیڑتے شادی کی گفتگو کرتے

ذرا بھی چاہ اگر ہوتی جان صاحب کو
نہ اس طرح ہمیں رسوا وہ چار سو کرتے

چھوٹی خانم کے جو گھر کے غزل خواں پہنچے ۲۱۳ میں تو ٹھنکاری تھی وہ کہتے ہی یہاں پہنچے
بے کلی دل کو ہوئی سیج میں ہیں گجرے پھولوں کے بوجھ سے دکھنے لگے جھنیاں پہنچے
میٹھی باتوں پہ نہ جا بس کی ہے وہ گانٹھ ہوا کیا کہوں اُس سے جو صاحب نے مجھے گوئیاں پہنچے
کچھ بھی سرسبز ہے تم سے نہ الفت خاں ہوگی مجھ کو ہاتھوں سے کر یہ لگے گلستاں پہنچے
حسن وہ نام خدا تجھ میں ہے چھوٹی خانم حور پہنچے ترے مکھڑے کو نہ غلماں پہنچے

یہ نہ لکھا نہ پڑھا تھا وہ قابل تھے اجی
جان صاحب کی نہ باتوں کو الفت خاں پہنچے

کر رہا ہے اپنے بیگانوں میں رسوا دل مجھے ۲۱۴ اس نگوڑے نے نہ رکھا اب کسی قابل مجھے
اُلٹی سیدھی باتیں بہت سے حرکت سے جو چاہو کہو آپ قائل ہو کرو گے کیا بھلا قائل مجھے
رنڈیاں لالا کے دلے لیتے تھے میری چھاتی پہ مونگ دق کیا ایسا کہ آخر ہو گئی ہے سل مجھے
پاس گر اُن کے نہ جاؤں میں تو لوگو کیا کروں چین ہی لینے نہیں دیتا نگوڑا دل مجھے
گر نہیں آتے مری باندی کی جوتی سے نہ آئیں ہر گھڑی کی دانتا کل کل سے ہے کیا حاصل مجھے
لیتے ہی انگڑائی ایسی چک کمر میں آ گئی لیٹ کر اٹھنا ہوا ہے اب ہی اب مشکل مجھے
آپ کے غصے کے ڈر سے جاکے چھپ جاتی ابھی کیا کروں صاحب نہیں ملتا ہے کابل مجھے

میرے بیری کھائیں ایسی کی صاحب ہنڈ بال
لڈو بنوا دوں گی لا دو تل پور سے تل مجھے

ورنہ پھر آتی ہے لونڈی مری جا کر خالی ۲۱۵ بھاڑ میں جائے کرایہ وہ کریں گھر خالی

لال منہ ہوگیا غصّے سے نہ کھانا کھایا
دی ہی ایک دوشالہ مرے سر پر مرزا
مجھ کو دھڑکا ہے وہ اُن کی خدا خیر کرے

سُنا مرزا نے جو پکے ہیں چقندر خالی
دے نہ آنا جو نہ ہو پھر دارو گر خالی
خط گئے ہیں نہیں۔ آتا ہی کبوتر خالی

یہی ہر روز نئی ننڈی لگا لاتا ہے
جان صاحب کا نہیں تھا یہ چھپر خالی

۲۱۶

کب کب آتے تھے جو مرزا مرے گھر آنے لگے
فیلسوفی سے زناخی کی مگر آنے لگے
جم جم آئیں منجھلے آغا منع میں کرتی نہیں
قہر یہ ہو سا تھ اُن کے بد نظر آنے لگے
ناک چوٹی میری کٹواؤ گے اپنا ہاتھ منھ
گھر میں وہ بیٹھے ہیں تم ایسے نڈر آنے لگے
ان خواصوں کے وہ ادھگڑ دنے پھرتی تم
پھر اُسی صورت سے ڈھیلے رات بھر آنے لگے
لڑکی ان باتوں سے تو مردوں کا سر کٹوائیگی
جو نہ آتے تھے وہ اب تجھ کو نہر آنے لگے
مارے ڈبلاپے کے اس حالت کو پہنچی بیگما
دونو ہاتھوں سے کڑے ہر دم اُتر نے لگے

دن دھاڑے کس لیے تم میرے گھر آتے نہیں
کس کا ڈر ہے چھپکے جو پچھلے پہر آنے لگے

لالہ مہجی رام کی خاطر سے گوپیاں آ رہے ہیں
بن ہائے جان صاحب کیوں ادھر آنے لگے

یا من یہ تجھ سے کہتے ہیں پونچھی بچار کے
پھندے میں تم پھنسو گی ابھی تن جار کے

ویسا نہ پایا پاس رہی میں ہزار کے
اُس کے گلے کا ہار ہوئی جیتے ہار کے

اللہ رے گھمنڈ مری تو بہار کے
پھولوں نہیں سماتی پھرتے پیار کے

ننگی کھلی نہ بیٹھی ہوں ہمسائے الیاں
کوٹھے پہ تم چڑھا کرو صاحب پکار کے

چاندی کا تار تم کو نہ لانا ہوا نصیب
سونے کا ہیرا لے گئے زیور اتار کے

بکھراج کیوں نہ پہنے گی ہے آج اُس کا راج
دو جوہری ہیں یار جواہر نگار کے

میکے کے میرے نام کو باندی نہ کر لیں
پیچل ہٹاؤں گی میں تری مار مار کے

قبضے میں جن کے ہوتی ہو ہمیشہ اترا رہے گی
بتیا بچے گا تو مجھے تلوار مار کے؟

ہاتھوں سے اُن کے لاکھ کا گھر نکال دیا
کنگھی بنا دیا ہے مجھے بار بار کے

دیکھو مرے بدن کو لگاؤ گے تم جو ہاتھ
سر پہ چڑھوں گی پاؤں سے جوتے اتار کے

دیکھی جو اپنی جوڑی کی پرچھائیں رات کو
ڈائن سمجھ کے بھاگی ہیں اک چیخ مار کے

نرگس کی آنکھیں جو کبھی تیری لگائے روز
اک پھول کی کٹوری میں کاجل ہی پار کے

در گور تم کو اپنا ہے مطلب ہی سوجھتا
اے جان میں تو مرتی ہوں مارے بخار کے

انگوٹھی تو یوں مفت پائی نہ ہو گی
سناروں کو جب تک کھلائی نہ ہو گی

بھلی عورتوں سے برائی نہ ہوگی — برے مردوں سے بھلائی نہ ہوگی
منگا دو مجھے ڈولی میکے کو جاؤں — تمھارے لیے کچھ برائی نہ ہوگی
قیامت کا دن یاد رکھیو نہ سمجھو لو — وہاں کیا خدا کی خدائی نہ ہوگی
نہ ہرگز کروں بات رمضاں خاں سے — جیوں مر کے تو بھی صفائی نہ ہوگی
ہے پہلی پہل رکھا بچی نے روزہ — خدایا اس کی روزہ کشائی نہ ہوگی
لگا بار کرے آگ پانی میں سوکن — کبھی میری اُن کی جدائی نہ ہوگی
بڑی تو بنائی ہے مسی کو سوکن — فرشتوں نے تیرے لگائی نہ ہوگی
نہ بھیجو۔ اوہی۔ باجی بی بی کا دانہ — وہ ہے میلے سر سے نہائی نہ ہوگی

میں کیا جان صاحب کے گھر سونے جاؤں
سوا خاک کے چارپائی نہ ہوگی

۲۱۹
کام چھپا نہ چھپتی ہوں نہ میں سوسن سے — میر گلزار اگر پھولوں کی ہاں گلشن سے
دو تواں مسی کے پہنے ہیں دوگانا جھیاں — مرتے ہولی سے خوش بیٹھتے ہیں ہم ساون سے
میری گوئیاں کی جو چوٹی میں ہے موباف سیاہ — باجی ڈسوائیں گی دل ہیں کالا ناگن سے
ہاتھ مل مل کے ابھی نیلے کروں گی مرزا — چھنچھ بندا بنی کرے کہنے ذرا سوسن سے

بیگما کھاتی ہیں پھر روٹی پہ روٹی رکھ کر
جان صاحب جنا ہیں ہی بچون سے

۲۲۰
قاضی جی کس کتاب میں لکھا یہ حال ہے — لیتی حرام کہتے ہو لیتا حلال ہے
رادھا کو لپٹے یاد کرے کیا وہ لال ہے — کون اس سے رادھا نگری کا کرتا سوال ہے
نیبو کا نقصان بیچ چلے لاڈلی سکھ — ڈھاکا نہ یا ہے بوٹی کا یہ اُن کا جال ہے

جاسوسی صحنچی میں یہ بیتی ہیں بانڈیاں
اسپی تو چھپ کے باتیں ہی کرنا محال ہے

مرزائی جان پہنے ٹکے گز کی کیوں گزی
گاڑھا ہی یار کپڑے کا جو کوٹھی وال ہے

مل مل کے ہاتھ رہ گئی تن زیب کے لیے
ویں بھاری جوڑا سوت کو اس کا ملال ہے

سب یہ دعا کروں گی آج روتے کو خوب سا
آڑا منگانے پہ ہوا تر چھا کمال ہے

رسی دراز عمر کی کوتاہ ہو چکی
در گور لے رانڈ کا کس کو خیال ہے

لوں گی نہ لنکلاٹ کبھی اور نہ کام لیبٹا
بڈھیا ہوئی ہوں دل مرا گودڑ کا لال ہے

رانڈ سے ہیں جھولا مار گیا شربتی کوئی
کمبخت کو یہ کیسا لگا میٹھا سال ہے

جوڑے میں پاجامہ جو ہے چار خانے کا
گھر چار رہ گئی ہی کھانا حال ہے

بڈھا نانا باناجس کو خوش آئے کرے نکاح
بہتر ہے یہ حرام وہ بد تر حلال ہے

پھپی کا اک نمونہ ہے یہ ریختی مری
اے جان جس کو قدر ہے اس کا یہ مال ہے

۲۲۱

کوئی بھی پوچھتا نہیں مجھی یہ حال ہے
دولت ہمارے حسن کی مردے کا مال ہے

لہاوٹ کھل اوپار کے پالے پڑی ہوں میں
دم کیوں نہ الجھے بال کی وہ کھینچے کھال ہے

حلوائی کی دوکان کی پھبتی نہ کیوں ہوں
دن رات آسمان مٹھائی کا تھال ہے

ہے چاند اندرسا تو ستارے ہیں گولیاں
شاخیں کرن ہیں اور یہ سورج سہال ہے

مصری نہ ایسی باعزیزوں سے کرتے ہیں
یوسف منا کے لے گیا اس کا خیال ہے

کیا ہو گا گل ہزار پھولائے ہوا بہار
میں پات پات ہوں وہ اگر ڈال ڈال ہے

۲۲۳

تم سے نسیم کیا کہوں وہ لوگ کیا ہوئے | اپنے گئے بہار کے دن سب ہوا ہوئے
آنکھیں ملائیں اور وہیں ہم سے جدا ہوئے | جنگلی ہرن سے تم اجی وحشی سوا ہوئے
پھولی پھلی دہائی صنوبر سی جورو بانجھ | وہ کیا نہال دے کے مجھے بددعا ہوئے
کڑوے کسیلے دن ہیں لگی زہر ان کو بات | مصری کو کوسا شہد نے وہ بدمزا ہوئے
بہرٹھے ہوا اپنی جورو سے بیٹھی سناؤں گی | خوش ہو بیٹھے آپ مجھ سے جو ناحق خفا ہوئے
اے خضر جن کی چاہ میں کتنے کا ڈوبا نام | دشمن ہی جان کے وہی آشنا ہوئے
لڑکے پہ بگڑے تیلی کا چکنا گھڑا بنے | دریا ے کا پانی ڈھل گیا وہ جب ہوئے

اے جان ہر زمین میں وہ ریختی کہی
سن سن کے ہوش پریوں کے باختہ ہوئے

۲۲۴

نام بھر خانم کا جاگا سوم خلعت ہو گئی | اڑ گیا دنیا سے پیسا کم سخاوت ہو گئی
جس بھرے گھر میں گئی۔ بھر آئی ملی ہاتھ میں | جا بجا جانے سے۔ دل کو باجی نفرت ہو گئی
چار پیسے تک نہ ڈولی کے کہاروں کو دیئے | کوڑیا خانم مری کوڑی کی عزت ہو گئی
کی نہ کٹی وہ بات جس تک بلبلانا تھا بہت | نخوکت بیٹی دو دے دو دن کی چاہت ہو گئی

کچھ نہیں بچنے والا جان صاحب جانی
اس زمانے میں بھی ہمت چار کی ہمت گئی

نہا دھو کے بڑی روٹھی ہیں اس ضد سے اٹھاؤ گی
خدا کا قہر ہے طوفان - یونہی یہ باندھا ہے

اکیلی جان تھی تنہا ہر ایک صورت تنی تھی
مری جاتی ہوں ہنسی جی کڑتا ہے پیچ دنا ہے

جہاں پڑھتی ہوں مردوں کی سو ٹھٹھی ہے لگ جاتی
یہ مجھ بڑھیا کا کاتا ہے جوانوں کا تماشا ہے

جنوں دیوانی کپڑے پھاڑ کر جنگل میں جا بیٹھوں
یہ من کہلاؤں مجنوں کی یہی دل میں ادا ہے

مزا ہے ریختی میں ذوق سے شعر کہنے کا
سوا اپنے موافق جان صاحب خوب کہتا ہے

۲۲۸
لسو بیے بہا بیے نہ مرے آکے سامنے
یہ نخرے تلے کیجیے جورو کے سامنے

گھر سے نکالوں پاؤں تو سر کاٹ ڈالیں گے
لوگو بہانا کیا کروں مرزا کے سامنے

کس طرح جاؤں دیکھتے ہرا رہا ہے عمل
چھجڑیاں سڑک پہ ہیں کھڑی دریا کے سامنے

فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا اجی
غارت تجوڑا ہو گیا موسیٰ کے سامنے

مرزا کا قول سچ ہے کہ ویران ہوگا گھر
جنگلا وہ روز گاتی ہے آ آکے سامنے

مجھ کو تو ڈالا گھر میں - فرنگن کے ہو مرید
مسجد بنائی آپ نے گرجا کے سامنے

۲۲۹
تم کو اتنی بھی نہیں میری اگر پرواہ ہے
چھوڑ دو روٹی نہ دو بندی کا بھی اللہ ہے

چاہتی جس کو ہوں اس کا نہیں قصور مجھے بھی
دل ہی اپنا کھو جڑا بیٹھا بڑا بدراہ ہے

مجھ کو چلا کھوتا ہے - چھوڑ دے اپنی مراد
رات آئی ہے بڑی جانا مجھے درگاہ ہے

جان صاحب آئی تو - شادی ہے بیگم جان کی
آج ساچق کل ہے - مہندی پرسوں اس کا بیاہ ہے

۲۳۰
مرتے ہیں سب کے مرد یہ تاثیر ہو گئی
شیریں کی میٹھا زہر تو تقریر ہو گئی

مہرن لنسا ہے صبح کو باجی یہ کہہ گئی
کافور طاق پر سے طباشیر ہو گئی

اجی کا گلبدن کی گیا کل جو پیٹ پھول
نرگس نے اس کے چٹکی دی اکسیر ہو گئی

تم ناک چوٹی کاٹنا پھر ہو جو یہ قصور
بخشو مری خطا اجی تقصیر ہو گئی

دیوانے یہ ہوئے پری خانم پہ مردوئے
سونے کے بول لوہے کی زنجیر ہو گئی

تم جان ہو امیر ہیں بیبی فقیر کی
بیچ ہی خصم کیا تمہیں - توقیر ہو گئی

۲۲۱

کس کس سے کہوں لوگو کہ جو نہ آیا کیا ڈر سے
گو نجل مرے گھر میں ہوا ہمسائی کے گھر

خورشید کو لے آئی وہ کل پہلے گجر سے
گھبرا نہ اری شام برن صبح کنور سے

پڑ رگڑتا ہی بندی کو تیرے ٹوٹے کھنڈر سے
صدقے گئی خالق - کہیں اب نیند نہ برسے

ڈالا مجھے بیمار چشم اس کے ہوں دیدے
کھانا نہ پچا - بندی کو نرگس کی نظر سے

مائل ہی دوگانا ذرا ٹھوکر تو لگا جا
چاسا آئی ہی تم اٹھا نہیں جاتا ہی کمر سے

وہ آتے نہیں کیا آتا ہی بھونچال محل پر
مر جاتی ہوں جینے جی اللہ کو ہی کے ڈر سے

غرا قہ نہ اے شیر خاں - لو ہوش کے ناخن
ملی تو نہیں لاگ کے تم آئے ہو گھر سے

کوٹھے پہ چڑھی رات کو مہتاب اکیلی
سایہ بھی ہوا بھاگ گیا ایسی نڈر سے

کیا ریختی کہہ کہہ کے کیا نام ہی پیدا
اے جان ترا عیب بھی بہتر ہی ہنر سے

۲۲۲

جب تک گھر میں وہ خانہ خراب رہتا ہی
کہوں میں کس سے مجھ پہ عذاب رہتا ہی

کباب ہوتا ہی دل جل کے ایسی باتوں سے
وہ میرے پاس جو پیکر شراب رہتا ہی

اجی میں کیا کروں وہ بات آج تک نہ ہوئی
دولہن سے دولہ کو ایسا حجاب رہتا ہی

جو تم ہو بانجھ - میں چھینٹی ہوں وہ میری بلا
تمہاری بات کا دوہرا جواب رہتا ہی

نگوڑی بھنڈڑیاں ایسی خراب ہوتی ہیں
ہی شوق گانے بجانے کا جان صاحب کو

کسی جتن سے پکا ڈلعاب رہتا ہو
جو گھر میں اُس کے چنگ اور رباب بجتا ہی

بی ستارہ نے پہیلی کہا کبھی نایاب ہی
انکھ مندی اُٹھ جاؤں باجی تو گنا ہوں سے بچو لیا
کس لیے ڈرتے ہو آتو جی سے تو تعبیر تم
رات دن سے کرسوا خورشید وہ ہی روشنی
آنکھ پھوڑوں گی میں نرگس کی ترے اغونگی ہو

۲۴۲ چاند تو نکلا ہی اور سورج جو اسر تاب ہی
کھول کر آنکھیں جو دیکھا او ہی دنیا خواب ہی
ہو گا اچھا - کیا ہوا - دیکھا جو بھونڈا خواب ہی
چھوڑی مہتابی پہ کیا مہتاب نے مہتاب ہی
اُس نے اِک باد ام کھایا تو نے اِک عناب ہی

لاکھ کا گھر خاک تو اے جان صاحب کر چکے
بیچنے کو کون سا باقی رہا اسباب ہی

مرنجانا میلے سر کھی وہ رہی بیمار سے
شامیانے میں سنہری ٹانکی مہرن نے کرن
روندتی پھرتی ہی باندی پاؤں کے نیچے اناج
سیر دریا کی کروں گی آج چل کے رات کو
اپنے بچے تجیں لونڈی کو وہ صاحب طلاق
ہوا کبھی بے ہوش بچی بخیر ہو اب جان کی
وہ اگر ہیں پانچ تو میں بھی ہوں چھتیسی بوا ۳۶

۲۴۴ دوستی میں دشمنی رنڈی نے کی بیمار سے
چاندنی مہتاب نے بھی بادلے کے تار سے
تو نہیں ڈرتی نگوڑی بیٹا کی بھی مار سے
ہیر مچھلی کو بلا لا جا کے خضر و بار سے
کام مجھ کو کچھ نہیں اب آپ کے گھر بار سے
ڈھنگا رہتا ہی بی - یا الاٹرا ہشیار سے
کیا بلا سنجوگ ہی مکار کا مکار سے

ایسی ہی اک ریختی کہ جان صاحب اور بھی
حکم آیا ہی مرے نواب کی سرکار سے

جس کے تقی قبضے ہیں۔ پھل پایا یہ اُس ۲۴۵ خونخوار سے
رکھ کے تہمت کاٹ لی چوٹی مری تلوار سے
ہو کریہ اس تکبّر سے موئے شیطان کو
طوق لعنت کا ملا اللہ کے دربار سے
آبرو لیں میری گوہر کی طرح کیا ہی مجال
ہی جواہر باز آئی موتیوں کے ہار سے
باؤ سے گھوڑے پہ پھرتی ہی نہیں ملتا مزاج
پھنس گئی ہمسائی ہی دولت کہیں اسوار سے
خاک کے پیوند ہوں گے ہی دوگانا جان ہم
زندگی کس کی ہوئی اس عشق کے آزار سے

قطعہ

ایسی مشاطہ کا کورے استرے سے مونڈا سے سر
نوج بیٹی کی کہوں نسبت کو اس مردار سے
جن کے گھر سے بات لائی جانتی ہوں خوب ہیں
ہیں نہ کچھ کابل سے آئی ہوں نہ وہ قندھار سے
ہنستے بچے کو رولا دیتے ہیں کیسا ہی بُری
ہی کھلائی لے لے باز آئی ہیں ان کے پیار سے
ہیں تو مر مر کے بچی جھونٹوں نہ لی میری خبر
کنوار چھل میرا اُتارا تھا اسی اقرار سے

کشتیاں نوشاہ سے لڑ لڑ کے کیوں تھکتی ہو تو
تختنا کی ہو رات بنّو فائدہ ؟ انکار سے
غیب سے کٹ جائے گردن تیری ہیں کوسوں یا گر
اُلٹی سیفی تیز ہو میری۔ تیری تلوار سے

۲۴۳
اور کیا پھبتی کہوں بن آئے ہو لنگور سے | داڑھی منڈواؤ میں باز آئی خدا کے نور سے
اُن کے غم میں روتے روتے ایسا ڈھلکا گا گیا | باجی اماں کم نہیں آنکھیں مری ناسور سے
بیٹی اور داماد کے کس نے اُٹھائے ایسے ناز | بات باہر کر رہی ہو اپنے تم مقدور سے
کیا برابر کا ہے یہ باجی۔ مراد دیکھے گا کیا ؟ | ہوں خفا چھینکے سے مر کیوں چھوئیں مزدور سے
باتیں دو فصلی کرو ان سے اجی جن کے لیے | خربزے کھیلی سے آئے آم خالص لو رسے
تر شر دہوں گے کہوں جو رنڈی بازی چھوڑ دو | تھے وہ چرخ ہو گئے اب ٹھکرا [illegible]

جان صاحب سچ ہے کہنا کون کہتا ہے اجی
لکھنؤ میں اب غزل گانے کی ؛ بہتر طور سے

۲۴۴
گھر میں مہتاب کے خورشید کہاں رہتا ہے | دن کو جائے وہ یہاں تو کو جہاں رہتا ہے
ایسی بے چین ہوں جائے سی ہوں پنے باہر | کیا کہوں درد کمر ہیں جو میاں رہتا ہے
ہر مشں آپ ہی گرتا ہے وہ اُس میں خضر و | کھودنا اور کی خاطر ہے کنواں لہ رہتا ہے
دل جلی۔ مانگ جلی۔ کوکھ جلی ہوں بنو | کیا ہوا منھ سے نکلتا جو دھواں رہتا ہے

جان صاحب یہ فقط دیکھنے کا کپڑا ہی
خاک چلتا ہی یہ - کیا آبِ رواں رہتا ہی

۲۲۸

یوسف مرا گھر مصر کا بازار ہوا ہی
ہر ایک زلیخا کا خریدار ہوا ہی

پتھر کا کلیجہ کیا پر سوت کے غم میں
دق ایسی ہوئی سل کا اب آزار ہوا ہی

سسرال کو اب جاتے خصم مارے گا - بنو
کی مہر بڑی روٹی پہ اقرار ہوا ہی

کیا جانے کوئی حال خصم جورو کے دل کا
کس بات پہ اُس سے مرے انکار ہوا ہی

ای جان میں خسرو کی طرح روتی ہوں دن رات
دل تجھ سے لگانا یہ سزاوار ہوا ہی؟!

۲۲۹

تمھارا دل اگر مجھ پر نہیں ہو
مجھے بھی جان کچھ دوبھر نہیں ہی

خوشی اُن کی بگڑتے ہیں تو بگڑیں
مجھے منظور اُن سے شر نہیں ہی

کروں گی جو کچھ جی چاہے گا میرا
کسی کا زور کچھ مجھ پر نہیں ہی

پھروں گی گھر میں سیہوں کے دوڑی
پھرا بندی کا صاحب سر نہیں ہی

نہا دھو کے بڑی روٹی اُٹھاؤں
میرا کہنا اگر باور نہیں ہی

وہ موذی ہو تو - کالے خاں نگوڑے
ترے کاٹے کا کچھ منتر نہیں ہی

چلے پاؤں کی میں بلّی نہیں ہوں
مرے پاؤں میں گھن چکر نہیں ہی

اُنھیں کس طرح پاس اپنے بلاؤں
بھرے ہیں لوگ خالی گھر نہیں ہی

نہ پہنچے اشرفی خانم کا قطرہ اُس کے تئیں ناؤں کو
ہے مطلب اس کا بی بی بازاین کا نام لینے سے
خطا کیا گوہرن کی ہے اعمالوں کی خوبی ہے
ملا سب خاک میں پھولوں کا گہنا کھل گیا مطلب
فلک سکھپال ہے بندی کا اور تارے کہار اُن کے
کہار وکیا کہاری لوگے تم بن بیاہی ہی کی

مری کندن سے وہ مہر النسا رنگت سنہری ہے
ابھی کتنی ہے یہ باندی نہ گونگی ہے نہ بہری ہے
ابھی سے تنگ ہے جو تیر جوڑی اور گہری ہے
یہ کہتی گو رہے تیرے کی چادر اور مسہری ہے
ہے مہرا چاند سورج بی زنانی نہرا مہری ہے
سوالی ہے نہ ڈیوڑھی ہے سواری باکہری ہے

نہیں دیکھا جو کل سے دل سا بیچین ہے لوگو
بلاؤ جان صاحب کو ہوئی اب تو سیہری ہے

دوگانا پی کے وہ مجھ سے مدام رہتا ہے کا اہم ہے
مجھے ہی چھیڑتی لوگو دوگانا دو دن سے
کہیں ٹھہرتی نہیں چاند خاں کی بات بڑا
خدا ہے ایک کے دنیا میں نیک دے اولاد
رسول خاں ہی کو بھیجا امامی جان کے گھر

سدا حلال میں کرتا حرام رہتا ہے
کہ جب نماز میں باقی سلام رہتا ہے
ہوئے ہیں بیٹے ہزار کے پیام رہتا ہے
نشان باقی ابھی اُن سے نام رہتا ہے
تمہیں تو ساری خدائی کا کام رہتا ہے

پڑی ہوں بالے میں اے جان اُس کے لکھو کے
کہ جس کی گانٹھ میں پیسا نہ دام رہتا ہے

۲۴۳

بی-بنا آتی ہی بگڑی ہوئی تقدیر کیسے — اچھی سوجھی ہی بُرے وقت تدبیر کیسے

رنج مجنوں کی ہو باتوں سے کیوں لیلیٰ کو — منھ دبولنے کی خوش آتی ہی تقریر کیسے

اپنا گھر بھرنے کا اس وقت کے حاکم ہی دھیان — ملک چھین جاتی ہی اب ملتی ہی جاگیر کیسے

بکتی ہی بکتی-وہ دیوانی بڑی خانم ہی — دے گئی طوق کسے اور یہ زنجیر کسے

نقشہ دنیا کا ہی-یہ ایک پہ مرتا ہی ایک — اس شوخ کی پسند آئی نہ تصویر کسے

پڑھ چکا نام خدا ساری زلیخا یوسف — یاد ہی اُس کی طرح خواب کی تعبیر کسے

جان صاحب نے کہا جو مرا دل جانتا ہی
آپ اپنی ہوئی ثابت اجی تقصیر کسے

۲۴۴

یہ بات سچ ہی جسے جس سے پیار ہوتا ہی — وہ لاکھ جان سے اُس پہ نثار ہوتا ہی

دوگانا جان تمھیں ان گنا ہیں سا ہی — نہ کھاؤ گر ہم بگڑا اچار ہوتا ہی

خفا جو ہوتے ہو ناحق تو خوش ہو صاحب — وہ مجھ سے کام نہیں اب بار ہوتا ہی

لگاؤں آگ میں ایسے بناؤ کو ہی ہی — لگانا مہندی کا ہی دکھ سنگار ہوتا ہی

زناخی جان یہاں کس لیے تو آتی ہی — خفا جو تجھ سے اری تیرا یار ہوتا ہی

میاں سینت تمھیں کچھ خبر بسنت کی ہی — تمھارے کھاؤں کا ناظر-بہار ہوتا ہی

بنی ہی جان پہ مبرے تو دل لگاتے ہی — یہ عشق لوگو کسے سازوار ہوتا ہی

پکا دو باجی مجھے آہ اوہی کا سالن — یہ جتنا کھانا ہی سب ناگوار ہوتا ہی

یہ مرد اپنے ہی مطلب کے آشنا سب ہیں — کہیں ہزاروں میں اک دوستدار ہوتا ہی

تماشا کو کٹے چل کے پتنگ کا دیکھیں
بلائیں لیتے ہو ہر دم گلے لپٹتے ہو
جہیز نکلا ہے دولہ سوار ہوتا ہے
یہ آج کیا ہے جو اخلاص پیار ہوتا ہے

وہاں تو جلد بلایا ہے جان صاحب کو
یہاں دوگانا کا اب تک سنگار ہوتا ہے

۲۴۵

خدا دیتا ہے ٹکڑہ نان نفقے کا سہارا ہے
جیے بیٹی مجھے داماد کے دم کا سہارا ہے
ستارا جان کو پیارا جو ہو وہ مجھ کو پیارا ہے
پھنسا جو مولوی کیا پڑھ کے جادو اُس پہ مارا ہے
ہو تم ہو خسر کا مال جو ہے وہ تمہارا ہے
وہ راجہ مجھ پہ مرتا ہے کہ جس کا نام پیارا ہے
مثل ہے مول سے بی جان ہوتا بیاج پیارا ہے
بس ای مہر النسا ملکہ مری آنکھوں کا تارا ہے
پری خانم نے بچے جن کو شیشے میں اُتارا ہے
امامی جان کے اس عیب خصم کا کیا اجارا ہے

برابر گر نہیں نسبت تو کیسے دو ماہ ہمارا ہے
غنیمت ہے نمک کی کنکری کا تو سہارا ہے

۲۴۶

سنو شیریں عجب میٹھا نیا مضمون ہمارا ہے
بوا یہ آٹے میدے کی بنائی تافتا بن ہیں
روا ہے گر کہوں رزاق کی بیٹی تنک کے میاں
چپاتی کی سنو ہے تیر چھو بیچ چاند کی چھینٹی
چھپے تارے جو بالی میں بنا گویا کرارا ہے
جو کوئی چاند سورج کی طرف کرتا اشارا ہے
بوا میدے کا پیڑا دیکھ لو ہر ایک تارا ہے
زنانی چاند پہلی کا تو روٹی کا کنارا ہے

گلابی شاہزادہ نے کیا اقرار کیا چھوٹا
میں بیٹھک دیتی ہوں دریا پری کی تم نہیں تیں
خدا کا خوف کرکے چونڈا منڈوایا نہیں باجی
خدا شاہد ہوا ای باجی نہیں احسان میں بھولی

نہیں ہیں پھول کھلنے کیسا تو کا نتارا ہی
یہ دل میں لہر کیا آئی۔ کیا مجھ سے کنارا ہی
جوڑوں کے واسطے باندی کے سر میں ڈالا پالا ہی
اگر سر سے کسی نے میری تھکا بھی اُتارا ہی

مہاجن سے تمہارے بدلے میں باتیں کر چکے
یہ کیسے جان صاحب آپکے دل کو گوارا ہی

۲۴۴ خوب ہی شاد کیا اد موئے ناشاد مجھے
بی صنوبر کو جو دیکھا نہ رہا یاد مجھے
ساس نندوں کی طرح اوہی نگوڑا ہیلا
گھر مرا موسا گھر آبادی کا آباد کیا
ان کے دیوانی نکیوں نہ کیجیے پڑوسن کی طرح
اس سے گل پھولے گا نی ہنستے آتا گھر بستے ہیں

لینی اللہ سے اس بات کی ہے داد مجھے
بیچا قمری کا جو کل دے گیا شمشاد مجھے
بدلیاں بول گیا آپ کا داماد مجھے
اُجڑی بی آتو خصم لے گیا برباد مجھے
تم سا ملتا نہیں اب کوئی پری زاد مجھے
اب صنوبر کو بھی کرنا پڑا آزاد مجھے

جان صاحب مرا دل شاد نہ کیونکر ہو جائے ؛
ہر دلی عہد بہادر نے کیا یاد مجھے

چھو چھو کے واسطے نہ کھلائی کے واسطے ۲۴۸ بیٹی جنی ہے جوڑا ہو دائی کے واسطے

۲۵۰

جتنی باتیں تھیں سب اک بیک نظر بھول گئے
ہو مثل صبح کے بھولے ہوئے جو شام کو آئیں
چڑیا آٹے کی بنائی ہی جو ننّو کے لیے
وہ اُڑا ایسا ز ملنے سے ہے باد نسیم

ماما پختنیوں کا کھانا وہ مگر بھول گئے
اُن کو بھولا نہ کہیں جانیے گھر بھول گئے
کیسے الو ہو لگانا اجی پر بھول گئے
رکھنا مٹھی میں اجی غنچے بھی بھول گئے

جان صاحب نہ رہی جبکہ کسی بات کی قدر
جو ہنر یاد مجھے تھے وہ ہنر بھول گئے

۲۵۱

دم بدم جب وہ نابکار اُلجھے
خار ہو یا جی مجھ کو گل پھولے
میرے پھندے میں ایک بھی نہ پھنسا
اپنی کہتا ہی میری سنتا نہیں
ماما ان کی نہ آئے اب ڈولی
ایک چپ چاپ تنی ہو لاکھ بلا

کیوں نہ دل او ہی بار بار اُلجھے
میرے گل سے جو نو بہار اُلجھے
پانچ ننّو تھی جس سے چار اُلجھے
تو مکا ہو موا گنوار اُلجھے
ڈولی مزدوری پر کہار اُلجھے
میں نہ بولوں کوئی ہزار اُلجھے

جان صاحب بُرا نہ مانیں ہم
جس پہ مرتے ہیں لاکھ بار اُلجھے

۲۵۲

خیر سے نکلو تم مرے گھر سے
بانو آئی ہیں روز کے شر سے

ہو کے حیران سے نکلے پیسہ ہوا ۔ نکلی آئینے والی ہو گھر سے

جان صاحب تمھارے سر کی قسم
زور چلتا نہیں مقدر سے

۲۰۴

گھر سے تجھ نحس کا قدم نکلے ۔ یا نگوڑا مرا ہی دم نکلے
ای دوگانا خدا خدا کر کے ۔ رات کو کل محل سے ہم نکلے
مرثیہ سن امام باندی اٹھ ۔ چلکے ماتم کریں علم نکلے
مرد مردوں میں جب ہو تم سا ۔ کیوں نہ ہمدم کا تم پہ دم نکلے
رکھوں اس گھر میں جا کے جب میں قدم ۔ نکلے سب آپ کی حرم نکلے
لایا جو دانیال کل گیہوں ۔ سیر میں پاؤ سیر کم نکلے

اپنا تم نے کہا کیا ای جان
گھر سے رنڈی کے مرتے دم نکلے

۲۰۵

دیوانی جا کے چھپ گئی کس کوہ قاف میں ۔ ملتی نہیں اجی پری خانم کہیں مجھے
در گور تیری باتیں ہوں ایسی نہیں ہوں میں ۔ او باش جانتا ہو موئے بے نفس مجھے

ای جان آسمان پہ بندی کا ہو دماغ
خالق حسین آباد میں گر دے زمیں مجھے

۲۵۵

لڑکے الفن سے کیا خراب ہوئے ۔ پڑھ کے فاضل بڑی کتاب ہوئے

اچھی کیا ہوں بروں سے صحبت ہے ۔ نکھے خراب اور بھی خراب ہوئے

میٹھی باتیں مری لگیں کیوں زہر ۔ کڑوے کس واسطے جناب ہوئے

جان صاحب کی ہو نہ مٹی خراب

یا علی آپ بو تراب ہوئے

۲۵۶

سوت کی بات کا معلوم جو پہلو ہو جائے ۔ میں وہ رسوا کروں سب لوگوں میں تو ہو جائے

کپڑے انگریزی نہ میں پہنوں گی موتی خانم ۔ ماں جو لولو ہو تو کیا بیٹی بھی لولو ہو جائے

آج باندی تجھے گھسواؤں گی وہ صندل سے ۔ سر سے اور پاؤں تلک جسم پہ انّو ہو جائے

تو تو دن رات پڑا رہتا ہے گھر رنڈی کے ۔ کیوں نہ اوباش گھوڑی تری جورو ہو جائے

ایسے اچکے کی بھی گھات کرو آبادی ۔ گوشت اُلو کا کھلا دے موا اُلو ہو جائے

نیا ساڈو بد مرد آخر دل میں نہ تو تو لا کر ۔ تیرا دیدہ نہ یہ مشہور ترانہ ہو جائے

جان۔ کیسے ہیں عمل تیرا ہوا۔ اے جُھجّن

جان صاحب کے جو دل پہ ترا قابو ہو جائے

۲۵۷

باجی گرمی ہیں جہنم سے سوا گرمی ہے ۔ تن بدن اوہی پھنکا جاتا ہے کیا گرمی ہے

آتشک باؤ کے گلوٹے پہ ہیں ان دونوں شام ۔ لو نہیں چلتی ہے معلوم ہوا گرمی ہے

جھن ہی جائیں جو چھنے چھینکنے ٹھنائی پہ
رنگ اوس حصنا کا ملتا ہو غزل ہو اُن کی

کس قیامت کی ہوا جھڑ لفشا گرمی ہو
باجی آتش کی طبیعت میں بلا گرمی ہو

اُس کے باتوں سے تو اک جان ہو ناک میں دم
دیکھیے ہوتی یہ کس روز ہوا گرمی ہو

۲۵۸

مرے جو حرف تھے قسمت کے وہ تحریر میں آئے
زمانے کے جو اضداد ہی مری تقدیر میں آئے

میں دیوانی بہن لیلیٰ کی اور مجنوں کی سالی ہوں
مرا منصب ہو غم جنگل نہ کیوں جاگیر میں آئے

چلی تو سی چھپانے ہو۔ سمجھ کر بات کرنا تم ؛
نہ بے ڈھب کوئی کلمہ اک جو تقریر میں آئے

برا نقشا کروں اُس کا قلم ہو ناک مانی کی
جو کچھ بھی نقص اک بنو مری تصویر میں آئے

کنوئیں میں گر کے مر جاؤں اُٹھاؤں ہاتھ جینے سے
قسم اس سر کی باجی فرق گر تو قیر میں آئے

زلیخا وہ تھی جو رسوا ہوئی یوسف کی چاہت میں
نہ مانوں حکم یہ قرآن یا تفسیر میں آئے

بوا مصری بدل مارا ہمارا قسمت شیریں نے
مزا شکر کا اور نگت نہ کیوں کر کھیر میں آئے

اتارے جن ہیں شیشے میں بوی خانم نے اس پر
کہ جو وحشی ہوئے جکڑے ہوئے زنجیر میں آئے

خطا کیا چیرے والے کی۔ نہیں پرہیز کرتی ہے
نہ کیوں نرگس دوا کی پھر خلل تاثیر میں آئے

پٹھانی نے سوت کو کہنا مرادم دے کے لیجائے
زناخی جان صاحب تھے اسی تدبیر میں آئے

۲۵۹

مر دوئے کیوں ہوں ہیں تیری آشنا کے سامنے
میرے بیری جائیں ایسی بیوی کے سامنے

باجی اماں کب گئی ہیں منجھلی بیورانی کے پاس
جس نے دیکھا ہو وہ کہدے میرے آ کے سامنے

اے دوگانا ایسی ہی باتیں مری سر چوٹ ہیں
مجھ کو بیٹھے تو اگر کھنگڑے دوا کے سامنے

تو وہاں بیٹھی ہوئی کیا بڑ بڑاتی ہے دوا
ہو کہ کہنا ہو تجھے کہہ میرے آ کے سامنے

جیتے جی مرزا کو اپنا منہ نہ دکھلاتی کبھی
باجی اماں نے کہیں قسمیں دلا کے سامنے

مان کہنا دل نہ دے اپنا بری خانم کو تو
ہوں لگے اس سر کی قسم گوئیاں ملا کے سامنے

آنے ہی دھگڑے کے بیگم جان کو دیکھو کوئی
کیسی آ بیٹھی ہے جا دری بن بنا کے سامنے

جب جاتی تھی تو اب جاؤ گی ہیں یارو کس کے پاس
تو تو ہے کیا چیز کہہ دوں بادشا کے سامنے

جو بری باتیں خصم والی سے کرتے ہیں برا
کیا جواب اس کا سجھا دیں گے خدا کے سامنے

ابکی میں چہلم کے دن جیسے کھڑے کردوانگی ۔۔۔ جا کے امروں کے پیچھے کربلا کے سامنے

جان صاحب کی دوگانا بے حیائی کیا کہوں
کر دیا ہلکا مجھے منجھلی بوا کے سامنے

ہر طرح آپ کی منظور مجھے خاطر ہے ۔۔۔ ۲۶۰ ۔۔۔ دل اجی مال ہے کیا جان تلک حاضر ہے

مجھ سے اور اُس سے اجی کون نہیں ظاہر ہے ۔۔۔ میں بھی نا جو ہوں جو وہ بھائی مرا ماہر ہے

دل نہ بھاری کرو کیا کرتے ہیں والی وارث ۔۔۔ بیکسوں کا تو مری جان خدا ناصر ہے

آپ کے نام کا اس بندی نے چلا باندھا ۔۔۔ حاضری لائی ہوں درگاہ سے چا ضر ہے

آج مرزا نے مجھے بھیجدیں صحناک باجی ۔۔۔ میلے سر سے نہیں جامہ بھی مرا طاہر ہے

کونسی بات سکندر سے چھپائی خضر و ۔۔۔ کیا نہیں آئنہ کا اُس کو نہیں ظاہر ہے

کھل گیا باتوں سے یا من میں ہے یا تو دشمن ۔۔۔ دوستی دوست کے دشمن کی اجی ظاہر ہے

وہ تو انسان ہے دن گھورے کے پھر جاتے ہیں ۔۔۔ قدر ہو گی مرے شوہر کی خدا قادر ہے

مہری زہرا کی سواری نہ اُترنے پائے ۔۔۔ کہدے ڈیوڑھی پہ اگر مہر نسا حاضر ہے

ظلم کرتا ہے مری جان پہ ہر وقت موا ۔۔۔ یہ ہلاکو ہے یہ فرعون ہے یہ نادر ہے

کھیل کی راہ سے مہتاب اجی ہار چکی ۔۔۔ چال سے جیت لی بازی تو مری شاطر ہے

لے چکا منہ میں ہے للہ مری سو بار زبان ۔۔۔ ہو گیا کب کا مسلمان یہ کیا کافر ہے

اے میاں صدقے ہیں معشوق محلے پہ رسول ۔۔۔ چھوٹی محبوب کا بچپنا ہوا ناظر ہے

جس کا جی چاہے وہ بہتان کرے بندی پہ ۔۔۔ میرا اللہ تو حاضر ہے اجی ناظر ہے

ہول بے لینی میں گھر بیچ کے بی ہمسائی
حسن کی جنس کا ہاں کوئی اجی تاجر ہو

شکر ہر حال میں اللہ کا لازم ہی ہوا
وہ ہی شیطان کہ جو اُس کا نہیں شاکر ہی

اعتراضوں سے ادی اوہی تجھے کیا مطلب
جان صاحب ہو تجھے تو بھی کوئی شاعر ہی

۲۶۱ ہیر وہ تالاب پرلی وہ دیا چھینٹا بے مجھے
منت پانی پانی بنو کر گیا سقّا نے مجھے

ایسی ہمسائی کو کیا کوسوں گردش کا ہل پھرے
جن کے گھر سے اے پری خانم ہوا سودا مجھے

راہ کی خضر وہ نے کھوئی یہ گئی لہری کہاں
چھوڑنے جاناہی پریوں کا طبق دریا مجھے

بی عنو یہ کب بڑھتی تو ہاتھ کی میری بان
بانس منڈی والیوں سے اوہی کیا لگّا مجھے

سورت مانی کی ملاؤں خاک میں تصویر کو
کیوں دکھانے لائی یہ بھاتا نہیں نقشا مجھے

میں بنی خیلا ہوں کہ یوسف زلیخا سے سوا
یاد تھا جو کچھ وہ تیری چاہ میں بھولا مجھے

حق ہی جو مشکل پڑی آسان کی اللہ نے
بن گئی سولی بھی ای منصبہ خاں کا ٹاٹا مجھے

چار پیسے والا جس کو جان کے میں پڑ گئی
کوٹر یا خانم دیا اُس نے نہ اک حبّا مجھے

کیسا کپڑا جس رُوٹی ناک بو املی نہیں
وہ نکھٹو بے حیا جھنڈو ملا کھڑوا نے مجھے

دن تو یہ کرتے کیسے آپکے گھر آؤں میں؟
جان صاحب ایسا میٹھا ہی تمہارا کیا مجھے

۲۶۲ کیا نانا چھوٹے گاؤں کا در گور ہو چمار
یا پوش سے مری وہ ناگہ را کہیں رہے

پایا ہوا اسکے کاندھے پہ تھا جن کے تخت کا
وہ تاج چتر والے نہ مسند نشیں رہے

دنیا سرا ہی لوگ مسافر عدم کے ہیں
کوئی نہیں ہے گا زناخی یقیں رہے

کرلوگے ہم کو چھوڑ کے تم اور اک اجی
اچھے سے ہے نخصین نہ کہیں کے ہمیں رہے

اب کیا نصیبن خصم سے بڑھاپے میں ای بوا
اُکھڑ پنے کے دن وہ ہمارے نہیں رہے

ای جان تم تو مجھ سے لڑائی کے واسطے
باندھے کمر چڑھائے سدا آستیں رہے

۲۶۳

لگا کے آگ اک دن تیرے شر سے
نکل جاؤں گی آتش بانہ گھر سے

مرا بچہ پھرا خالق کے گھر سے
جیا مر مر کے نرگس کی نظر سے

مری کندن پہ جو فولاد پگھلا
ہوا لوگو یہ لوہا موم زر سے

لگا لی آنکھ بادامی سمجھ کر
بڑی نرگس نے چھوٹی خوش نظر سے

جو دیتا ہو نہ مانو لو۔ کہا رو
مجھے تم لائے ہو عالم نگر سے

مسکڑ ہی سوت تو اپنے لیے ہی
مجھے کیا کام اجی اُس کے ہنر سے

نہ جائے سوت کے گھر جان صاحب
گھٹا چھائے الٰہی مینہ وہ برسے

۲۶۴

مہتاب نہ ہی کل جو گئی بارہ دری سے
دس گز تھی بڑی چاندنی خانم کی دری سے

بر اچھا ہی۔ محتاج ملا گر تجھے بنو
ایسی ہی برات آئے گی ثابت ہے پری کی سے

ٹکسال چڑھے کیوں چلن جس کے ہوں کھوٹے
کی تو نے بدی اشرفی خانم سی کھری سے

خوش مجھ سے ہوں اک پیا نہ دیں کے ٹربا نام
گو شکل مری اچھی ہی میں کیا کروں لیکھی
چاہت سے سلیمان کی پر لگ گئے ہو!
تقدیر بھی پلّے پہ نہیں کیا کروں لوگو

کیونکر نہ جاؤں موں کی ملتان رہی سے
تقدیر تو بد تر ہی مری بھاگ بھری سے
بلقیس کچھ اچھی نہ تھی صورت میں پری سے
کچھ فائدہ مجھ کو نہ ہوا نامودری سے

اد جان میں دل کھو کے ہوں دگا ہی آئی
شیشہ مرا چور ہی گیا بینا گری سے

۲۶۵

ڈھونڈنے آپ کو بندی نہیں بیجا نکلی
پیچھے مجنوں کے سٹرن بن کے جو لیلیٰ نکلی
بیچہ کرنے کو جو ستم سے میں نیا ہوئی
نی دوگانا میں ادا فرض سے بنّو کے ہوئی

ہی اجی چاہ میں یوسف کے زلیخا نکلی
دل کا کہنا کیا گھر چھوڑ کے دکھیا نکلی
بیٹا پکڑے ہوئے بس رال کی ٹہھیا نکلی
بیاہ تو اچھا نہ ہوا کچھ نہ تمنّا نکلی

جل کے اک دونی لونڈے نے کہا محفل میں
جان صاحب کی طرف ایک کی بڑھیا نکلی

۲۶۶

ہیں اس چمن میں پند نہیں اب ہزار سے
قسمت کا کیوں گلا کروں پروردگار سے
افسوس کی اوہی دل کو کدورت نصیب ہے

توفی ہوں اک بہند کی مجنوں ہزار سے
منسوبے گر بری ہوں تو اچھی ہوں چار سے
شیشہ گھڑی کا پایا ہے رونق غبار سے

لالی لبوں کی چوس لی لے کے مچھیاں
باز آئی ایسے آپکے اخلاص پیار سے

ایسے نہیں ہیں شیخ اسد نہیں مارخاں
جیسے جنے بچے شیر کے بھیجیں شکار سے

۲۹۷

نوج گھر میرے وہ نامرد نگوڑا آئے
خود نکل جاؤں جواب کھے جڑے پٹا آئے

سوت کے گھر سے مرے گھر نہ وہ آئے مردا
یا خدا آئے تو ایسے کا جنازا آئے

بے حیا چکنا گھڑا۔ نکٹا۔ نگوڑا جو ہو
اُس موئے کو مرے ترکے سے حیا کیا آئے

بی سبب مجھ سے نہ کیوں تیا قدم ہوں وہ خفا
جا بیک اسوار ہیں کرتے ہوئے کوڑا آئے

باجی اولاد میں مجنوں کی پری خانم ہی
ایک دیوانہ نہ کیوں کہنے میں ہوتا آئے

لاکھ بیگانوں کا بیگانہ ہے وہ اچھی بی
جو بُرے وقت میں بھی کام نہ اپنا آئے

ق

مجھ زلیخا کی اگر چاہ ہے اُس یوسف کو
نوج میں جاؤں وہی گھر سے دوڑا آئے

پاس پیاسے کے کنواں دوڑ کے جاتا ہی کہیں
کیا غرض ہم کو۔ غرض رکھتا ہے پیاسا آئے

دونوں بچے بھی ہیں دیوانے پری خانم کے
ہن سکے باہر سے عجوبہ ہیں تماشا آئے

مرتے مرتے ہوا جنگل میں کہا مجنوں نے
دھائی دینے کو مری قبر پہ لیلا آئے

جان صاحب میرا دل جانتا ہے کیا میں کہوں
دل کسی پر نہ مری جان کسی کا آئے

۲۹۸

تمھارا مال ہے ہر وقت اختیار میں ہے
خبر نہ ہونا دولہن سے ابھی بخار میں ہے

بڑھاپا اونٹ سنا ہے نہیں عقل خاک نہیں
یہ سانپ یا نبی باندی کسی قطار میں ہے

وہ اپنے منہ سے ملے پانچوں سواروں میں
وہ کس حساب میں کس گنتی کس شمار میں ہیں
گلے میں کھٹکا ہے گلشن کے میر گل کیا ہے
ستم کی ہولیاں گاتی ابھی بہاریں ہیں

پاؤ کھٹی کا جننا مصیبت نئی ہے
سہے رنج کے ساتھ راحت نئی ہے
نہیں وہی اولاد سے پیٹ بھرنا
خدا جب یہ دولت دے دولت نئی ہے
پرانی حویلی کا ہے نام باقی
بگڑ کر بنی سب عمارت نئی ہے
سکندر نے آئینہ خضر کو بھیجا
نکالی یہ ملنے کی صورت نئی ہے
بلال و قنبر قدیمی ہیں چیلے
دیئے مجھ کو اُن کی عنایت نئی ہے

پڑھے کیوں نہ ہر وقت یوسف زلیخا
نیا دل لگایا ہے۔ چاہت نئی ہے

خمسی (۱)

کچھ کھا کے سو رہوں گی میں خیمہ گنواؤں گی
یہ دور رکھیں دل سے کہ اُن کو منواؤں گی
جتنا کہا ہے منہ سے اُسے کر دکھاؤں گی
میکے میں جو پڑے گی مصیبت اُٹھاؤں گی
مر جاؤں یا جیوں نہیں سسرال جاؤں گی
ڈولی پہ چڑھ کے آپ ہی گھر اُن کے جاؤں گی
ناحق بھی جھوٹھ موٹھ کے آنسو بہاؤں گی
باہیں گلے میں ڈال کے قسمیں دلاؤں گی
لونگی بلائیں منت کر کے مناؤں گی

چیخوں گی سارے گھر کو میں سر پر اٹھاؤں گی

میں خوب جانتی ہوں اجی جیسے ہو گے تم — لوں گی نہ موتیوں کا اگر تخت دو گے تم
دیکھو سنائے دیتی ہوں خفت ہی لو گے تم — کچھ اور بات کا جو ارادہ کرو گے تم

چیخوں گی سارے گھر کو میں سر پر اٹھاؤں گی

اُن کی تو ضد سے گلیوں میں سب جا کی چھانوں گی — گھر میں بٹھائیں گے تو بڑا مرد جانوں گی
جان اس میں اب ہے نہ رہے میں نہ مانوں گی — گن گن کے اُن کی ننھی پڑی کو بجھانوں گی

مجھ کو کہیں گے ایک تو نشتر سناؤں گی

دن پیر کا رہا نہیں منگل ہی لگ گیا — نوچندی کو نہاؤں گی جاؤں گی کربلا
بک بک کے جان کھاتی ہو کیوں میرے کی ددا — ہو جائے سایہ پریوں کا دیوانی ہو دن میں کیا

ملتے ہیں دونوں وقت نہ اب میں نہاؤں گی

اب کچھ دنوں میں مردوں کے تو پاس جائیو — یہ لاڈ جن کے سر چڑھے اُن کو دکھائیو
چل دور مجھ سے پہ چھنے پھر تو نہ آئیو — لونڈوں سے کل کو چھوکری نکل لڑائیو

کہتی ہی تو جو آج کبوتر اُڑاؤں گی

کس کا ہے ڈر مجھے جو کروں باتیں گول گول — سب کچھ کروں گی آپ کے سر پہ بجا کے ڈھول
صاحب دیئے ہیں پہلے ہی ہندی کے کان کھول — تم کسبیوں کی چاہ میں پھرتے ہو ڈانوا ڈول

دیکھو تو میں بھی کیسے کنوئیں اب جھکاؤں گی

نکی کون جس کے پاس رہا جا کے رات تو — چھوڑا نہ میرا ہاتھ تو کھانے کا لات تو
اری جان یہ دکھا کسی خیلا کو گھات تو — چندرا کے چھند سے نہ کر اب مجھ سے بات تو

میں بودلی نہیں جو ترے دم میں آؤں گی

(۳)

پھر اگلے چلن ہیں وہی سارے کئی دن سے　　پھر آپ کو پھرتی ہو سنوارے کئی دن سے
بولائی ہوئی مستی کے مارے کئی دن سے　　پھر کرتی ہو ہمسائی! اشارے کئی دن سے
پھر دیدے ہیں چڑھ بانکے تمھارے کئی دن سے

جھوٹی بھی میری بات بنائی نہ کسی پر　　میں جھوٹ نہیں بولتی ہے جانتا سب گھر
خود دیکھو جو کہنا مرا تم کو نہیں باور　　مہتابی پہ چڑھ کر مری ہمسائی کا دیور
مہتاب سے کرتا ہے اشارے کئی دن سے

مانو مرے کہنے کو ابھی کورا ہی ہے پنڈا　　بن بیاہی ہو اور یہ چلن کچھ نہیں اچھا
دھڑکا ہے مجھے اس بات کا دن رات ہی رہتا　　ہو جائے نہ سایہ کہیں دریا کی پری کا
کیوں جاتی ہو دریا کے کنارے کئی دن سے

کیوں دکھ سہو وہ بات ہی کہدو نہ بنّو　　دکھ درد کہو ساس سے شرماؤ نہ بنّو
جا جم جیو تم ہول ذرا کھاؤ نہ بنّو　　بچّے نے لیا پھیر ہے گھبراؤ نہ بنّو
ہے ہوک جو پیڑو میں تمھارے کئی دن سے

کوئی مری اب پیڑھ کو ملتا نہیں ہے ہے　　بس دائی کا بھی اس گھڑی چلتا نہیں ہے ہے
پیڑو کو ذرا چھوڑ کے ٹلتا نہیں ہے ہے　　کیسا ہے یہ بچہ کہ نکلتا نہیں ہے ہے
مرتی ہوں پڑی درد کے مارے کئی دن سے

مغلانی تو جلتی ہے اجی نام سے میرے　　یہ لالچی بندی ہے تو مزدوری ہی لے لے
دن کو نہیں چھٹی تو ذرا رات کو آکے　　مہتاب سے کہدو بہت انگیا کی بنا دے
ہے مہرنسا لائی ستارے کئی دن سے

لنگڑے موئے کو چھوڑ کے نہ دار کرونگی　　گھر والے سے بنتی نہیں میں پار کروں گی
جب وہ نہیں کرتی تھی تو اب چار کرونگی　　تن بیٹ نہیں مانتا لاچار کروں گی

یہ کہتی ہوں میں ہانپ کے پکار کے کئی دن سے

میں جھوٹ نہیں بولتی ہی جانتا اللہ　　جو پیسا تھا سب اٹھ گیا نوکا کیا بیاہ
سرکار رسالہ منتا ہے والی کی مرے چاہ　　اب دوں گی نہیں لا کے میں کل پرسوں میں تنخواہ

بیٹھی ہوں اسی کے میں سہارے کئی دن سے

بد پانسا پڑا کیا ہوا جو منہ سے نہ بولے　　عقدے تو فقط اچھی بُری چال نے کھولے
اری جان کسی چیلا کو بتلا دو بتولے　　کچھ کھیل نہیں جانتے ایسے مرے بھولے

جھوٹی بھی تو بازی نہیں ہارے کئی دن سے

۳

قرآن کا جامہ بھی اگر پہن کے آئیں　　درگاہ میں با جا کے بڑی رو ٹی اُٹھائیں
مانوں گی نہیں لاکھ بہ اقسام وہ کھائیں　　چاہت اُنھیں رنڈی کی مگر رنڈی کے جائیں

منہ میرا نہ دیکھیں نہ مجھے اپنا دکھائیں

کیوں سوت کی میں آگ سے جل جل کے مرونگی　　ہوں سہرے نہ جلوئے کی جو بھرنا ہیں بھرونگی
ایسی نہیں لودی ہیں جو مرزا سے ڈرونگی　　وہ رنڈی کریں گے میں یہاں یار کرونگی

پھر لوٹیں گے انگاروں پہ مجکو نہ جلائیں

اپنے ہوئے بیگانے تو بندی کا خدا ہی　　پروا کسی کے نہیں ملنے کی ذرا ہی
ہمسائی مشتو دل مرا مرزا پہ فدا ہی　　بدنام تو میں ہو چکی اب ڈر مجھے کیا ہی

میں اُن کی ہوں گھر اُن کا ہی وہ شوق سے آئیں

صدقے گئی خالق کے یہ دن مجھ کو دکھایا   بے آس تھی جس سے اُسے پروان چڑھایا
سامان تو شادی کا نہیں جاتا چھپایا   تھا میں نے تو باجی بڑی خانم کو بلایا

گھس آئیں کہاں سے یہ مرے گھر میں بلائیں

حاکم کے جو کتے کھڑے ہو جائیں گے آگے   ٹھنکاریاں پہنیں گے ابھی صدریں جا کے
یہ بات میں کیا کہتی ہوں کچھ اُن سے چڑ کے   دیوانی بنے گی بڑی خانم کو بلا کے

بے ہوشی کی باتیں نہ کریں ہوش میں آئیں

بن چھیلی اگر ایسیوں کے بیچ بیاہے   میں دیکھوں کھڑی شوق سے اور آہ نہ آئے
ہکا نہ نوں سے بوا اللہ بچائے   موسل کریں اُس میں نہ یہاں سینک کا ہے

بد بات تو یہ رنڈیاں جھنڈے پہ چڑھائیں

میری سی کہیں مجھ سے اور اُس کی کہیں اپنے   وہ دیکھتی ہیں یا نہیں تماشے کھڑے ہو کے
پچھتا ہی نہیں بیٹھ دو دادی کے آگے   جو کچھ بڑی بیگم ہیں کوئی مجھ سے تو پوچھے

پچھ وں کو کہیں موذ تو شاہوں کو جگائیں

یوں چھیڑ کے ہر بات میں وہ لڑتے تھے اکثر   اب سوت بٹھائی ہو مری چھاتی پہ لا کر
ای باجی مثل سچ ہو کسی کی یہ مقرر   کڑوے تو کریلے تھے چڑھے نیم کے اوپر

وہ اور ہوئے کڑوے یہ باتیں نہ بنائیں

کل کل مری بکلی ہو تلے ام گئے سارے   مرتی ہوں پڑی پیٹ کے میں درد کے مارے
پیچھے نہ پڑو آج تم ای جان ہمارے   کیا بھولی ہوں آ جاؤں گی میں دم میں تمھارے

میں جانتی ہوں جس لیے لیتے ہو بلائیں

واسوختی

عشق کے نام سے میں تو کبھی آگاہ نہ تھی　　کچھ خبر میرے فرشتوں کو بھی واللہ نہ تھی
دائی۔ بندی کی تو گھٹی میں پڑی چاہ نہ تھی　　نیک بختوں میں رہا کرتی تھی بدراہ نہ تھی

پاؤں پھیلا کے سدا شام سے میں سوتی تھی
مجھ کو معلوم نہ تھا صبح کدھر ہوتی تھی

جھوٹ کہتی نہیں سچی یہ قسم کھاتی ہوں　　آگ میں غم کے ارے لوگو جلی جاتی ہوں
کس مصیبت میں پھنسی ہوں کہ میں گھبراتی ہوں　　کیا کہوں کھول کے اس حال کو شرماتی ہوں

چین اک دم نہیں آتا ہی خدا خیر کرے
دل کا کچھ اور ہی نقشہ ہی خدا خیر کرے

بے کلی سے جو مجھے چین نہیں ہی دم بھر　　کچھ نہ کچھ ہوئے گا گل۔ دل ہی دیتا ہی خبر
چاہ اس بات کی رہتی ہی مجھے آٹھ پہر　　مجھ زلیخا کو وہ یوسف کہیں آجائے نظر

دو بدو مجھ سے کہیں آکے وہ اب بات کرے
آرزو نکلے مرے دل کی۔ ملاقات کرے

اتنے سے اتنی ہوئی ہوش سنبھالا جب سے　　مرد وا آج تک ایسا نہیں دیکھا میں نے
مجھ کو اس سر کی قسم کھپ گیا دل پر میرے　　اس کی تعریف میں کرتی ہوں تمہارے آگے

سر سے لے پاؤں تلک حسن کا اس کا عالم
نور اللہ کا تھا اور کہوں کیا عالم

میں فرشتہ کہوں یا حور کہوں یا غلماں　　جن کہوں یا پری زاد کہوں یا انساں

کیا کہوں اُس کو مری عقل ہی اس جا حیران　　اپنے دل میں کبھی لیجاتی ہوں تجھی میں گمان

جن تو عاشق اجی ہوتے ہیں پری جلتی ہی

پر فرشتوں کی یہاں دال نہیں گلتی ہی

چاند سا جب سے نظر آیا ہی اُس کا ماتھا　　سر ٹپکتی ہوں ذرا چین نہیں دل کو پڑا

اور اُن بالوں کا جس دن سے ہوا ہی سودا　　پھنس گئی جان بلا میں یہ تماشا دیکھا

دم اُلجھتا ہی مرا جب سے نظر آئے وہ بال

میری جندڑی کا پڑے جانے نگوڑی وبال

مجھ کو معلوم ہوئے بال وہ گھونگر والے　　رات برسات کی ہی بیٹھے ہیں اک جا کالے

چیٹی چیپٹی وہ بھوئیں بے سبب متوالے　　گرہن دیکھے پڑیں جان کے اُس کو لالے

سو تواں ناک بھی وہ دل کو مرے بھاتی ہی

اُس کے نتھنوں کی پھڑک ناک میں دم لاتی ہی

عقل نے کان مرے کھولے کیا مجھ سے بیاں　　بہری کیا بیٹھی ہی سن بات مری تو ناداں

حور کے کان کھڑے ہو ویں اگر دیکھے وہ کان　　بنیا بازار لگا حسن کی ہی دکان

تو ہی دل بیچ خریدار نظر آیا ہی

حسن تو دیکھ تو اُس مکھڑے نے کیا پایا ہی

اُٹھتی کونپل وہ جوانی کا نیا ہی انداز　　ہونٹھ پتلے ہیں مسیں بھیگی ہیں سبزہ آغاز

گل سے گالوں پہ نہیں بھولا سماتا ہی ناز　　چشم بد دور ہے نام خدا خوش آواز

اُس کی بو سونگھنے کا کیونکر بیان کروں

سیب جنت کا بھی اُس ٹھوڑی پہ قربان کروں

موتی اُن دانتوں کی تعریف اگر سُن پاتے | دانی نیساں کو نہ منہ اپنا کبھی دکھلاتے
سیپ میں آ ہی کے وہ پیٹ میں مر جاتے | پھوٹی نظروں نہ کسی جوہری کو پھر بھاتے

رہتے بے باپ سدا چھپیاں دُر دُر کرتیں
بالیاں کنواریوں کی بوجھ کر ڈرتیں

کیا کہوں تم سے اجی کیسی ہے وہ ہائے زبان | جان آ جائے مرے منہ میں جو وہ آئے زبان
بھینا شیریں کو نہ بات آئے یہ ہکلائے زبان | میٹھی باتوں پہ کبھی اس کی جو آ جائے زبان

زہر کو قند کہے قند سے بہتر ہو جائے
نام میٹھے کا اگر ہووے تو شکر ہو جائے

کبھی پردار سے بے پر کا لگا ہی جوڑا | کام تالو سے کیا کوّے سے ناتا جوڑا
لاکھ ہی ماماہنسی نے کیا ان پر کوڑا | ساتھ دانتوں نے مسوڑھوں کا نہ ہرگز چھوڑا

پان کی سرخی جو ہونٹوں میں نظر آتی ہے
شان اللہ کی وہ سرخی دکھا جاتی ہے

کنٹھ ڈنکا نہیں ہے صاف صراحی سا گلا | مونڈھے خوش ہو دل عجب کا نہ ہو [illegible]
دانی بندی کی نہ کیوں اس پہ ہو جان فدا | دُھکدُھکی دیکھ کے وہ پریوں کا دم ہے پھڑکا

اُلٹی چھاتی سے وہ چھاتی کہ دم رُکتا ہے
یاد اس کوڑی کی ہو پر نہیں غم رُکتا ہے

شانِ خالق کی ہے شانوں کی کہوں شان میں کیا | اُن بھرے بازوؤں میں نور کا عالم دیکھا
دل کی بے تابی سے رہتا ہے یہ بیتاب مرا | مچھلی بازو کی اُدھر پھڑکی ادھر دل پھڑکا

ہیچ ادائی نے بھی اُن کُہنیوں کی ماری ہے

اب ستم سہنے کا بندی کو نہیں یارا ہے

چاہ اُن پہنچوں کی لگ رہی پہنچائے گی　　آج کل آئی کلائی سے نکل آئے گی
مہندی اُن ہاتھوں میں اب رنگ نیا لائے گی　　انگلیاں اُس کی بھرے خون میں ڈبوائے گی

ورنہ پر مہندی کی تہمت نہ دھرینگے باجی
خون بندی کا وہ ناحق بھی کرینگے باجی

دم بدم اُس کی بغل کو جو یہ دل کرتا ہے یاد　　بغلی گھونسا ہے مری جان کا میرے ناشاد
رات کرتی ہوں درگاہ میں اُس کی فریاد　　اپنی بندی کی کہیں جلد خدا دیوے داد

رُت ہے جاڑے کی کہیں آ کے بغل گرم کرے
اُس سے کھل کھیلوں میں اور مجھ سے نہ وہ شرم کرے

گُدگُدا روئی سا وہ پیٹ ملایم شفاف　　اور اُس ناف کے کیا تم سے کروں میں اوصاف
دل گرا اُس میں تو یوسف کی طرح چھپ گیا صاف　　مجھ کو وہ اندھے کنوئیں سے بھی سوا ہو گئی ناف

جیسے یعقوب کو یوسف کے پڑے تھے لالے
اس طرح دل مرا اب اُس سے پڑا ہے پالے

پھر نہ آیا مرے گھر میں کبھی آ کر جو گیا　　اُڑ کے کروٹ بھی نہ لی پیٹھ دکھا کر جو گیا
ہاں سُلائے گا وہی مجھ کو جگا کر جو گیا　　نیند وہ لے گیا دل مجھ سے لگا کر جو گیا

اب لگے ہاتھ تو مضبوط کمر پکڑوں گی
لوں گی کولوں کی بلائیں نہ میں جانے دوں گی

اس سے نولے کے چھُری کوئی کرے مجھ کو حلال　　غم سے دم گھٹتا ہے آتا ہے جو گھٹنوں کا خیال
پیاری پیاری ہیں عجب پنڈلیاں تھرکی تیار　　روندا اُن پیروں نے دل مجھ میں نہیں تاب نہ حال

بیں تو بولا گئی کس کس کی ادا یاد کروں
چینی بھر پانی بیں اس جینے سے اب ڈوب مروں

شاد کیوں آج نہ ہو دل کی بر آئی مراد
نامرادوں میں تھی خالق نے یہ دکھلائی مراد
چلّا درگاہ میں باندھا تھا سو اب پائی مراد
صدقے عباس علی کے مری دلوائی مراد
دل سے غم دور رہے عیش کا سامان ملے
جن کے ملنے کے تھے ارمان سو وہ آن ملے

کیا کہوں تم سے عجب داغ دکھایا مجھ کو
دل لگاتا تو ذرا راس نہ آیا مجھ کو
گرمیاں اور دل ہے کیں اور جلایا مجھ کو
جس قدر تم نے ہنسایا تھا رلایا مجھ کو
غم کے لشکر نے مجھے آن کے پھر گھیرا ہے
آج کل اگلا سا پھر حال وہی میرا ہے

اس سے یہ میری زبانی کوئی کہتا نہیں آہ
اپنے بیگانے تو اس حال سے سب ہیں آگاہ
میری چاہت کا بہت خوب کیا تم نے نباہ
رحمت اللہ کی ہے تم کو یونہیں چاہیے واہ
تم پہ میں مرتی ہوں تم اور کا دم بھرتے ہو
اس کا شاہد ہے خدا جان کے تم کرتے ہو

سچ صاحب نے دیا پہلے جدائی کا کمال
اب ملاقات کیے گزرا نہیں دو اک سال
پاؤں گھر سے جو نکالا تو چلے بینڈی سی چال
گھر میں رنڈی کے گئے میرا کیا دل پامال
پیٹتے پاؤں اگر ایسے نکالوں میں بھی
ایک کیا دیکھنا گھر سیکڑوں گھالوں میں بھی

پھر وہ اب روتی ہوں ڈر کے ہنساتے نہیں تم
پائنچا ایسا کیا بھاری کہ آتے نہیں تم

چھوڑ دو رنڈی کو ان باتوں سے ہی کیا حاصل ۔ رنڈی کی اچھی نہیں ہوتی ہے دانتا کِل کِل
آپ کا مجھ سے پھرا پھر ا آپ سے دل ۔ جھوٹ میں کہتی ہوں تو کیجیے مجھ کو فالِ

چون کی سوت بُری ساجھی کا ہے نام بُرا
اِس کا آغاز بُرا اُس کا ہے انجام بُرا

تم تو ہو مجھ سے کڑے میں کروں تم سے نرمی ۔ اپنی باتوں سے ہو قائل نہ کرو ہٹ دھرمی
میرے گھر آئے گر اِس نرمی پہ شرما شرمی ۔ پھوس کی آگ میں ہوتی نہیں ایسی گرمی

دیکھنا بات پر اپنی اگر آجاؤں گی
کیسا تگنی کا تمھیں ناچ میں نچواؤں گی

یہ زمانے سے نکالے ہیں نرالے انداز ۔ اپنی یہ ذاتیوں سے ایک دم آتے نہیں باز
گھر میں تم سوت کے جاتے ہو مری کھوکے نماز ۔ مجھ سے اُٹھنے کے نہیں یہ بیجا ناز

اُس کی چاہت ہے تو گھر میں مرے آیا نہ کرو
جھوٹی باتیں مرے آگے یہ بنایا نہ کرو

مفت دنیا کے مزے میں نہ کرو دین خراب ۔ اے بی حجن۔ تو ذرا دیکھ نصیحت کی کتاب
دل جلا کر میرا ہونے کا نہیں تم کو ثواب ۔ ہے بڑی رو لی میں آیا تُو ظالم سیلاب

اوہی دیوانے ہوئے ہو اجی کیا کرتے ہو
دو میانوں میں بھلا ایک چھری دھرتے ہو

غصہ اب تھوک دو جو کچھ کیا وہ خوب کیا ۔ میں تو ہر طرح سے لونڈی ہوں تمھیں دل ہے دیا
کیا خطا تھی مری جس کا یہ عوض تم نے لیا ۔ سچ ہے۔ ہے وہی سہاگن کہ جسے چاہے پیا

زورِ معشوق پہ عاشق کا نہیں چلتا ہے

ہاں مگر چاہنے والے ہی کا دل جانتا ہے

کل ہوا کل کا تھا دن آج کی پرگوری ہے شام　　چاندنی رات وہ اچھی جو ہو دل کو آرام

دل بھی کچھ صبح سے بیتا تھا خوشی کے پیغام　　میں نہاتی ہوں کریں آپ بھی چل کے حمام

شکر اللہ کا پھر دور ہوئے دل کے رنج

پھر مرے حسن کا آباد ہوا دولت گنج

میں نے جو کچھ کہا واللہ ہے سب جھوٹ غلط　　میری چوٹی کا کسی نے نہیں دیکھا موباف

رنج جب ہوتا ہے دل ہو تو نہیں تے ہیں صاف　　جو کہ ہونا تھا ہوا کیجیے تقصیر معاف

آپ کے ملنے کی پھر دھوم سے ہوئے شادی

جان صنا جب دے مجھے آکے مبارکبادی

مسدس

پہلی رات کی کیفیت دولہن کی زبان سے

جس پہ بیتی ہے یہ وہی جانے　　جو کہ بیدرد ہو وہ کیا مانے

جب میں سسرال کو لگی جانے　　دونوں بہنوں نے اور مری ماں نے

میرے چھٹنے کا جب خیال کیا

کیا کہوں کیسا اپنا حال کیا

کس قدر پھوٹ پھوٹ روتی تھیں　　منہ کو وہ آنسوؤں سے دھوتی تھیں

جان کس کس طرح سے کھوتی تھیں　　صدقے ہر بار مجھ پہ ہوتی تھیں

رو رو کہتی تھیں بس نہیں اپنا

دھن ہی ہوتا ہو کنیاں کا بڑا

لگیں اماں گلے سے یک باری　　یوں لگیں کہنے مجھ سے بسّن واری

کس لیے کر رہی ہو دل بھاری　　برسوں جو تھی کی ہو گی تیاری

چھوٹے بھائی کو تیرے بھیجوں گی

تڑکے ہی تجھ کو میں بلا لوں گی

اتنے میں غل محل میں یہ اٹھا　　لینے آتا دولھن کو ہو دولھا

جس کو چھپنا ہو کرلے وہ پردا　　منجھلی بھاوج نے میری تب یہ کہا

کون چھپتا ہو شوق سے آویں

دھوپ چڑھتی ہو جلد لے جاویں

گود میں مجھ کو لیتے ہی اکبار　　اس نے سکھپال میں کیا جو سوار

اور لیکر چلے وہاں سے کہار　　روتی جاتی تھی میں تو زار نزار

پیچھے پیچھے برات ساری تھی

سب کے آگے مری سواری تھی

اتری سسرال میں جو میں جا کے　　رونمائی سبھوں نے دی آکے

مجھ کو اور ان کو پاس بٹھلا کے　　کھیر کھلوائی ساس نے لا کے

ہو چکے ساری جبکہ بیٹنا رسوم

پھر ہوئی ہونے دائیوں کی دھوم

پھرتے تھے شاد شاد سب مہمان　　لڑکیاں ہر طرف جوان جوان
چہلیں آپس میں کرتی تھیں ہر آن　　اور باقی نہ مجھ میں تھے اوسان

جوں جوں وہ دن نگوڑا ڈھلتا تھا
میری چھاتی میں دل دہلتا تھا

آئی جب کل موئی وہ تخمن کی رات　　باجی ہمسائی نے سکھائی یہ بات
ہاتھ دولہا لگائے جب بد ذات　　مارنا اُس کو ایک زور سے لات

اُس کے دم میں ذرا نہ آنا تم
چیخنا اور غل مچانا تم

آکے جس دم وہ بیٹھا میرے پاس　　اور کرنے لگا پیٹ کے مساس
نہ رہے مجھ میں کچھ بھی ہوش حواس　　دیکھ کر مجھ کو چپکی اور اُداس

میری چٹ چٹ بلائیں لینے لگا
مجھ کو قسمیں ہزاروں دینے لگا

بولا حلوا ہمارا تم کھاؤ　　ایک مچھی دو منہ ادھر لاؤ
تم جو کہتی ہو یہاں سے اُٹھ جاؤ　　کیا ہے تقصیر میری فرماؤ

کون کہتا ہے ہم سے بولو تم
اپنا گھونگھٹ سے منہ تو کھولو تم

رات پہلی تھی اور مجھے تھا حجاب　　نہ دیا کچھ بھی میں نے اُس کو جواب
مارے مستی کے ہوتے ہی بیتاب　　ہاتھ اپنا بڑھا کے اُس نے شتاب

جب کہ پکڑا ازار بند مرا

کانپا دہشت سے بند بند مرا

دھینگا مشتی وہ جب لگا کرنے — شرم کے مارے میں لگی مرنے

چاہا جو کچھ کیا مقدّر نے — دی نہ آواز مجھکو گھبرنے

روئی ہر ایک کو پکارا کی

سر کو پٹی پہ دے دے مارا کی

میں ہی ایسی تھی بس کڑے دل کی — جو جو ایذا ہوئی وہ سب جھیلی

اوئی چھاتی سرا ہیے میری — صدقے خالق کے میری جان بچی

زور کرکے وہ جب دباتا تھا

غش کے اوپر مجھے غش آتا تھا

میرے میکے میں جب گئی چادر — اماں صاحب نے سنتے ہی یہ خبر

بھر کے تنبول شیشوں کے اندر — بھیجی پنجیری جلد بنوا کر

رسم ہی یہ نگوڑا ما نیا

الٹا دینا پڑا اہی خون بہا

کیا ہی مشّاطہ نے دیا ہی دم — شادی کیسی کہ ہوگیا ہی غم

جان صاحب سے ناک میں ہی دم — چھوڑتا ہی نہیں مجھے اک دم

کیا کہوں بدگمان ہی کیسا

آنے جانے کہیں نہیں دیتا

دیوالی

کھیلیں بتاسے اور کھلونے منگایئے   تہوار کا ہے دن نہ ابھی راگ لایئے
جھم جھم سی خیر بچوں کی صاحب منایئے   دیوالی بھرنے سیدھی طرح گھر میں آیئے
بس تیز ہو کے دل کو نہ میرے جلایئے

ہو جو سوار باد کے گھوڑے پہ اس قدر   مہرہ لیا لڑائی کا ہے کس بساط پر
شطرنجی ہارے چاندنی خانم کی بیچ کر   وہ چال تم چلے کہ دیا برد سارا گھر
اب میں رہی ہوں داؤں پہ مجھ کو لگایئے

پھیلا دیا۔ ہوا نہیں روشن دیوالی کا   اندھیر ہے دیئے ہوں کھیلوں نہ کیوں جوا
حاکم کے بھی پیادوں کا ڈر اب نہیں ذرا   مشکل ہے بعضی بات کہوں ہی تم سے کیا
بے رُخ نہ مجھ سے ہو کے ابھی شر بڑھایئے

کنگنے نتھیے بال والی ملی مجھ سی نیک ذات   سمجھو نہ کیوں یہ دل میں لگی خوب بُرد بات
ایسی نہ دوں گی شہ جو کرو تم بری کی بات   دو گور آپ نے کیا شہدوں کو کبھی ہے مات
میرا محل نہ پیر بخارا بنایئے

جو تم نے جیب بھر کے ہیں جتانے حرام کے   تو سو روپے [illegible] بکرے اُن کے نام کے
اور ملے بندی اپنے کلیجے کو تھام کے   [illegible] نہیں نہ سمجھے ہیں میرے غلام کے
سامان اب دیوالی کا جلدی منگایئے

ڈر کوتوال کا ہے نہ مجھ کو وزیر کا — حاکم کے آگے جیبتوں کی گرد بچھیے بھلا

پیل سا جو ڈیل بڑھایا تو کیا ہوا — تم کو خدا نے احمقوں کا بادشا کیا

بک بک کے مغز کا مرے بھیجا نہ کھائیے

اے جان تیرے ہاتھوں سے کرواؤں روشنی — بگڑے بنے بلا سے یہ منظور ہے یہی

جانے نہ دوں گی تجھ کو تو اس وقت میں کبھی — اندھیر ہے نہ توڑ۔ میاں آس تو مری

بچے کی ٹھڑی بھر کی ذرا چوک جائیے

شہر آشوب

کم ہمتی فلاوسی ہے ہر اک کی خصلت آج کل — دفن مردے کی طرح گھر گھر ہے دولت آج کل

مردوں کی ہو گئی نامرد ہمت آج کل — لکھنؤ میں شاد ہے شہدوں کی خسّت آج کل

گو پہ حاتم کے روتی ہے سخاوت آج کل

جو تجھ ہے حشمت کا جنگلو شوم ہر اُلو کا گھر — اُن چڑی ماروں کے بس میں ہیں جتی ایک شاگ

کوڑے باز تھا تم بنا پیسا عجائب جانور — سنتی جس کا نام ہوں دست غیر آتی نظر

بھیس میں عنقا کے اب اُتی ہے حشمت آج کل

دل میں اُٹھ سکتی نہیں ہے آنچ پیسے کی ہوا — صبر اُڑتا ہے قراری کی زیادت سے سوا

مفلسی کے اوہی نسخے نے مجھے کشتہ کیا — کیمیا گر جس کو سمجھی اُس نے کیا مسکا دیا

چکنی باتوں کی مری رہ گئی ہے صورت آج کل

روتے مردوں کو ہنساؤں دل شگفتہ ہو اگر — تاؤ کھا کے جل گئی۔ ہو خاک باتوں میں اثر
اک کھرا ملتا نہیں کھوٹے ہی تکتے ہیں نظر — جس نگوڑے کو اجی جوڑا بنایا ڈھونڈھ کر

مفلسی سے کھل گئی اس کی بھی رنگت آج کل

اب نہیں ٹکسال سے باہر کوئی مطلب مرا — کیا روپے لینے کا ہو بے شرم سے بی آسرا
اشرفی خانم۔ مری کندن نے دیکھو سچ کہا — اپنی چاندی کیا بنے زردار جب بیچیں حیا

بن گئی سونے کی بوٹی او ہی غیرت آج کل

اینٹ سے یا اینٹ بجوائیں نہ ہرگز خوف کھائیں — پیسے والے اک ٹکے کے واسطے مسجد ڈھائیں
رنج بی اپنے دلی کھنگار کے بھی چونا لگائیں — پہلے ہمسائی کے گھر کھودیں محل پھر وے بنائیں

نیو کی جا ہی ہر اک دل میں خصومت آج کل

رکھتی دوں تن پیٹ میں بھی او ہی کیونکر ہو نباہ — دوسرے فاقے کہا بندی نے خالق ہو گواہ
یاالٰہی ایسے زرداروں کے بیڑے ہوں تباہ — کرتے ہیں کنجوس مکھی چوس خالی واہ واہ

کیا کروں اوڑھوں بچھاؤں ہی یہ حالت آج کل

سیکڑوں سے ہیں خصم بیٹیاں نہ ہوں میں بے حجاب — بڑھ کے بولوں گی فرشتہ خاں کو بھی دوں گی جواب
جان جائے پشم سے باندی کی ہائے کیا ترا ب — اڑ رہی ہی خاک ہے ہر علم کی مٹی خراب

ہر بجا۔ بیجا نہیں میری شکایت آج کل

کچھ ہوس مجھ کو نہیں جو چھٹے بی دائے شاعری — کہہ چکی قطعے قصیدے میں رباعی ریختی
ریختی و سوختی تاریخ خمسی مثنوی — دل میں ہی تعریف کے بدلے ہر اک [illegible]

خوب مرزا کی طرح کیجے مرمت آج کل

بھیا انشا کی طرح میں دبا تی ہوں ہر زباں — کیسے کیسے ماحق ہیں ان سو موکے کر لی ہوں بیاں

یہ مرے بے قدر ہیں پر میں ہوں ان کی قدرداں　　پھاڑ ڈالوں گی موؤں کی موئے جینے کی فلاں

بن گئی ہتھیا ہر بیبی کی طبیعت آج کل

ماں بہن بیٹی بہو خالا پھوپی نانی چچی　　جورو سالی ساس سلہج اور بھتیجی بھانجی

اور ممانی دادی پوتی اور نواسی نکساجی　　ہر محل میں ان موئے شوہروں نے اپنی بھیج دی

ان کے کنبے کی یہی بی بی حقیقت آج کل

ننگ یہ بدلا زمانے نے ہر اک حیران ہے　　مفلسی کے ہاتھ سے انسان بھی حیوان ہے

جو موا حیوان تھا پیسے سے وہ انسان ہے　　اے دوگانا جان دیکھو کیا خدا کی شان ہے

ہوش میں باجی ہیں اور ہم کو ہے وحشت آجکل

آتے ہیں حاکم کے کتے اتنی سی تکرار میں　　کچھ نہ دو تو باندھ لیں مشکیں سر بازار میں

گیلی سوکھی دونوں جلتی ہیں بوا سرکار میں　　چاندنی خانم غضب اندھیر ہے دربار میں

ہے وہی میری کہ جس کی ہے حمایت آج کل

کوتوالی والوں نے باندھی کمر انصاف پہ　　اُلٹا راضی نامہ دے کچھ اور خرچ آن کر

پھر جو ہو چوری تو دہشت سے نہ ہو کوئی خبر　　پہلے گھر والے بندھیں اُس کے ہو چوری جس کے گھر

تھانے داروں نے نکالی ہے یہ حکمت آج کل

کیا بغل میں دابے ایمان بیٹھے بے حیا　　بی دوگانا پاس خالق کا نہ ہے قرآن کا

داڑھی منڈوں سے ہیں لیتے داڑھیوں والے سوا　　حق کو ناحق کرتے ہیں ناحق کو حق یہ برملا

نوج دکھلائے خدا ایسی عدالت آج کل

لالچی بندے یہ لینا ہی سمجھتے ہیں ثواب　　ڈر نہیں مرنے کا ہے کس کھیت کی مولی عذاب

صاف ٹکڑا توڑ کر دیتے ہیں کالے منہ سے جواب　　جو بہت دے اُس کا کہنا ہے جو کم دے سو خراب

ہر کچہری میں ہو گرتی کام رشوت آج کل

حکم کرتے ہیں بہ خدمت گار کو سن اے شریر — چھین لو جھولی اگر مانگے کوئی ہم سے فقیر
ہیں مریدوں میں تو پیسے کے بنے کوڑی کے پیر — فیض جاں سے فیض لو آگے نہ تھے ایسے امیر

کیا پڑی پھٹکی عجب بگڑی ہی نیت آجکل

خوف سے ڈپٹنے کے ہیں آنکھوں میں جانے گر ٹلے — سمجھے شاعر کو جو تنہا آن منہ پر کیوں چڑھے
پہلے تو پڑھنے نہ دیں جیسے پڑھے تو شرم سے — کوئی ان کی شان میں شاعر قصیدہ گر پڑھے

اعتراض اس پہ کریں دیں اس کو ذلت آجکل

مونہہ سور کی طرح سن سن کے بنائیں شعر پر — شعر کی شاعر سند دے کے کیسے جھوٹھا اگر
بحر میں پھر گفتگو کرنے لگیں پھر ان وہ خر — قافیہ ہو تنگ اس میں کبھی تو قصہ مختصر

گالیاں بدلے صلے کے ہوں عنایت آجکل

مفلسی میں کام کب آتا ہے کوئی رشتہ دار — باپ ہو ماں ہو کہ بچہ ہو یا ہو پروردگار
غیر کیسے حال اپنوں کا ہے ہو اب آشکار — ایک بھائی کو پڑا فاقہ ایک کرتا نہ پیار

اُٹھ گئی دنیا کے پردے سے محبت آج کل

بیچ لے اوپر سے اوپر گر کسی کی کوئی شے — لڑنے والے دونوں جائیں جھگڑا ہو وے
دیکھ کر یہ حال کوئی چھپ رہے یہ آبا کہ — اندھی نگری راج چوپٹ شہر میں ہو گا کہ

سب کے سرے جو چاہے جس کو دھرے تہمت آجکل

چارپائی سے کبھی اب طاقت اٹھنے کی نہ تھی — ہو گئی ہو حشر کا میدان انگنائی ابھی
جیتے جی ایسی ہو شدت بھوک کی او پیاس کی — حال ہو بد تر ہر اک کا گور کے مردے سے بھی

کونسا گھر ہے نہیں جس میں قیامت آج کل

چار دن کی چاندنی کی سیر لازم ہی اجی ‌‌ لے گیا قارون کب ساتھ اپنی دولت ای غنی

ای غنی خاں شوم کی بھی بات ہیں اکے وہی ‌‌ ماریں جھوٹے ہاتھ بھولے سے نہ کتے کے کبھی

نام سے مجکو نہ کیوں ہو انکے نفرت آج کل

ہوگئی راحت ہی دشمن ہیچ ہو ہی حبیب ‌‌ دور دولت ہوگئی کس طرح سے آئے قریب

پاؤں جو پھیلا کے سوئے پھر نہیں جاگے نصیب ‌‌ جو سخی تھے پیسے والے اب وہ ہیں ایسے غریب

اُن کے گھر مہمان رہتی ہی قناعت آج کل

ڈر سے سڑ جانے کے شاید خاک میں یا دھانے جائیں ‌‌ لاش کا یہ حال ہو پائے نہ وہ دو گز کفن

مار کے چھریاں سُلائیں گو رہیں ہی چلن ‌‌ نوکری کرکے اگر تنخواہ مانگے ای بہن

جائے جنڈری آئے اُس کے گھر آفت آج کل

منہ نہ کھلواؤ کہوں کیا ایک کا باوا ہی ایک ‌‌ کوئی فرق اس میں ہی سب کا بنا نقشہ ہی ایک

دوسرے کو دیکھ سکتا ہی نہیں بھلا ہی ایک ‌‌ جس کے نوکر دو ہیں اُن میں سے ایک کی جڑ تا ہی ایک

رہ گئی بدلے سفارش کے ہی غیبت آج کل

سب گنواروں کو بد عالی کے نہ پہنے کا نقشہ ‌‌ کس طرح پیسا چلے دستور یہ نکلی کہیں

سال میں بارہ بدلتے ہیں جو افعال میں ‌‌ جی اماں سال بھر کا کچھ اجارہ ہی نہیں

جو اضافہ دے وہی ہیں پہنے خلعت آج کل

جتنے جی ہی پست نہ ہو گا مرتے سے بلند ‌‌ یا جی کھل جائیگا جس دم آنکھ ہوگی بیری بند

بے وقوفی اپنی ظاہر کیوں کریں گے عقلمند ‌‌ خاک میں مل جائیے یہ دنیا لگی ہی [illegible]

جو مرے کرتی ہی اُن کی یاد خلقت آج کل

اب سنو جو حال ہی کلجگ میں بارہ ماس کا ‌‌ کہتی ہے سب سنیچر کی جنم کا پترا

وہ پدکاشی میں پڑھے یہاں مہٹے ہر دم آکر سوا　　　پوتھیاں لال سے ونیا کے جھوٹ کہنا ہی کیتھا

اپنے مطلب کی ہر اک گاتا ہی پنڈت آج کل

چھتری برہمن چبوترہ گی برہمن چبھری　　　کھو سلے مرگی چھری کنبوہ جاٹ کی کھتری

پاس اب ایمان کا ان کو نہیں پنے ذری　　　بے ایمانی ہی اجی ہر قوم کے دل میں بھری

کس کی خالی ہی دغا بازی سے طبیعت آج کل

کہ ہیں گویا ای ہوا اس شہر کے دوکاندار　　　ذبح ہیں مردہ جان کر دیکھیں ہوگا ہک جاندار

اک ڈھونڈھے سو میں تو نکلے نہیں ایماندار　　　بھاری بھرکم دیکھنے کو ہیں یہ بھڑوے شاندار

کھڑکھلے تربوز سے دے ان کو نسبت آج کل

مائی دھوبی کنجڑے بھٹیارے قصائی نائی　　　ایک کوڑی کے لیے ہوتے ہیں گر دن سے سوا

لوٹ کر ہم کو ہوئے تیلی تنبولی مالدار　　　ہم فقیروں سے ہیں بد تر دیکھ لو ہی آشکار

پاجیوں کے گھر میں ہی کیونکر نہ دولت آج کل

چاہیئے چھل دے کے منفے سے کوئی پانی پیئے　　　ایک کٹورا دے نہ وہ پانی کا بے کوڑی لیئے

اس کو کچھ پروا نہیں پیاسا مرے چاہے جیئے　　　ایسے ہی لوگوں نے مولا پہ ستم ہیں کیئے

کربلا کی یاد آتی ہی مصیبت آج کل

روز جھک جھک کے کروں اُن کو جو مجرا صبح و شام　　　دیں اُٹھا انگلی ہی پر منہ سے نہ نکلے کچھ کلام

بھائی یوسف ایسے بھڑووں کا ہی کیا کوئی غلام　　　چاہتے ہیں جو کریں پہلے ہمیں جھک کر سلام

کیا کسی سے کیجیے صاحب سلامت آج کل

ای زناخی کام کیا ہی بادلے کی زمین　　　لنگی ہی حمام کی یہ عقلمندوں کے قریب

ہیں وہ ایسے ہی ہی اُن کی ذات سے مجکو یقین　　　آشنا کیا کام اپنے باپ کے آئیں نہیں

کام ہونے پر یہ ہو یارو دل کی حالت آج کل

بادشاہ میرا نمازی متقی پرہیزگار — ہی دوگانا رحمدل عادل سخی اور دیندار

پہنچ خبر پہنچے نہ جب حضرت کو لوگو زینہار — کیا کریں وہ یہ خطا اخبار کی ہی آشکار

کم ہی ہم پہ جتنی ہو ہر شے کی شدت آج کل

سچ کے کہنے پر ہو گا کس کی کٹتی زبان — منہ نہ کھلوا جان صاحب کیا کروں تجھ سے بیان

لکھنؤ میں کون ہی اشراف کا اب قدر داں — شیخ سے سید بنے چاہے مغل چاہے پٹھان

پیسہ جامہ زیب ہی دیتا ہی حرمت آج کل

مخمس

پیڑوں کے پھول پھولوں کی دیکھے سنگھار رنگ — دولہا سا باغ کو ہیں دیتے سنوار رنگ

لاکھوں ہیں نام کیا لوں کروں کیا شمار رنگ — ایک ایک رنگ ہیں اجی وہ دو ہزار رنگ

دکھلاتے ہیں بہاریں اپنی بہار رنگ

گر آپ آسمان سے پنتال جائیے — مانوں گی اب نہ ایک نہ اگ لائیے

سر کھینچو ڈگی چھیڑوں ہیں دے ملائیے — جنگلا ہی پیلی بھیت کا پیلو بجائیے

ویرانی جائے دل کی اجی وے ستار رنگ

سو می سے گلبدن یار اترا نہ چل پچے — جنت میں لات مار نہ تو اس غرور سے

یہ دل میں چٹکیاں نہ گل اندام لے مرے — پھولوں نہیں سماتی ہی پھولا ام پہن کے

پہننے کا جو دکھاتی ہی تو بار بار رنگ

ٹکسال میں ہیں بارہ برس ایک جا رہیں — اُن کی تو بھی پوچھ تو ہمسائی ہوں میں ہیں
چمپا کے پھول لا دے ملیں تجھکو گر کہیں — کیا جانتی ہے اشرفی خانم نے مجھے نہیں
کندن سنہرا بھاتا ہے بے اختیار رنگ

ایسی تو سا ہوکار یہ لونڈی ہے آپ کی — سنتے ہی منہ پہ رنڈی کے زردی سی چھا گئی
ہوتا ہے خار میرے نہ گھر آئے اب کبھی — چنپا چرا کے لے گئی چنپا کلی مری
چھپتا نہیں ہے چیز کا بی زینہار رنگ

چنپا کے پھول کو چھپائے کوئی ہزار — عاشق تن اُس کی بو نہیں چھپتی ہے زینہار
کیا جانے کوئی مردوا اس رنگ کی بہار — بھونرے کی طرح رنڈ باں کیونکر نہوں نثار
ستی کا گھر ہے چنپئی بنا بکار رنگ

شرمائے دھویا کپڑا سفید ایسا ہو گیا — ہوتا ہے سبز توتے کے پر سے کہیں سوا
تھا پہلے کالا زرد سے لب لال ہو گیا — گرگٹ کے خون میں ابھی بیشک یہ ہے بجھا
چنبر موا بدلتا ہے جو بار بار رنگ

پارے کا بہنے والا ہے کچھ کھری سی بات — گر ہے کھرا تو کیوں نہیں کہتا یہ واردات
ٹکسال جب چڑھا تو یہ حرمت لگے گی ہاتھ — کھا کھا کے تاؤ گھٹتی ہے کیا تجھ کو ساری رات
فق ہو گیا ہے منہ کا جو تیرے سنار رنگ

ہمت دوگانا عشق کی بندھوائے دل کو جو — کالا ہو یا ہو گورا پسند آئے دل کو جو
دنیا کی کیفیت ابھی دکھلائے دل کو جو — مرتی ہوں میں تو اس پہ لبھائے دل کو جو
اُس پہ نثار کیجیے سو سو ہزار رنگ

جوڑا کسی کے دیکھا گلے میں تھا صندلی — جو چوٹ میرے دل پہ لگی اس کے عشق کی

اس سرکی ہی قسم کہے جاذگی میں یہی ہاں ہوئے کفن میں بھی کفنی ویسے رنگ کی

اپنو ہوا ہی ایسے گلے کا یہ ہار رنگ

دن رات گھرے رہتا ہی اُس شخص کو ہراس غم کے سوا خوشی نہیں آتی ہی آس پاس

دل بے قرار ہوتا ہی اور جاتے ہیں جی بس منہ زرد آنکھیں لال پھٹے کپڑے جی اُداس

عاشق کے پوچھنے کے ہوا ہیں یہ چار رنگ

بڑھیا تو دھوپ ہوگئی چاہتی نہیں ہوا سوکھے گا کیا یہ شام کو استر رضائی کا

سن او جوان بیٹی حری رن نے یہ کہا چھٹے پہ ہی پتنگ ادی صبح سے چڑھا

مہرن یہ جل سنبھالے تو جلدی اُتار رنگ

لو آؤ پیر و گھر سے لو کیونکر نہ دل کڑھے چوبے نکھے چھپتے ہوئے چلے رہ گئے دوبے

ای جان اس مثل میں گرفتار ہم ہوئے رنگریز آج دے تو ہی کل جیبہ اوڑھیے

چوری گیا دوپٹہ رہا در کنار رنگ

قطعۂ تاریخ طبع زاد جان صاحب مصنف دیوان

میں صدقے گئی آ کے یہ قطعہ دیکھو
مری جان صاحب نے لکھا ہے باجی

چھٹی نبض بیمار کی مل گئی ہے
اگر دور سے شعر دیکھا ہے باجی

کہا سچ یہ نرگس نے ہر شعر اس کا
مسیحا کا عالم دکھاتا ہے باجی

بھرے اس کے مضمون میں معجزے ہیں
کیا مجھ سے مردے کو زندہ ہے باجی

دوا کی ہے تاثیر ہر لفظ رکھتا
جو ہے حرف وہ قرص گویا ہے باجی

غذا قافیہ بحر ہر ایک پانی
ردیفوں کو پرہیز باندھا ہے باجی

اجی اس کی تاریخ بیت الشفا ہے
یہ دیوان یا ہمت کا نسخہ ہے باجی

سنہ ۱۲۶۲ھ

جان صاحب کا وہ کلام جو مروجہ دیوان میں نہیں ہے صفحات آئندہ میں بطور ضمیمہ ذیل
درج ہے وہ ملاحظہ ہو

ضمیمۂ دیوان جان صاحب

وہ غزلیات جو طبع اوّل میں نہیں تھیں

(ردیف الف)

(۱)

پیٹ پر پیٹ گرا پیٹ نہ میرا ٹھہرا[1]
جان لیوا ہوا جو پیٹ میں بچّا ٹھہرا

شاعری کا بھی یہ فن ناچنا گانا ٹھہرا
ریختہ ریختی پتلی کا تماشا ٹھہرا

سوت کی میری بھلا وہی سنے گی کیونکر
ایک گھر میں اجی جب اپنا پرایا ٹھہرا

وہ بری بستی میں ہوں جس میں ہو ناکارہ ہوں
کوئی بازار میں گاہک نہیں میرا ٹھہرا

جی مرا چاہے گا جب دونگی میں مچھی تمکو
منہ تو دھو آؤ ذرا منہ کا نوالا ٹھہرا

میں نے سو بار کہا آپ سے ہاری ہوں نباں
منہ لگانے کی یہ خوبی ہے تقاضا ٹھہرا

جب سے باہر تو نکلنے لگی اے نیک قدم
گھر میں اک دم نہ ترا پاؤں نگوڑا ٹھہرا

چمن افزا جو مرے باغ میں کھو آئی تھی
پاس سوسن کے وہ شبنم کا دوپٹا ٹھہرا

پھول لالے کا جو تسلے میں گرا پانی کے
پھبتی گلشن نے کہی تال کٹورا ٹھہرا

روشنی صاحبو جب شب کو بڑے دن کی ہوئی
گھٹنا بڑھنا تو اجی رات کو دن کا ٹھہرا

سارے کنبے کو اجی دیکھنا میں کوٹوں گی
ایسی پیٹوں کہ کہیں جھاڑ کا کانٹا ٹھہرا

[1] گلدستۂ شعر لکھنؤ ۱۹ دسمبر ۱۸۵۹ء

جان صاحب سے جہاں ہیجڑے نے ڈوپٹے لوٹے
جلسہ کا ہمکو آلوٹے[۱] کا وہ میلا ٹھہرا

(ردیف ب)

(۳)

ہی ہی امام خاں کا رہا غم تمام شب[۲]
عشرے کے روز سے تھی نہ یہ کم تمام شب

دم پر بنا اُس کے شام سے صبح تک چڑھی
نوروز خاں نے مجھ کو دیئے دم تمام شب

اُس روز سے ہوں سوگ میں وہ ہے جب سے دل
کرتی ہوں اس موئے کا میں ماتم تمام شب

اس ماں کی مامتا کو خدا کی سنوار ہو
ق
کیوں نہ برباد ہو نہ پیا سم تمام شب

چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے اجی وہ بھی مر دیا
دیکھا کیا ہے دم مرا ہمدم تمام شب

کل صبح سے جو شام ہرن کا چھٹا ہے پاؤں
دن بھر رکا نہ خون نہ اک دم تمام شب

نسنگی بھی اس کے ساتھ ہیں سوئی نہ کچھ ہوا
محرم کھلے سے ہے مری محرم تمام شب

اے جان تم تو سوتے گلے لگ کے سوت کے
تم کو ہے عیب مجھ کو محرم تمام شب

۱؎ زنانوں کا ایک میلا لکا رم نگر (لکھنؤ) میں ہوا کرتا تھا۔ جو اب بھی قائم ہے۔
۲؎ گلدستۂ شعرا لکھنؤ یکم جنوری ۱۸۶۲ء۔

(ردیف ت)

(۳)

ای صنم دیکھ تو اللہ کے گھر کی صورت[1] | تجھ سے آباد ہی دل رام نگر کی صورت

چشم آتی ہی نظر ابرِ بہاری کی روش | جسم گلزار ہی طاؤس کے پر کی صورت

فکرِ وصفِ دہنِ یار میں کیوں تنگ نہ ہو | بن گئی یوسفِ گم گشتہ کمر کی صورت

روزِ فرقت کی سیاہی سے دہل جاؤں گا | دامنِ شب سے نہ پیدا ہو سحر کی صورت

جان کا فرقتِ جاناں میں خدا حافظ ہی | دل بھی پہلو میں پھڑکتا ہی جگر کی صورت

مہرباں مشفقِ من آپ اگر آئے ہیں | بیٹھیے کوئی گھڑی اپنے ہی گھر کی صورت

سرنگیں چشم ہی تیغِ سیہ تاب کی شکل | ہیں سیہ بختِ ازل سے ہوں سپر کی صورت

شوق سے آپ ہمیں غیر ہمیں کیا طاقت | آبرو رکھتے ہیں کچھ ہم بھی گہر کی صورت

جان صاحب جو نہیں قایلِ اشعارِ اسیر
اس نے دیکھی ہی نہیں اہلِ ہنر کی صورت

(۴)

سرو داغِ جگر اپنے ہیں پر کھائے بہت[2] | ہم نے بازارِ محبّت میں بھنا کھائے بہت

[1] گلدستۂ شعرا لکھنؤ جنوری ۱۸۶۰ء [2] گلدستۂ شعرا لکھنؤ ۲۲ فروری ۱۸۶۰ء

آگئی ہی فصل جنوں خیز بنا دیوانہ
کھا گئے ہیں مجھے اب بابہ سے تلسائے بہت

گلشن عشق میں جو غور سے دیکھا ہر سمت
کشتۂ نرگس بیمار نظر آئے بہت

نظر آیا ہی جو شاہین نگاہ صیاد
ہم صفیران چمن خوف سے گھبرائے بہت

کشش حسن نے طرفہ خلل اندازی کی
ہم بڑھے حد ادب تو وہ گھبرائے بہت

گلشن حسن میں لو اور نیا گل پھولا
رنگ نے رنگ نئے رنگ جمے وہ لائے بہت

سر ہی نالوں نے دیا دہن سے اٹھانا مشکل
دل کو پامال جو فرما چکے پچھتائے بہت

جان صاحب[ف] مرے مرنے کی انھیں عید ہوئی
قتل فرما کے پھرے گھر کو تو خوش آئے بہت

ف جان صاحب کی زندگی میں اکثر شعرا نے ان کی شاگردی اختیار کی تھی ان کے بعض شاگرد ان کے ساتھ مشاعرہ میں جاتے اور استاد کے ہم طرح غزل پڑھتے مثال کے طور پر ان کے شاگرد شیخ محمد یوسف خضر لکھنوی کی غزل مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو۔

وعدۂ وصل کے دن ہجر میں ٹھہرائے بہت
ایسے کلمے تو حضور آپ نے فرمائے بہت

بیوفا جانتے ایسا تو نہ عاشق بنتے
دے کے دل مشفق من آپ کو پچھتائے بہت

ہوئے جھنجلا کے جو ہیں پیروں پہ گرا جب آ کے
ایسے تو کاہے کو سر ہم نے ہیں ٹکرائے بہت

عاشقانہ ہی زمیں شعر ہیں معشوق پسند
شعر تھوڑے سے کہے اے خضر مگر پائے بہت

(ردیف ث)

(۵)

دل سے مژگاں کو ہے کاوش بنے تیر عبث[۱]
بل کی لیتی ہے تری زلف گرہ گیر عبث

حلقۂ گیسوئے پر پیچ بھلا کب کم تھا
مجھ کو جلاد نے پہنائی ہے زنجیر عبث

نہ کھنچا اس کی بیرنگی دہن کا نقشا
کھینچتے مانی و بہزاد ہیں تصویر عبث

منعم خانۂ عرفاں کا ذرا دھیان نہیں
کتنے غافل ہیں جہاں میں یہ تکبیر عبث

باعث عفو گنہ اپنی خموشی ہوگی
سامنے حاکم عادل کے ہے تقریر عبث

کاسۂ سر یہ رہا بھر کے اکثر خالی
ٹھوکریں مجھ کو یہ کھلواتی ہے تقدیر عبث

حلقۂ زلف پری رو ہی تجھے کافی ہے
گھونٹتا ہے یہ گلا طوق گلوگیر عبث

مور کو شان سلیماں سے بھلا کیا نسبت
وصل محبوب پری رو کی ہے تدبیر عبث

جان حیا یہ غزل گوئی بہت مشکل ہے
نہ پڑھو شعر کہ تم کھوتے ہو توقیر عبث

(ردیف ج)

(۶)

وعدے جو کل کیے تھے تو فرماؤ یاد آج[۲]
انکار کی سنے گا نہ یہ جاں نثار آج

۱؎ گلدستۂ شعرائے لکھنؤ ۱۱ مارچ ۱۸۸۲ء ۲؎ گلدستۂ شعرائے لکھنؤ ۲۲ اپریل ۱۸۸۲ء

گل گشت کو نہ جاے وہ رشکِ بہار آج
سیرِ چمن دکھا تو دلِ داغدار آج

بوسہ عطا ہو یا مرا نذرِ دل پھیر دیجیے
ہر طرح پر حضور کو ہی اختیار آج

اُٹھا ہی ابر باغ میں کعبے کی سمت سے
لازم ہی ساقیا بطِ مے کا شکار آج

پھرتے ہیں لف رخ کے پھری ابرو و مژہ
کل سے زیادہ اور بھی ہی انتشار آج

نئے طرح تاکتی ہی یہ کوڑی غریب کی
ای شاہِ حسن تیری نگہ کی کٹار آج

ای جان تیری جان کی ہو خیر ہجر میں
بے چین دم بدم ہی دلِ بے قرار آج

(ردیف ح)

(۶)

بدتمیزی چاہیے ہرگز نہ حیواں کی طرح
بیٹھنا انساں کو لازم ہی انساں کی طرح

قیس رہتا تھا لیلیٰ کے حدی خواں کی طرح
تھا وہ دیوانہ رہا جنگل میں حیواں کی طرح

شیخ کہتے ہیں جسم محبس جسم کو محبس زمیں
گور بھی ہی خانۂ تاریک زنداں کی طرح

وہ شہِ ملکِ جنوں ہوں قیس تھا میرا وزیر
داغِ سودا تاج ہی تاجِ سلیماں کی طرح

دیکھ کر رویا جو داغِ حسرتِ دیدار یار
[illegible] آنکھوں سے [illegible] کی طرح

دیکھتے ہی اُس نے اپنا رخ چھپایا زلف سے
بن گئی صبحِ وطن شامِ غریباں کی طرح

گلدستۂ شعراء لکھنؤ ۲۰ مئی سنہ [illegible]

آہ کی بتّی سے روشن داغ ہائے جسم ہیں
جل رہا ہو باغ میں سروِ چراغاں کی طرح

دل گرا چاہِ ذقن میں سبزۂ خط کے سبب
خضر نے دھوکا دیا غولِ بیاباں کی طرح

اس مہینے میں تو یادِ مصحفِ رخسار سے
جانؔ صاحب دل کے سیپارے ہیں قرآں کی طرح

(ردیف خ)

(۸)

مقتولِ[1] جراحت کے سبب ہیں ہمہ تن سرخ
تشریفِ شہادت بھی ہوئی رشکِ چمن سرخ

خوش رنگ عجب کوچۂ قاتل کی زمیں ہو
ایسی تو شفق بھی نہیں اے چرخِ کہن سرخ

گل گشتِ چمن زار میں کیوں پھول کے بیٹھا
ہے وجہ کہ منہ غیظ سے اے غنچہ دہن سرخ

پامال کیا زخمیِ شمشیرِ ادا کو
اُس مہر کی جوتی کی نہ کیونکر ہو کرن سرخ

کیا خونِ حنا دل پہ کمر آج ہے باندھی
پٹکا جو لپیٹا ہے یہ اے نازشِ چمن سرخ

لالوں کی طرح لال ہیں صیاد کی آنکھیں
فتنے سے جوانی کے ہوئے ہیں یہ ہرن سرخ

پھیری ہے چھری حلق پہ اک آفتِ جاں نے
ہو صافیٔ قصاب کی مانند کفن سرخ

کیا میری طرح دستِ حنائی کے ہیں کشتے
پہنے ہیں جو محشر میں کفن اہلِ وطن سرخ

[1] ماخوذ از گلدستہ شعرا مطبوعہ ۲۴ جون سنہ ۱۸۹۱ء

زلف و رخ انور پہ گلال ان کے ملو جان
اس ڈھنگ سے کہ جاؤ کہ ہو چاند گہن سرخ

(ردیف - د)

(۹)

برق وش یار کی ہو زلف گرہ گیر پسند
مجھ سے دیوانہ کو بجلی کی ہو زنجیر پسند

وصل لیلیٰ شب ہجر کا مجنوں میں ہوں
دل کے بہلانے کی آئی نہ مجھے جاگیر پسند

اپنے زنداں کو سمجھتا ہوں کہ ہے فرحت بخش
دلکشا ہے ہوا خانۂ زنجیر پسند

سرو مہری سے شکستہ ہے چمن زاغوں کا
بلبل زار کو ہے گلشن کشمیر پسند

ہیں بری ہم تو اعمال سے ہم دیوانے
واعظو پیش خدا ہے یہ تقصیر پسند

مثل اگر گن سکے ہو اس طفل عشق کا گلا
نہ کی تانیں ہیں کیونکر ہو تقریر پسند

تیغ قاتل کے لیے خون ہمارا تھا سبیل
اپنے جوہر سے ہوا جوہر شمشیر پسند

آتش ہجر سے اس سر کا دل روشن ہے
سو جبرائیلوں سے زیادہ ہے یہ تنویر پسند

تیغ قاتل نے گلے زخم کھلائے اے جان
روح کو ہو گئی تا ہو کہ شمشیر پسند

ملاحظہ ہو رسالہ [illegible] ماہ جون [illegible]

(ردیف ذ)

(۱۰)

کھلینگے بازوؤں پر جان اُدھر اُدھر تعویذ
یہ نو رتن کے عوض ہوں دل و جگر تعویذ

عزیز جان کی صورت ہے ہمارے پاس
جو ہاتھ آئے ترے سر کا اے قمر تعویذ

یہ مانگ کاہکشاں ہے ثریا چھپکا ہے
نظر مہ شب گیسو میں جلوہ گر تعویذ

یہ نقش ہاتھ سے پیاپے اجل کے چلتا ہے
ہر اک سحر کا ہوا ہے روح پر اثر تعویذ

سنہرے اور روپہلے تمہارے بازو پر
زیادہ شمس و قمر سے ہیں جلوہ گر تعویذ

کبھی نہ اس رُخ یوسف جمال کو دیکھا
کنوئیں میں چھوڑے ہیں اکثر وہ سحر تعویذ

ہر ایک شایدہ اختر فلک پہ پھولے نور
جو دیکھے رشک سے یہ تیرے اے قمر تعویذ

قسم ہے تجھ کو پیمبر کی یار تک پہنچے
یہ خط نہیں ہے سمجھ اس کو نامہ بر تعویذ

جلا رہی جو ہے یہ قلب جان صبا کو
سمجھتی بغض کا ہے آتش سقر تعویذ

(ردیف ر)

(۱۱)

گلوری کھانے سے دونی ہوئی دہن کی بہار
جو ہم کلام ہوئے کہیں گل سخن کی بہار

لے ماخوذ از گلدستہ شعرائے کلیم جولائی ۱۸۹۱ء تا ۱۵ جولائی سنہ ۱۸۹۲ء کے گلدستہ شعرا لکھنؤ سے لیگئی۔

غرورِ حسن سے پنجوں کے بل چمن میں چلو
گلوں کو قتل کیے آج بانکپن کی بہار

بہار میں خطِ گلزار سے جو لکھا تھا
پسند آئی نکیرین کو کفن کی بہار

عجیب تیغ نے اس تن کے گل کھلائے ہیں یار
بہار گلشنِ جنت ہے زخمِ تن کی بہار

خجل کرو گل و بلبل کو باغ میں چل کے
دکھاؤ غنچوں کو اک غنچۂ لب و دہن کی بہار

کنوئیں کے پاس مناسب ہے جانِ جاں سبزہ
یہ خضرِ خط ہے تمہارا چہِ ذقن کی بہار

گلوں کی طرح سے فتراک میں بندھے ہیں سر
عجیب وحشی ہے ہر حلقۂ رسن کی بہار

تمہاری زلف کے سودے نے ہاں دکھائی مجھے
خطا و تبت و تاتار و ختن کی بہار

اُٹھا کے جان کے پہلو سے جا گل رعنا
ترے ہی فیضِ قدم سے ہے انجمن کی بہار

(ردیف ز)

(۱۲)

دشمنِ غم ہے شبِ ہجر گجر کی آواز[۱]
اُس سے بڑھ کے ہے کہیں مرغِ سحر کی آواز

اس شہِ حسن نے تو کوچ کیا ہے نقارہ
کوس رحلت ہے مجھے کوس سفر کی آواز

دوستو شہرِ خموشاں بھی عجب بستی ہے
ایک گھر میں نہ سنی دوسرے گھر کی آواز

[۱] ماخوذ از گلدستہ شعرائے لکھنؤ ۱۰ اگست [illegible]ء

گوش زد جس کے ہوئی بشنوِ بیدم ہوا
ان بتوں کی بخدا ہے وہ اثر کی آواز

لحنِ داؤد کا رتبہ نہیں جس کے آگے
ہے بھری کانوں میں وہ ایک بشر کی آواز

دل کے ماتم میں کیا روح نے جوشِ فغاں
اور کبھی بیٹھ گئی خستہ جگر کی آواز

ہوش بلبل کے اُڑے غنچے چٹکنا بھولے
کیا خوش آہنگ ہے رشکِ گلِ تر کی آواز

دلِ سالک بھی بھر آیا ہے جسے سُن سُن کے
غم رسیدہ ہے یہ کس اہلِ سفر کی آواز

جانِ صاحب قفسِ جسم میں کیا کیا پھڑکا
طائرِ جاں کی سنی ہم نے نہ پر کی آواز

(ردیف س)

(۱۳)

مائل[۱۵] ہے قتل پر نہیں جلّاد کی ہوس
ہم کیا بجھائیں خنجرِ فولاد کی ہوس

قمری کی طرح اس قدِ دلجو کی یاد ہے
اللہ رے نظارۂ شمشاد کی ہوس

کیوں اپنا مرغِ روح نہ پژمردہ دل رہے
دیتی ہے خارِ گلشنِ ایجاد کی ہوس

بلبل اسیرِ دام اگر ہے بہار میں
نکلے تو باغباں دلِ صیاد کی ہوس

آئی بہار جوشِ جنوں کے ہیں ولولے
پھر دمبدم ہے نشترِ فصّاد کی ہوس

[۱۵] ماخوذ از گلدستہ شعر الکھنؤ ۱۲ اگست سنہ ۱۸۹۰ء

لوہا بہار آتے ہی سونے کے مول ہو
نکلی جنوں کے دور میں حدّاد کی ہوس

ہم سے شبِ وصال میں بھی وہ خفا رہے
ناشاد ہی رہی دلِ ناشاد کی ہوس

میٹھی زباں سے اسکے نہ شیریں نے بات کی
سر پیٹتی گئی دلِ فرہاد کی ہوس

عشقِ کمر میں مرتے ہیں ہستی سے کوچ ہو
اے جان دل کو ہے عدم آباد کی ہوس

(ردیف ش)

(۱۴)

پایا[له] نہ دل کو سینے میں سو بار کی تلاش
باقی رہی ہے کوچۂ دلدار کی تلاش

اٹھا سیاہ ابر جو کعبے کی سمت سے
ہے میکشوں کو خانۂ خمار کی تلاش

پھر دل لگائیے کسی رشکِ مسیح سے
پھر ان دنوں ہے عشق کے آزار کی تلاش

اثبات اس دہن کا نہ ہستی میں ہو سکا
پہونچائے گی عدم کمرِ یار کی تلاش

شیریں لبوں کے عشق میں فرہاد کی طرح
رہتی ہے دل کو دامنِ کہسار کی تلاش

پہونچائے بامِ یار پہ جلوہ نصیب ہو
موسیٰ کی طرح طالبِ دیدار کی تلاش

منظور امتحان ہے شمشیرِ ناز کا
زندانِ عشق میں ہے گنہگار کی تلاش

له گلدستۂ شعرا لکھنؤ ۲۴ر اگست سنہ ۱۸۶۰ء

صیّاد نے کیے ہیں اسیرِ قفس طلب
اب کو نسے ہی مرغِ گرفتار کی تلاش

ای جان ڈھونڈھ کوچۂ گیسوے یار میں
مدِّ نظر اگر ہی دلِ زار کی تلاش

ردیف ص

(۱۵)

بڑھکے[۱] ہر وحشی سے ہی وحشت کا او لیلےٰ خواص
قیس سے پوچھا اس مرے عشقِ جنوں زا کا خواص

کیا بنے گا جب غرورِ حسن سے بگڑا خواص
اور ہی نام خدا ابتو کیا پیدا خواص

خوب ہی آگاہ شانہ تیری خوئے زلف سے
آئنے کو آشنا ہی روئے زیبا کا خواص

نیلا پیلا وہ ہوا غصّہ سے نام وصل پر
صورتِ حرباء مزاج یار کا بدلا خواص

نام تو سنتے ہیں عاشق پر نشاں ملتا نہیں
ہی کمر کا بھی دہن کی طرح تو عنقا خواص

[۱] ۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۰ء کے گلدستہ شعرا لکھنؤ سے ماخوذ ہی۔

وصل پر راضی ہوئے تھے پھر طبیعت پھر گئی
ہے تلون سے کبھی سیدھا کبھی اُلٹا خواص

ایک عالم کو بنایا بے خطا وحشی خصال
اُس پری کے یہ مزاجِ زلف نے پایا خواص

عشقِ صادق کو ضرر ہے عشقِ فاسق کو فروغ
انقلابِ دہر کا یہ آج کل دیکھا خواص

موج زن طبع رواں ہے جانِ صاحب رات دن
فکر کا ہر بحر میں ہے صورتِ دریا خواص

ردیف ض

(۱۶)

گزری شبِ فراق اب آرام سے غرض
عاشق کا دم لبوں پہ ہے نہ پوچھو تو یہ کہا
منہ پر دوپٹہ تان کے آتے ہی سو رہے
اپنی تو صبح ہو گئی وصلت میں مثلِ ہجر

رو رو کے صبح کی ہے سرِ شام سے غرض
کیا کام آفتاب لبِ بام سے غرض
روزِ شبِ وصال سرِ شام سے غرض
دل کو رہی حضور کے آرام سے غرض

[1] گلدستہ شعرا، ۱۱ اکتوبر ۱۸۶۶ء سے ماخوذ ہے۔

بیمار دل تھا نرگسِ بیمار یار کا
صحت ہوئی نظارۂ بادام سے غرض

صد شکر آج منزلِ ہستی کو طے کیا
کنجِ لحد میں سوئیں آرام سے غرض

مضمونِ سرنوشت نہ اک دن پڑھا گیا
پر خط بھی کم نہیں ہے خطِ جام سے غرض

نامہ پڑھا نہ سنتے ہی قاصد سے پیر انام
بولے بگڑ کے نامۂ و پیغام سے غرض

پختہ مزار جان بنانے سے فائدہ
دنیا سے بے نشان ہو کیا نام سے غرض

ردیف ط

(۱۷)

دل آئے پیچ میں جو ہو گیسو سے ارتباط[1]
دیوانہ ہوں بڑھا کے پری رو سے ارتباط

ہے اس کو چشمِ یار پری رو سے ارتباط
آہوئے دل کو کیوں نہ ہو آہو سے ارتباط

دل لیکے مکرے مجھ سے ہے انکارِ دوستی
ثابت کرونگا سیکڑوں پہلو سے ارتباط

کوئی حسیں ہو حُسن پرستی سے کام ہے
اسلام سے نہ بغض نہ ہندو سے ارتباط

پڑھوا کے کچھ کھلا یا سیانا ہے روسیاہ
پیدا کیا رقیب نے جادو سے ارتباط

اک دم تو چھوڑتا نہیں ان کو اکیلا ہے
کیونکر بڑھے رقیبِ سیہ رو سے ارتباط

[1] گلدستۂ شعرا لکھنؤ، ۵ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء سے لی گئی۔

جو شعر جان تم نے کہے وہ بھی سب بُرے
اچھا بندھا نہ ایک بھی پہلو سے ارتباط

ردیف ظ

(۱۸)

کرم کیا ہیں ہوا میرے مہرباں۔ محظوظ[1]
حضور آئیے نہ ہو کیوں یہ ناتواں محظوظ

لحد کو دیکھ کے یہ روح کیوں نہ ہو بشاش
نئے مکان سے ہیں صاحبِ مکاں محظوظ

پسند رنج و تعب ہے اُسے زمانہ کا
کسی کو دیکھ بھی سکتا ہے آسماں محظوظ

چمن چمن جو ہے فصلِ بہار کی آمد
ترانہ سنج ہیں بلبل تو باغباں محظوظ

بیان راہ میں اُس سے کیا جو قصۂ ہجر
رقیب اُن کے ہوا میری داستاں محظوظ

ہزار گالیاں دیں ایک بوسہ مانگنے پر
دلِ حزیں ہوا کیا خوب میری جاں محظوظ

مجھے ملال نہیں روز شوق سے جاؤ
تمہارا دل ہو یہ جانِ جہاں جہاں محظوظ

شبِ فراق میں کس روز یہ نہ سیر ہوا
ہمائے غم ہوا کھا کھا کے ہڈیاں محظوظ

تمہارا شیفتۂ جاں باز جانِ صاحب ہے
کمال ہو جیے گا وقتِ امتحاں محظوظ

[1] گلدستہ شعرا لکھنؤ ۲۱ اکتوبر ۱۸۶۰ء

ردیف ع

(۱۹)

ہے ہر اک ہمدم عیاں دردِ نہانی وقتِ نزع | جورِ معشوقِ اجل ہے یار جانی وقتِ نزع
روح پہ نامِ خدا بشاش تن میں کیوں نہ ہو | اس بتِ بے مہر نے کی مہربانی وقتِ نزع
کان ہیں مشتاق اپنے ذکرِ حسنِ یار کے | دوستو یہ ہو بیاں قصہ کہانی وقتِ نزع
سبزۂ جانکاہ سے ہے سبز رنگت ہو گئی | یاد اُن کی آئی جو پوشاک دھانی وقتِ نزع
پھر گیا آنکھوں کے نیچے سرمۂ دنبالہ دار | دو تڑپے نیچے کا مجھ کو پانی وقتِ نزع
جاں بلب نے کھا- دیا زلفوں کا بوسہ یار نے | چھاؤں کیا خوش آئی سنبل کی سہانی وقتِ نزع
ایسے عاشق تن ہوئے کب وامق و فرہاد و قیس | کر رہے ہیں دلسوز نوحہ خوانی وقتِ نزع
ہیں تصور میں عروسِ گور کی آرائشیں | دل کو ہے نوشہ صفت اسبابِ شادمانی وقتِ نزع

جانِ صبا آرزو ہے ہر گھڑی اللہ سے
ہو زباں پر پنجتن کی مدح خوانی وقتِ نزع

ردیف غ

(۲۰)

نہ چڑھا پھول نہ اک زرد چڑھائے چراغ | جو آئے قبر پہ جلتے ہوئے بجھائے چراغ

۱؎ گلدستہ شعرا لکھنؤ ۲۴ نومبر ۱۸۶۸ء سے ۳؎ ۱۰ نومبر ۱۸۶۸ء کے گلدستہ شعرا لکھنؤ سے ماخوذ ہیں۔

نہ کیوں ہو دل رُخِ روشن پہ اس کے پروانہ
پتنگ روزِ ازل سے ہے آشنائے چراغ

بیاں جو حال غمِ داغِ ہجر اُن سے کیا
چراغ پا ہوئے وہ سُن کے ماجرائے چراغ

وہ دل جلا ہوں کہ بعدِ فنا بھی جلتا ہوں
کمال نے ہیں مری خاک سے بنائے چراغ

ضیائے عارضِ پر نورِ یار وہ نہ بجھی
نگاہ میں نہ مہ و مہر کے سمائے چراغ

کیے ہیں داغِ جگر آہِ گرم نے روشن
ہزار ایک فتیلے میں ہیں جلائے چراغ

غضب تھی کوچۂ گیسو کے دل شبِ تیرہ
یہ تل سے مانگ کے پیدا ہوئی ضیائے چراغ

فتیلی چار عناصر کی چشم چوکا ہے
کسی کے ہجر میں آہیں ہیں شعلہائے چراغ

وہ تیرہ بخت ہوں اے جان ہو اگر روشن
ہوا کا جھونکا سرِ شام ہی بجھائے چراغ

ردیف ف

(۲۱)

غور سے دیکھا جو اُس شیریں شمائل کی طرف[1]
میٹھا میٹھا ہو جگر بہنے لگا کچھ دل کی طرف

کوئی دم کا اور مہماں ہے اجل بالیں پہ ہے
پاس سے دیکھوں نہ کیونکر پھرے قاتل کی طرف

خضر کس بحرِ لطافت نے ہیں دھوئے اپنے ہاتھ
مچھلیاں دوڑی چلی آتی ہیں ساحل کی طرف

[1] گلدستہ شعرائے لکھنؤ ۱۱ر جنوری ۱۸۷۶ء

باغ میں صیاد اور گلچیں سے کچھ جھگڑا ہوا / قمریاں ہیں سرو کی گل ہیں عنادل کی طرف

چلتے چلتے اور بھی کچھی کیا قاتل نے وار / دیکھا دزدیدہ نگہ سے اپنے بسمل کی طرف

میں نے مانگا ایک بوسہ حسن کی خیرات دو / قہر کی آنکھوں سے دیکھا اپنے سائل کی طرف

ساربان سے حکم لیلی نے کیا رہ ہوشیار / قیس دیوانہ نہ آنے پائے محمل کی طرف

وہ گراں ہیں ہوش آہنگر اٹھے غش آگیا / دیکھتے ہی آ پڑی طوق و سلاسل کی طرف

جان صاحب ہے یہ قمر یا ہے کعبہ میں ہلال / دیکھ کے کہتا ہوں روئے یار کے تل کی طرف

ردیف ق

(۲۲)

عاشق[1] سے دم وصل یہ شرماتے ہیں معشوق / مانند لجالو کے سمٹ جاتے ہیں معشوق

ہم ہجر میں گھٹتے ہیں تو گھٹتے ہیں شب وصل / ہاں حلقہ آغوش میں گھبراتے ہیں معشوق

خوں ہوتا ہے دو چار کا جب ملتے ہیں مہندی / شوخیوں سے رنگ نئے لاتے ہیں معشوق

ٹھکرا دو مری نعش کو بھی میرے مسیحا / سنتا ہوں کہ قم کہہ کے جلا جاتے ہیں معشوق

پروانہ سمجھتے ہیں جسے بزم میں اپنا / یہ شمع صفت شام سے لٹواتے ہیں معشوق

[1] گلدستہ شعرا لکھنؤ ۲۰ جنوری ۱۸۶۰ء

گھڑا پہا بھی ان دو دوں ہے اندر کا اکھاڑا
بُت جو ہیں سے شب وصل تو مسمار ہیں کرتے
نقد دل عاشق کے لیئے راگ ہیں لاتے

دن رات پہ یاد نظر آتے ہیں معشوق
پر کعبۂ دل پر یہ غضب ڈھاتے ہیں معشوق
اپنے ہی یہ مطلب کی صدا گاتے ہیں معشوق

اے جان صدا ماہی نے آپ کی صورت
کیا کیا دل عشاق کو تڑپاتے ہیں معشوق

ردیف ن

(۲۳)

۱؎ کبھی رات تو، تو مہرباں زہرہ جبیں تو کہا او ہوں
ابھی دو گھڑی کو آئیے مجھ تک حسیں تو کہا او ہوں
غم ہجر ہو مری شکل سے کبھی رو نہ بھی تو رقیب کو
مجھے وصل کی ہو نصیب شب مرے مہ جبیں تو کہا او ہوں
پس مرگ میرے مزار پر وہ نہیں کیا غرض جو وہ آئینگے
مجھے اپنی شکل دکھاؤگے دم واپسیں تو کہا او ہوں
ابھی سر جھکاؤں میں قدموں پر کھنچے تیغ ناز حضور کی
ابھی ترک ہو مرے قتل پر چڑھے آستیں تو کہا او ہوں

۱؎ گلدستۂ شعرا لکھنؤ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۶۰ء

مرا چاند تو۔ میں چکور ہوں۔ تو ہے رشکِ گل میں ہزار ہوں
تری شمعِ رُخ کا پتنگ ہوں میری نازنیں تو کہا اوہوں

غمِ ہجر سے میں مروں گا کیا؟ یونہیں آہ شوقِ وصال میں
اجی جانِ جاں نہ بچے گی یہ جانِ حزیں تو کہا۔ اوہوں

تو ہے کلمہ پڑھ رہا غیر کا۔ دیا دل تجھے بخدا عبث
بت بے وفا ترا شیفتہ کیا میں نہیں تو کہا۔ اوہوں

ہوا تُرش وہ شیریں دہن ترا قیس ہوں جب یہ کہا
ترے صدقے ہوں مری لیلیٰ پردہ نشیں تو کہا۔ اوہوں

بھلا کیا کہیں اے جان وہ ایسا ہے ظالم کینہ جو
کبھی صاف بھی ہو گی تری چینِ جبیں تو کہا۔ اوہوں

(۲۴)

چڑھی[۵۱] اُترے گی تیوری بھی ماہ جبیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں
ذرا ہنس کے بھی بولو گے ہم سے حسیں تو کہا کہ اوہوں تو کہا کہ اوہوں
کروں ہجر کا درد و الم میں بیاں مرا حال سنو۔ مرا حال سنو
ملو راہ گلی میں اکیلے کہیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

[۵۱] گلدستۂ شعرائے لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۰۱ء

مجھے جھوٹا سمجھتے ہو ماہ لقا۔ لگے دیکھنے منہ۔ لگے دیکھنے منہ
مرے کہنے کا کچھ بھی ہے غم کو یقیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

نہیں بات جو کرتے ہو وجہ یہ کیا ہوئے کیوں ہو خفا بتئے کیوں ہو خفا
کوئی میرا قصور خطا تو نہیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

تری چال کا کشتہ ہوں سروِ رواں۔ ہوا تجھ پہ فدا۔ ہوا تجھ پہ فدا
ملے کوچے میں بہر مزار زمیں تو کہا کہ اوہوں تو کہا کہ اوہوں

اجی شیفتہ اپنا نہ سمجھے مجھے کہوں اور تو کیا۔ کہوں اور تو کیا
کبھی رخ بھی دکھاؤگے۔ پردہ نشیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

مجھے بزم میں اپنے ذلیل کیا۔ کروں کیوں نہ گلا کروں کیوں نہ گلا
لگا بیٹھنے جس گھڑی اُن کے قریں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

کبھی رنگ نہ جمنے دینگے مرا۔ ہیں شوخ بڑے۔ ہیں شوخ بڑے
مجھے حکم ہو مہندی لگاؤں ہیں ہی۔ تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

کوئی اور وہ ہوگا اشارہ کیا۔ کہا جانؔ نے جب۔ کہا جانؔ نے جب
مرے خانۂ دل کے ہیں آپ مکیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

لـه (نمبر ۲۲۳، ۲۲۴) میکل جوزیف صاحب تعلقہ دار کہنہ ضلع لودھیانہ نے ایک مصرع واسطے تکمیل غزل کے مہتمم گلدستہ شعرا لکھنؤ کے پاس بھیجا تھا جان صاحب نے اس مصرعہ پر فی البدیہہ یہ دو غزلہ لکھا تھا۔ جو گلدستہ شعرا لکھنؤ مطبوعہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔

ردیف ی

(۲۵)

عیدی

جو نواب سید محمد امین الحسینی الموسوی المعروف بہ شاہ میرزا خان بہادر المتخلص بہ آزاد رئیس لکھنؤ کی خدمت میں عید الفطر ۱۳۱۲ھ کے موقع پر پیش کیگئی

(ماخوذ از گلدستہ شعرا لکھنؤ مطبوعہ ۳ جون سنہ ۱۸۹۵ء)

مری ذات سے طرز یہ ہے نئی
قصیدے کی صورت قصیدہ کہی

یہ سرکار جم جم سلامت رہے
کہ ہے قدر داں مجھ سے محتاج کی

اسی گھر سے روشن ہے اختر نگر
عمارت کی قایم ہے روشنی

نہ رتبے ہو کیوں آج کل زور پر
فصیبے کی ہے ان دنوں یاوری

یہاں ذرہ پرور ہیں یہ آفتاب
نہ بولوں گی میں جھوٹ قرآن کبھی

گھر اپنا قدموں تک ان کے ہوا
ہوئے مجھ سی زہرا کے ہیں مشتری

حقیقت میں حاتم سے کیا دوں مثال
وہ ان کی سخاوت کے آگے دنی

امیروں میں سید ہیں عالی نسب
ازل سے ہی حصے میں ہے ناوری

نہ رستم تھا ایسا نہ افراسیاب
خدا کے کرم سے یہ وہ ہیں جری

کٹے جس سے پر اوہی جبریل کے
وہی تیغ قبضے میں ان کے چڑھی

سواری میں ان کے بھی جلدی کے رہی
براق اور دُلدل سی گھوڑی اچھی

یہی ہیں شہنشاہ کونین کے
انھیں کے لیے دین و دنیا بنی

محمد امین نام نامِ خدا — یہ وہ دُر خدا ان کا ہے جوہری
ہوا پنجتن کی ہیں اولاد ہیں — ہے نانا نبی ان کا دادا علی
یہ مشہور ہیں مردِ میدان کے — بیاں کیا کروں ان کی مردانگی
ہر اک ان میں شیرِ خدا کا ہے شیر — قسم پاک دامن کی سب حیدری
جو تعریف یہ سُن کے مانے بُرا — جہنم میں جائے جلے خارجی
خدا کا ہوا قہر ان کا غضب — سدا اُن سے ڈرتا رہے آدمی
زباں میری قاصر ہے ہر وصف میں — وہ شاعر ہے "آزاد" ہنوز کی
تخلص نے پیدا کیا یہ اثر — غزل ان کی ہر عیب سے ہے بری
مروت سخاوت کے سرتاج ہیں — یہ سردارِ نیشاپوری ہیں سخی
خوشی سے مبارک ہو ہر سال عید — دوگانہ خدا سے دعا ہے اجی
ہوئی فرض سے میں خدا کے ادا — بلا اب کرے میری فاقہ کشی
کروں کنگھی چوٹی میں اب رات بھر — وہاں صبح پہونچوں نکھر کر ذری

بلا لوں سنو اُس کو انعام دو
یہ ہو جان صاحب نے عیدی کہی

تمام شد

۷۸۶

فرہنگِ یُوان جانِ صاحب

بہ ترتیبِ حروفِ تہجی

(الف)

آبرو پانی پانی ہوجانا :- آبرو ڈوب جانا۔

آئینہ ہو جانا :- روشن ہو جانا۔

آتو :- ترکی ہو صحیح لفظ آتون ہو اب عورتیں بغیر نون غنہ اور بواؤ مجہول بولتی ہیں بمعنی اوستانی۔

ابلا پری :- نازک اندام اور خوبصورت عورت۔

اُتو ہو جائے :- لفظی معنی کپڑے پر نقش ہونا مارتے مارتے اتو کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنا مارا جائے کہ بدن کی کھال اُدھڑ جائے۔

ایتھرا :- اوچھا۔ خودنما۔

اثالا :- سامان خانہ داری۔

آٹے دال کا بھاؤ کھلنا :- بعد کو کسی چیز کی قدر معلوم کرنا۔

اجرک :- ایک درخت جس میں پھل نہیں آتا۔

اجّی :- حرف ندا ای جناب کا

مخفف ہی بمعنی ای حضرت۔

آڑا:۔ پہلے ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا تھا۔

استخارا آنا:۔ فال کا حسب مراد نکلنا "استخارا" کے لغوی معنی طلب خیر کے ہیں۔

آش:۔ وہ غذا جسے آسانی سے پی سکیں۔

اکل کھرا:۔ بدمزاج۔

اوکھلی میں سر دیا تو دھمکیوں سے کیا ڈر:۔ جب جان بوجھکر خوف و خطر کی جگہ قدم رکھدیا تو اُس کے نتیجہ کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے۔

اُلٹی پٹی پڑھانا:۔ اُلٹی تدبیر بتانا۔

اُلٹی سیفی:۔ لغوی معنی۔ اُلٹی تلوار۔ اصطلاح میں دعائے بد۔ اصل میں سیفی کہم جلالی سے مراد ہی۔ جو تلوار کی پشت پر دشمن کے لیئے پڑھ پڑھ کر پھونکی جاتی ہی اگر اُس کا اُلٹا اثر پڑھنے والے پر ہو جائے تو اُسے اُلٹی سیفی کہا جاتا ہی۔

اُلّو:۔ بے وقوف۔

الھڑپنے کے دن:۔ نوعمری کا زمانہ۔

امریوں کے نیچے:۔ آم کے چھوٹے درختوں کے نیچے۔

اندھا کر دیا:۔ میلا کر دیا۔

اندھا آئینہ اُس غیر شفاف آئینے کو کہتے ہیں جس میں کچھ دکھائی نہ دے۔

اندھی نگری چوپٹ راجا:۔ اندھیر کھاتا۔ مشہور ہی کہ قصبہ جھونسی نواح الہ آباد میں جسے ہربونگ نواسی بھی کہتے ہیں ایک راجہ ہربونگ نامی تھا اُس کی بد انتظامی اور بیوقوفی سے اس درجہ بدامنی ہوئی کہ نہ صرف اس کے وقت کی یادگار میں یہ مثل مشہور ہوئی۔ بلکہ اُس کا نام ہربونگ

بدنظمی اور بدعملی کا مرادف ہوگیا۔

انکھ لگا مردوا :- وہ مرد جس سے آشنائی کے بعد نکاح ہوا ہو۔

انکھ مندی :- کنواری۔

انگیا کی چڑیاں :- وہ سیون جس سے دونوں کٹوریاں ملی رہتی ہیں انگیا کا گھاٹ۔ انگیا کا گریبان۔ انگیا کی دیواروں سے کٹوریوں کے نیچے کے حصے مراد ہوتے ہیں یہ عورتوں کی اصطلاحیں ہیں۔

انگول :- عورتیں اُس غسل کو کہتی ہیں جس میں سر کو چھوڑ کر باقی جسم پر پانی بہایا جاتا ہے۔

اوہی :- حرف ندا :- وہ کلمہ جو عورتیں بطور تکیہ کلام دہشت تکلیف تعجب یا ناز نخرے کے وقت پہ کہتی ہیں۔

آہ اوہی کا سالن :- عورتوں کے محاورے میں اس سالن کو کہتے ہیں جس میں مرچیں زیادہ ہوں۔

(ب)

باجی :- خاص عورتوں کی بولی میں بڑی بہن کو کہتے ہیں۔ بہن کے علاوہ بچے جو کسی کی ابتدائی عمر میں پیدا ہوں اپنی ماں کو باجی کہتے ہیں۔

بادلہ :- زری کا کپڑا جو ریشم اور چاندی کے تاروں سے بنا جاتا ہے (سونے اور چاندی کے اُن تاروں کو بھی کہتے ہیں جن سے کلابتون بٹتے ہیں)

باسی کڑھی میں ابال آنا :- کسی پرانے معاملہ کو پھر اٹھانا۔

بالاپوش :- لحاف۔

بال باندھا چور :- پورا چور۔

بال بانکا :- بال بیکا ہونا بھی بولتے ہیں لیکن صحیح بال بانکا ہونا ہے جس کے معنی ہیں نقصان ہونا

بال ٹیڑھا نہ ہوا:۔ ذرا سا بھی نقصان نہ ہوا۔

بال خورا:۔ ایک مرض کا نام ہے جس میں بال گرجاتے ہیں۔

بالکا:۔ ہندی لفظ بالک کی تصغیر ہے۔ بالک لڑکے کو کہتے ہیں یہاں چیلے سے مراد ہے۔

باندھنو باندھنا:۔ طوفان رکھنا۔

بانس کھانا:۔ بانسوں سے پٹنا۔

باؤ کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے:۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے: ملغ غرور سے بھرا رہتا ہے باؤ ہندی میں ہوا کو کہتے ہیں۔

بتیسی کی ہنڈیاں:۔ بتیسا اُس حلوے کو کہتے ہیں جو عورتیں طاقت کے واسطے بعد وضع حمل استعمال کرتی ہیں اور بتیس دواؤں سے بنتا ہے۔

بُرا لیکھا کیا:۔ خراب حال کیا۔

بَری:۔ ساچق:۔ شادی کی وہ رسم جس میں نکاح سے قبل میوہ نوبات وغیرہ دولھا کی طرف سے دولھن کے یہاں بھیجا جائے۔

بُڑھ کھبس:۔ بڑھاپے میں جوانی کی باتیں جوانی کی ہوس عالم پیری میں۔ بڑھاپے میں عقل نہ رہنا۔

بڑی روٹی:۔ عورتوں کی زبان میں قرآن شریف۔ بڑی چیز بھی کہتے ہیں۔

بس کی گانٹھ:۔ فسادی۔ شریر (عورتیں اس موقعہ پر بس بھری بھی کہتی ہیں)

بلائیں لینا:۔ صدقے قربان ہونا۔

بلبل چشم:۔ کھیس کی بناوٹ کے ایک کپڑے کا نام ہے جس میں بلبل کی سی آنکھیں بنی ہوتی تھیں (دیکھو غزل ۱۷ صفحہ ۳۰)

بند بند کا نپنا:- ہر ایک عضو کا نپنا

بوا:- کلمہ خطاب جس سے عورتیں ایک دوسرے کو مخاطب کرتی ہیں بمعنی بہنا۔ بہن۔

بوٹا سا قد:- چھوٹا سا قد جو موزوں ہو۔

بودلی:- کمزور۔

بھاس:- ایک راگنی کا نام ہے

بھپکا:- شراب یا عرق کھینچنے کا ظرف قرنبیق۔

بہیا:- سیلاب۔

بھس میں چنگی ڈال جمالو الگ کھڑی:- جو عورت دو کو لڑوا کر آپ الگ ہو جائے اُس کے حق میں یہ مثل کہی جاتی ہے۔

بے زر مول لینا:- عورتوں کے محاورے میں کمال اطاعت کرنے کو کہتے ہیں مصرع:- اس کی ہیں لونڈی ہوں لیلے مول وہ بے زر مجھے)

بے ڈول:- بے طرح۔ بری طرح (بے ڈول پڑ گیا مجھے چسکا شراب کا)

بی بی کا دانہ:- صحنک جس پر بی بی فاطمہ کی فاتحہ دلا کر پاکدامن عورتیں کھاتی ہیں۔

بی بی کی جھاڑو پھرے:- عورتوں کے محاورے میں کوسنا ہے جس کے معنی ہیں تباہ ہو۔ برباد ہو۔

بی بی کی گڑیا:- گلہری۔

بیجا:- ایک ڈراونی شکل کا کاغذی چہرہ جسے منہ پر رکھ کر بچے کو ڈراتے ہیں

بیٹھک بینا:- پریوں وغیرہ کی حاضرات دینا۔

بید کی طرح کانپنا:- خوف کے مارے تھرتھرانا (بید ایک درخت ہے جس کی شاخ لچکدار ہوتی ہے)

بے پیرا:- بے درد۔ سنگدل۔

جیسوں سمجھے:- پورے یقین کیساتھ۔

بیگا:- بیگ کی تانیث۔ بیگم کے

علاوہ بنگالی عورتوں کی زبان میں عورت کو بولا جاتا ہے۔

(پ)

پانی پانی کرنا:۔ شرمندہ کرنا۔
پانی مرنا:۔ کچھ کھوٹ ہونا دنہ کیوں آنکھیں چرائے بچھے مرتا جھے ہیں پانی ہے۔
پانچ:۔ نہایت ہوشیار اور تجربکار۔
پائینچا بھاری کرنا:۔ عورتوں کی اصطلاح میں ایک جا جم کر بیٹھ جانے گویا گوشہ نشینی اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔
پاتال کا جننا:۔ ایسا بچہ جننا جس کی پیدایش کے وقت سب سے پہلے پاؤں باہر نکلیں۔
پتنگ:۔ (۱) کنکوا (۲) پروانہ۔ (۳) ایک لکڑی کا نام ہے جس کے جوشاندہ سے سرخ رنگ نکلتا ہے۔
پتہ بتلانا:۔ بہانا بنانا ٹالنا۔
پتھر چلنا:۔ ایک دوسرے کی طرف اینٹ پتھر یا ڈھیلے پھینکنا۔
پٹ:۔ قد۔
پٹ بھیڑنا:۔ کواڑ بند کرنا پٹ، پاٹ کا مخفف ہے
پٹیا:۔ تکل یا کنکوے کی ڈور کا جھول جو کم ہوا یا وزنی ہونے کے باعث نمایاں ہوتا ہے۔
پچھلپائی:۔ چڑیل۔
پدمنی:۔ یہ سنسکرت کا لفظ ہے پدم سے نکلا ہے پدم کنول کو کہتے ہیں یعنی کنول کے پھول کے مانند نازک اندام ہندوستان کے قدیم عقلانے نے عورت کے چار درجے مقرر کیے ہیں (۱) پدمنی (۲) چیترنی۔ (۳) سنکھنی (۴) ہستنی۔ پدمنی کا ان سب میں باعتبار خوبصورتی اعلےٰ درجہ شمار کیا گیا ہے۔ اور قد کا

کا خیال تھا کہ یہ عورت اکثر جاڑوں
میں جنم لیتی ہے۔ اسی خیال کی طرف جانصاحب
نے اشارہ کیا ہے۔

پروان چڑھنا۔ مراد باکمال کو
پہونچنا۔

پڑاقہ:۔ لکھنؤ میں پٹاخے کو پڑاقہ
بولتے ہیں۔

پشت خار:۔ لوہے یا ہاتھی دانت
کا پنجہ جس سے پیٹھ کھجاتے
ہیں۔

پلّے سے بندھنا:۔ عقد میں آنا
سر پڑنا "پلے بندھنا" بھی
محاورہ ہے۔

پن گڈی:۔ پتنگ کی ایک قسم

پنجیری:۔ یہ ایک مٹھائی ہوتی ہے
جو پانچ اجزا سے مرکب ہونے کے
سبب پنجیری کہلاتی ہے۔ سوجی شکر
چھوارے۔ گوند مکھانے ڈال کر
بنائی جاتی ہے اکثر زماسے کی تقریب
میں اور بالخصوص شب زفاف کی
صبح کو دلھن کے میکے سے آتی ہے۔

پوستی:۔ کاغذ کا مخروطی کھلونا جس کا
پیندا بھاری ہوتا ہے جب لڑکے
اُسے زمین پر لٹاتے ہیں تو وہ کھڑا
ہو جاتا ہے کیونکہ پیندا بھاری ہونے
کے باعث سر اونچا اور پیندا نیچے
رہ جاتا ہے۔ پوستی۔ پوست کے نشہ
کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔

پھولا لگنا:۔ پھولا کی بیماری ہو
جانا اکثر یہ بیماری پرندوں بلبل
لال وغیرہ کو ہو جاتی ہے پہلے سارا
بدن پھول جاتا ہے پھر سوکھ کر کانٹا
ہو جاتا ہے۔

پھولام:۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا
جس میں قسم قسم کے پھول بنے
ہوتے ہیں۔

پھول کترنا:۔ کوئی نئی بات
پیدا کرنا۔

پھول کی چھڑی سے مارنا۔ معشوقوں کا پھول کی چھڑی سے اپنے عاشق کو مارنا محبت کے پیرایہ میں خفیف سی سزا دینا اس جگہ مراد ہے

پیٹ رہنا۔

پیٹ سے پاؤں نکالنا:۔ اپنی چھپی ہوئی خباثت طبع کو ظاہر کرنا۔

پیٹ کا ہلکا۔ وہ شخص جسے بات نہ پچے جو راز نہ چھپا سکے۔

پیر بھاری ہونا۔ حمل سے ہونا

پیسا نہیں پیارا کیا:۔ اپنے معشوق کے مقابلہ میں کبھی پیسے کو عزیز نہیں جانا۔

(ت)

تافتان۔ ایک قسم کی موٹے کنارے [illegible] کی صحیح لفظ تفتان ہے۔

تخت کی رات۔ شب زفاف سہاگ کی رات۔

ترچھا:۔ ایک قسم کا ریشمین کپڑا ہوتا تھا جس کا صرف استر لگایا جاتا تھا اسی کو جان صاحب نے باندھا ہے۔

تف:۔ (ع) لفظی معنی رال یا تھوک کے ہیں اردو میں کلمہ نفرین ہے۔

تکل:۔ ایک قسم کا ڈوکانوں والا پتنگ جس کا سر تنگ سے اور پیٹا تیتری سے مشابہ ہوتا ہے۔

تگنی کا ناچ:۔ وہ ناچ جو تین شخص مل کر ناچیں ناچ نچانا اردو میں حیران کرنے اور دق کرنے کے معنی میں مستعمل ہے دو جورویں جب مل کر تیسرے شخص یعنی شوہر کو دق کریں تو اسے تگنی کا ناچ نچوانا کہتے ہیں۔

تل بھر:۔ ذرا سا۔

تلوار کا پھل:۔ تلوار کی نوک۔

تنبول:۔ پان کا مرکب عرق جو

شب زفاف کی صبح کو میکے سے
دولھن کے پینے کو بھیجا جاتا ہے۔
توتا چشم:۔ بے مروت۔
توتے کی طرح آنکھ بدلنا یا پھیرنا
دفعتاً بے مروتی کر بیٹھنا۔
توڑنا مروڑنا:۔ ملنا دلنا۔ مساس کرنا
تھالی کا بینگن:۔ غیر قابل اعتبار
شخص۔
تھانہ ہونا:۔ پھرا بیٹھنا "ٹیسوں کا
بال بال پہ اب تھانہ ہو گیا" یعنی
بال بال میں درد بیٹھ گیا۔
تھیڑی بجنا:۔ بدنامی ہونا۔
تھڑکارا:۔ مردود۔ تھوتھو کرنے
کے قابل۔
تین پانچ آٹھ بتانا:۔ فریب دینا
دھوکا دینا۔

(ٹ)

ٹبر چلنا:۔ ٹبر ہندی میں خاندان
یا کنبے کو کہتے ہیں عورتوں کی
زبان میں ٹبر چلنا سارے کنبے کے
خرچ چلنے کو کہتے ہیں۔
ٹکسال:۔ ٹنک (سکہ) اور سال (گھر)
سے مرکب ہے وہ جگہ جہاں چاندی
سونے کا سکہ وغیرہ بنے۔
ٹکسال باہر ہو:۔ وہ روپیہ پیسا
جو دارالضرب کا بنا ہوا نہ ہو مجازاً
غیر مستند۔ متروک۔ **ٹکسال چڑھنا**
کھرا کھوٹا پرکھا جانا نہایت گستاخ اور
بے حیا کو بھی کہتے ہیں۔
ٹکسال کا کھوٹا:۔ بدذات
ٹکسالی:۔ کھرا اصل درست آزمودہ
ٹکے گز کی چال چلنا:۔ کفایت شعاری
سے بسر کرنا۔
ٹھنڈیاں:۔ چیچک۔ سیتلا۔ واحد
میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے
یعنی ٹھنڈی نکلنا بھی کہتے ہیں۔
ٹھنڈے پیٹوں سہنا:۔ آرام سے

رہنما۔
ٹھٹھی لگ جانا:۔ ہجوم ہو جانا۔
ٹیاسی جان:۔ دم نقد۔

(ج)

جان کے لالے پڑنا:۔ جان خطرے میں پڑنا۔
جانی:۔ لڑکی۔ جایا بمعنی لڑکا یا فرزند مستعمل ہے۔
جھنی پڑ جانا:۔ شکن پڑ جانا۔
جگت:۔ ہندی لفظ ہے اور نہایت کثیر المعنی اس کے معنی چترائی دانائی۔ تدبیر۔ طرز۔ جوڑ توڑ وغیرہ کے بھی ہیں۔ یہاں "ضلع جگت" بذلہ سنجی یا ظرافت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
جل ککڑی:۔ پانی کا پرند عورتوں کے محاورے میں بدمزاج عورت کو کہتے ہیں۔

جمشید کا پیالہ:۔ وہ پیالہ جو حکمائے فارس نے بنایا تھا جس کے ذریعہ ساتوں آسمان کا حال معلوم ہو جاتا تھا بعض کا قول ہے کہ خسرو نے بنایا تھا اس کو جام جہاں نما بھی کہتے ہیں مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جام جم یا جام جمشید۔ وہ جام تھا جس کو جمشید نے اُس وقت بنایا تھا جب اُس نے شراب ایجاد کی تھی اور یہ پیالہ طرح طرح کی صنعتوں سے تیار کیا گیا تھا مشہور ہے کہ اس میں ایسے ہندسے کندہ تھے جس سے حساب لگا کر ستاروں کی گردشیں اور اُن کا اثر معلوم ہو جاتا تھا۔
جندر:۔ جان۔
جندری:۔ جان کی تصغیر۔
جنگلا:۔ ایک راگ کا نام ہے۔
جنیاں:۔ جان کی تصغیر جان من

جوت:۔ روشنی۔
چھپا:۔ بوڑھی کا کلمۂ تحقیر لکھنؤ کا محاورہ ہی۔
چھپ چھالیہ:۔ فریبی۔
چھل:۔ غصہ۔ خفگی۔
چھنڈے پر چڑھانا:۔ شہرت دینا۔
چھوٹوں کے کان کاٹنا:۔ بے بنیاد باتیں کرنا۔
چھولا مارنا:۔ فالج ہو جانا۔ ادھرنگ ہو جانا۔ بیکار ہو جانا۔
جیا:۔ جی کی تصغیر ہی۔ جانی اور پیارے کے معنی میں مستعمل ہی۔
جیوڑا:۔ جی کی تصغیر ہی۔

(چ)

چبوترہ:۔ علاوہ معنی معروف کوتوالی سے مراد ہی۔
چپّی بھر پانی میں ڈوب جانا:۔ بدرجۂ کمال شرمندہ ہونا۔

چپ لگن:۔ چتون۔
چچّے ہو:۔ بمعنی چل دور ہو۔ یہ کلمہ کبھی اختلاط و ناز کبھی عتاب کبھی انکار بمنزل اقرار کے موقعہ پر بولا جاتا ہی۔
چڑ باگاٹ بیدہ:۔ نڈر عورت نہایت دلیر
چرخا:۔ "کیا ہی چرخا نے کیا مال دغا سے پیدا" یہاں چرخہ کے معنی ضعیفہ عورت کے ہیں چرخا ہو جانا بمعنی بڈھے ہو جانے کے مستعمل ہی۔
چپڑے والا:۔ پگڑی والا بیگمات کی اصطلاح میں حکیم طبیب کو کہتے ہیں۔
چلا باندھنا:۔ مراد ماننا۔ کسی بزرگ کے مزار کے درخت یا علم یا تعزیئے پر اس نیت سے تاگہ باندھتے ہیں کہ جب مراد پوری ہوگی تو کھولیں گے۔
چرخی:۔ چرخے کا لکڑا جو چرخی میں لگایا جاتا ہی یہاں بڈھی عورت سے مراد ہی۔

چندرا کے بولنا۔ جان بوجھ کر کوئی بات پوچھنا۔

چوسر کا پانسہ:۔ وہ شش پہلو ہڈی کا ٹکڑا جس پر عدد کی بجائے گول دائرے بنے ہوتے ہیں اور چوسر کی بازی میں باری باری سے ہر ایک کھلاڑی اسے پھینکتا ہے یہاں دو جوروؤں کے خصم سے پانسے کو تشبیہ دی ہے کہ کبھی وہ ایک جورو کے داؤں پر چڑھ جاتا ہے اور کبھی دوسری جورو کے۔

چونہ لگانا:۔ دھوکا دینا۔

چونڈا:۔ سر چوٹی۔ جوڑا۔ وہ بالوں کا گچھا جو عورتیں سر پر ایک جگہ کر کے باندھ لیتی ہیں۔

چونے والیاں:۔ وہ ڈومنیاں جو بچہ پیدا ہوتے ہی ناچنے گانے آتی ہیں بدھائی لیکر چلی جاتی ہیں

چھاتی سہرا ہمنا:۔ تاب و ربرو ہمت کی تعریف کرنا۔

چھب تختی:۔ سینہ اور جسم کی خوبصورتی

چھتیسی:۔ چھتیس ہنر جاننے والی عورت چھٹی ہوئی نہایت تجربہ کار۔

چھٹی لڑنا:۔ باہم مذاق یا لطیفہ گوئی کرنا۔

چھریاں بھونکنا:۔ ناگوار اور بری باتیں کہنا۔

چھلا اٹھانا:۔ عورتیں چلا پاک کر کے مراد مان کر اٹھا رکھتی ہیں جب مراد پوری ہوتی ہے تو وہ چھلا خیرات کر دیا جاتا ہے۔

چھل جانا:۔ فریب دے جانا۔

چھوچھو:۔ بچوں کے پوتڑے دھونے والی عورت۔ دایہ۔

چھوٹم چھاٹا:۔ جھگڑے کی لڑائی۔ گالم گلوچ۔

چھٹا دینا:۔ فریب دینا لالچ دینا۔

چیونٹی کی طرح پر نکالنا:۔ شامت کے

دن یا موت کا وقت قریب آنا۔

(ح)

حاضری:۔ حضرت عباس کی فاتحہ کا کھانا۔ دہلی کے محاورے میں اُس کھانے کو کہتے ہیں جو میت والوں کے رشتہ داروں کی طرف سے دیا جائے

حلوا کھاؤ:۔ جان کی قسم دلانے کے موقعہ پر بولتے ہیں جیسے ہمارا حلوا کھاؤ جو وہاں جاؤ۔

حمایتی کی گھوڑی عراقی کو لات مارے:۔ یہ بھی کہاوت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس کا کوئی بڑا آدمی مددگار ہوتا ہے وہ ادنی ہو کر بھی بڑوں کا سامنا کر بیٹھتا ہے۔

(خ)

خاک کا پتلا:۔ انسان۔

خانم:۔ اعلیٰ خاندان کی عورت۔

خانہ خراب:۔ آوارہ گرد۔ تباہ

خبر لینا:۔ حال پوچھنا۔ نگرانی کرنا

خراب ہو چکی:۔ برباد ہو چکی۔

خوراکی:۔ روزینہ راتب۔

خوگیر:۔ اصل میں خرگیر تھا۔ لغوی معنی گھوڑے کی وہ گدی جو کاٹھی کے نیچے پسینہ جذب کرنے اور اُس کی پیٹھ نہ چھلنے کی غرض سے رکھتے ہیں۔ مجازی معنی نکما۔ نالائق

خیبلا:۔ عورتوں کی زبان میں پھوہڑ اور بے وقوف عورت کو کہتے ہیں غالباً فارسی لفظ خوہلہ سے بگڑ کر بنا ہے خوہلہ کے معنی کج و ناراست کے ہیں صاحب فرہنگ آصفیہ نے خیالہ (ماخوذ از خیال) اس کی اصل بتائی ہے۔ جو ان کی گھڑنت ہے۔

(د)

دال گلنا:۔ دسترس ہونا کامیاب ہونا۔

دانتا کل کل:۔ آئے دن کا جھگڑا گھر میں ہر وقت کی لڑائی۔

دائرہ:۔ حلقہ۔ مجلس۔ خانقاہ۔

دائی:۔ دایہ۔ قابلہ۔

ددا:۔ اسم مونث ترکی لفظ دودہ یادوکت بنا ہے بچوں کی کھلائی۔

درانا چلا آتا ہے:۔ بے دھڑک چلا آتا ہے۔

درد لگنا:۔ بچہ پیدا ہونے کا درد شروع ہونا۔

دردوں کے مارے مرتی ہوں:۔ مجھے بچہ جننے کے درد کی تکلیف ہے۔

درگور:۔ کلمہ بد دعا۔ مر جائے۔ اُجڑ جائے۔

درماہہ:۔ وہ تنخواہ جو ماہ وار ملتی ہے۔

دل بھاری کرنا:۔ کسی بات کا رنج کرنا۔

دل پکانا:۔ دل کو صدمہ پہونچانا

دل ٹھہر ہوا:۔ ہمت بندھی۔

دل مسوس کے رہ جانا:۔ صدمے کے مارے بول نہ سکنا دل پکڑ کر رہ جانا۔

دن پھر جانا:۔ غریب سے امیر ہو جانا۔

دوالی بھرنا:۔ دیوالی ہندوؤں کا ایک تہوار ہے جس میں لچھمی کی پوجا ہوتی ہے اور روشنی کی جاتی ہے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمان عورتوں اور لڑکیوں میں بھی یہ تہوار صرف اس قدر منایا جاتا ہے کہ لڑکیاں اپنے اپنے گھروندوں کو سجاتی اور ان پر چراغ جلاتی ہیں اور مٹی کی

چھوٹی چھوٹی ٹکٹھیوں کو کھیلیں اور شکر کے بنے ہوئے کھلونوں سے پُر کرتی ہیں اس کو جان صاحب نے دوالی بھرنا لکھا ہے۔

دوجیا:۔ حاملہ۔

دوگانا:۔ جڑواں یا دوہری چیز یعنی یک جان دو قالب عورتوں کی زبان میں جھیلی کو کہتے ہیں۔

دولہ بھیا:۔ یا دولہ بھائی۔ بہن کا دولہ یا بہنوئی۔

دوہاجو:۔ وہ مرد جس نے پہلی بیوی کے مرجانے کے بعد دوسری شادی کی ہو۔ جس بیوہ نے دوسرا نکاح کیا ہو اس کو بھی دوہاجو کہتے ہیں۔

دھوپ میں سر سفید کرنا:۔ ناتجربہ کاری میں بوڑھا ہو جانا۔

دھک سے کلیجہ ہونا:۔ ناگہانی خوف سے دل دھڑکنا۔

دھگڑا:۔ آشنا۔

دہل جانا:۔ ڈر جانا۔

دھینگا مشتی:۔ زور آزمائی کشتی۔

دیدے پٹم ہوں:۔ اندھی ہو جائے۔

دیدے کا پانی ڈھل جانا:۔ بے حیا ہو جانا۔

دین بھائی:۔ وہ شخص جسے ہم مذہب ہونے کی نسبت بھائی بنا لیا جائے یہ ایک قسم کا بھائی چارہ ہے۔

(ڈ)

ڈاب:۔ بر (ملا لکھنؤ کا محاورہ ہے)

ڈال کا ٹوٹا:۔ انوکھا قابل قدر۔

ڈھلکا:۔ آنکھ سے پانی بہنے کی بیماری۔

ڈولہ اچھلنا:۔ کسی عورت کا دوسری عورت کے خاوند سے نکاح یا آشنائی کرنا۔

ڈگی:۔ ایک قسم کا باجا۔

(ر)

راگ لانا:۔

رال کی بڑھیا:۔ لعاب دہن اور چرخے کے گوند کو بھی کہتے ہیں۔

رسّی جل گئی بل نہ گیا:۔ (دلی میں بل نہ جلا بولتے ہیں) ضرب المثل ہے یعنی دولت چلی گئی مگر غرور نہ گیا یا ہرچند سزا پائی مگر بُری عادت نہ چھوٹی۔

رموزیں:۔ کسی بات میں باریکیاں نکالنا۔ رمز پھینکنا آوازہ توازہ پھینکنا

رنڈی:۔ اصل لفظ رانڈی تھا۔

(۱) عورت استری (۲) ایک بے تکلفی کا کلمہ جو اکثر عورتیں ایک دوسرے کو کہتی ہیں۔ بیسوا یا فاحشہ عورت کسبی۔ اس لفظ کو جان صاحب نے مختلف موقعوں پر ہر معنی میں استعمال کیا ہے ہر موقعہ پر اس کے معنی محل استعمال سے سمجھے جاسکتے ہیں۔

رنگ لانا:۔ ناراض ہونا۔ بگڑنا۔

رنگیں باتیں:۔ دلچسپ کلام

روزہ کشائی:۔ روزہ کھلوانے کی تقریب۔ افطاری۔ روزہ کھولنے کی چیزیں

رومال ہوا:۔ زکام ہوا (لکھنؤ کا زنانہ محاورہ ہے)

رونّہ:۔ مال کی راہداری کا پروانہ۔

ریلا:۔ دھکا۔

(ز)

زچ ہونا:۔ عاری ہونا۔

زناخی:۔ قلعہ کی عورتیں جب دوسری عورتوں سے بہناپے کا رشتہ جوڑتیں تو ان رشتوں کے مختلف نام رکھتیں انھیں رشتوں میں ایک زناخی کا رشتہ تھا اور رشتوں سے مضبوط سمجھا جاتا۔ جب کسی کو زناخی بنانا منظور ہوتا تو زناخ (مرغ یا کبوتر کے سینے کی ہڈی جو دو شاخ ہوتی ہے) کو توڑا کرتی تھیں گویا یہ رشتہ کو مضبوط بنانے کا نشان تھا۔

(س)

سات پیڑھیوں کے بعد:- سات پشتوں کے بعد (یہ پیڑھی جس کے معنی پشت یا نسل کے لیے جاتے ہیں اس کا مادہ پیٹھ ہے)

ساچق:- بری (برات سے ایک روز پہلے کی رسم جس میں دولہا کے یہاں سے مصری میوہ وغیرہ دلہن کے یہاں جاتا ہے)

سامری:- شہر سامرہ کے رہنے والے جادوگر

سانپ کا منہ دیکھنا:- دھار رکھے جانے کی نوبت آنا۔

سایہ کا بخار:- وہ بخار جو جن یا پری کے اثر سے آجائے۔

سبز باغ دکھانا:- فریب دینا۔

سبز قدم:- نامبارک منحوس قدم

سپہری:- تیسرا پہر (دوپہر اور شام کے درمیان کا وقت)

سجن:- ہندی لفظ ساجن کا مخفف ہے نیک شخص مجازاً خاوند کو کہتے ہیں یہاں بھی مجازی معنی مراد ہیں۔

سر چوٹ ہیں:- حد درجہ دکھ پہونچانے والی ہیں۔

سر ڈھانکنا:- کوا رپٹ اتارنا۔

سر منڈوانا:- عورتوں کی زبان میں بدنام کرنا۔ چونکہ عورت کا سر مونڈا جانا اس کی انتہائی ذلت ہے اسی سے یہ محاورہ بنا ہے۔

سکھ پال:- ایک قسم کی زنانہ پالکی

سکھپال ہونا:- آرام ملنا۔

سگھڑ:- سلیقہ مند

سنجھا:- چراغ روشن کرنے کا وقت۔

سنجوگ:- قرآن السعدین (جوڑا ملنا)

سورما:- بہادر۔

سوکھے دھانوں پانی پڑنا:۔ وقت پر پانی برسنا از سرنو زندگی پانا بُری حالت سے اچھی حالت ہو جانا۔

سوم:۔ بخیل کنجوس فارسی میں شوم صحیح ہے لیکن اُردو میں سوم فصیح ہے۔

سہال:۔ ایک قسم کی خستہ اور روغنی میٹھی روٹی۔

سہرے اور جلوے کی جورو:۔ نکاحی بیوی۔

سیّد جلال:۔ ایک بزرگ کا نام اکثر عورتیں اِن کی نیاز کا کونڈا مانتی ہیں۔

سیلا:۔ ریشمی چادر، عمامہ۔ (ہندی لفظ ہے)

(ص)

صحنک:۔ مونث (۱) رکابی۔

طباق۔ حضرت بی بی فاطمہؓ کی نیاز کا کھانا۔ یا فاتحہ۔

صرفہ کرنا:۔ کفایت شعاری کرنا کمی کرنا۔ صرفہ بمعنی دریغ اور افسوس بھی آتا ہے۔

صرّہ:۔ تھیلی۔

(ط)

طوطے کی طرح آنکھیں بدلنا:۔ دیکھو روزمرہ (توتے کی طرح آنکھ بدلنا)

طوفان جوڑنا:۔ اتہام لگانا۔

(ع)

علی بند:۔ ایک زیور کا نام ہے جس کو لکھنؤ میں شیعہ عورتیں بازو پر باندھتی ہیں۔

علی بندوق:۔ توڑے دار بندوق کی ایک قسم ہے۔

(ع)

غور ڈھی جانا:۔ غرور کا سر نیچا ہونا۔

(ف)

فال کھولنا:۔ فال دیکھنا اعمال و عزایم کی کتاب کھول کر اچھے برے حال کا دریافت کرنا۔

فتح پیچ:۔ عورتوں کے بالوں کی ایک قسم کی گندھاوٹ جو لکھنؤ وغیرہ یورپ کی طرف رائج ہے لکھنؤ کی زبان ہے۔

فلک سیر:۔ ایک غشی لانے والی دوا جس کو عیاش استعمال کرتے ہیں۔

(ق)

قرق کرنا:۔ قرق بٹھانا بھی بولتے ہیں بمعنی حکم چلانا روک ٹوک کرنا

قور:۔ ترکی لفظ ہے بمعنی سلاح (ہتھیار)

(ک)

کال کا مارا ہوا:۔ قحط کے دنوں کا ٹوٹا ہوا۔

کان میں ٹو کرنا:۔ بچوں کو ڈرانے کو ان کے کان میں زور سے کتا کتا کی آواز لگانے کو ٹو کرنا کہتے ہیں۔

کٹر:۔ بلا تشدید خاص عورتوں کا محاورہ بمعنی بے رحم سنگدل۔

کرسی کے احمق:۔ نہایت احمق بالکل گاؤدی کرسی ایک قصبہ ہے یہاں کے لوگ کسی زمانہ میں سیدھے اور نرے بیوقوف ہوتے تھے اسی سے یہ محاورہ پیدا ہوا۔

کروٹیں بدلنا:۔ کروٹیں بدلیں [illegible] محاورہ ہے

کسالا نہیں سہنا:۔ تکلیف اٹھانی نہیں پڑتی کسالا کس سے بنا ہے

کس یعنی سستی کسالا مصیبت اور
بلا کے معنی میں مستعمل ہے۔
کشتی کا گوکھرو:- گوکھرو کے مختلف
معنی ہیں عورتوں کی زبان میں اُس
گوٹے کو کہتے ہیں جو سہ گوشہ توڑ کر
مقیش سے بنایا جاتا ہے (کشتی کا گوکھرو
جو کشتی کی صورت موڑا جائے)
ککڑی کا چور:- اچکا چھوٹی چیزوں
کا چور۔
کل جبھی:- وہ عورت جس کی بددعا
لگ جاتی ہو (کالی جیبھ یعنی سیاہ
زبان والی)
کونڈا اٹھانا:- جاگتی نوبت کا کونڈا
کرنے کا عہد تھا عورتیں کوئی اچھا
کھانا پکا کر کورے کونڈے میں رکھتی
ہیں اور اُس پر کسی ولی کی نیاز دلاتی
ہیں اسے کونڈا کرنا کہتے ہیں۔ جاگتی
نوبت کا کونڈا جس میں رات بھر
گیت گاتی رہتی ہیں اور صبح کو نیاز
دلاتی ہیں اسے رت جگا بھی کہتے
ہیں۔
کنوئیں جھکانا:- نہایت جستجو اور
تلاش کرانا۔ حیران و پریشان ہونا
کوار چھل اتارنا:- (کنوار چھل بھی کہتے
ہیں لیکن بلا نون بھی صحیح ہے) کوارپٹ
اُتارنا بھی بولتے ہیں یعنی سرفراز کرنا۔
کواسہ:- نواسہ کے لڑکے کو عورتوں
کی زبان میں کواسہ کہتے ہیں۔
کوڈوں دے کے پڑھنا:- مفت پڑھنا
یا کم خرچ کر کے پڑھنا ناقص تعلیم پانا۔
کوراپنڈا:- لفظی معنی اچھوتا جسم
بن بیاہی عورت یا بن بیاہے مرد
کو کہتے ہیں۔
کورے استرے سے سر مونڈنا:-
قرار واقعی سزا دینا کوڑی پاس
نہ چھوڑنا۔ خوب ٹھگنا۔
کوڑا کرنا:- تنبیہ کرنا۔ گوشمالی کرنا۔
کوکہ:- انّا کا بیٹا۔

کوکھ جلی:- وہ عورت جس کے بچّے زندہ نہ رہتے ہوں۔

کولا کاٹنا:- سزا دینا۔ کچھ کر لینا کسی طرح کا صدمہ پہونچانا۔

کہاری:- کہار کی عورت۔ کہار کی مزدوری کو بھی کہاری کہتے ہیں۔

کھجوری چوٹی:- ایک قسم کے لہریدار گندھے ہوئے بال مضبوط چوٹی۔

کھال ادھیڑ:- وہ قرضخواہ جو لیکر ہی چھوڑے لفظی معنی کھال اُدھیڑنے والا۔

کھُل کھیلنا:- آزاد ہو جانا۔

کھوجڑے سے پٹنا: خانہ خراب ہونا اس کھوجڑا کھوج کی تصغیر ہو کھوج معنی نشان۔

کھیرا ککڑی کرنا:- بیدردی سے کوسنا۔

گ

گات: جسامت عورتوں کا اوپر کا دھڑ شخص وضع کے معنی میں بھی آتا ہے۔

گپ چپ:- ایک قسم کی مٹھائی جو منہ میں گھستے ہی گھل جاتی ہے۔

گدڑے:- گدڑے کیا جیتے ہوئے کھلنے وہ ذرا سے پیدا ہوا اس مصرعہ میں شاعر نے گدڑے سے خوبصورت بچّہ مراد لی ہے۔

گڑیا سنواروں گی:- اپنے مقدور بھر بیٹی کا بیاہ کروں گی۔

گل پھول کھلنا:- پھول کھلنا سی عجیب غریب بات کا ظہور میں آنا۔

گلے پڑنا:- برگردن افتادن کا ترجمہ ہے جبنی ذمّہ پڑنا۔

گلے میں کانٹا ہونا:- آواز میں لوچ ہونا۔

گنگن دھول:- ایک گھاس ہوتی ہے جس کو کان کے درد میں استعمال کرتے ہیں۔

گودڑ کا لال:- جو شخص باوجود افلاس صورت شکل کا اچھا ہو۔

گوئیاں:- سہیلی۔ ہم عمر لڑکی۔
گویائی گیا:- نطق گویائی کجنشی۔
گھاتیا:- خود غرض۔
گھٹنوں چلنا:- سستی کے ساتھ ترقی کرنا۔
گھر کھوج میرا ہو گیا:- میرا گھر برباد ہو گیا۔
گھر گھالنا:- گھر برباد کرنا۔
گھروندا:- مٹی کا چھوٹا گھر جو بچے بناتے ہیں۔

(ل)

لاڈو:- ناز پروردہ عورتیں اس لڑکی کو مخاطب کرکے کہتی ہیں جو محبت کے سبب سست ہو گئی ہو۔
لاکھ کا گھر خاک کرنا:- اپنی دولت کو اڑا دینا۔
لاگو:- پرسان حال۔ حامی۔ مددگار چاہنے والا۔

لٹورا:- ہندی میں ایک ابلق رنگ کے شکاری پرند کا نام ہے جو فاختہ سے چھوٹا ہوتا ہے۔
لجالو:- درخت کا نام ہے جو آدمی کے ہاتھ لگانے سے مرجھا جاتا ہے مجازاً باحیا شخص کو کہتے ہیں۔
لو او بنانا:- احمق بنانا۔
لہو لگا کے شہیدوں میں ملنا:- زبردستی ناموروں میں داخل ہونا تھوڑی مناسبت سے اپنے کو پورا مستحق سمجھنا۔
لہو ہلکا کرنا:- نرم دل ہونا۔ دل کا کچا ہونا۔
لیلوٹ:- کھل اوپاڑ کا نقیض وہ شخص جو قرض لیکر ادا نہ کرنا چاہے۔

(م)

ماتھا ٹھنکنا:- اندیشہ کا گمان ہونا خیال بد گزرنا۔

ماجو:۔ فارسی میں مازو۔ اُردو میں ماجو مستعمل ہے۔ ایک تخم کا نام ہے۔ جو مزے میں چرپرا ہوتا ہے مسی لگانے کے بعد عورتیں اس کو منہ میں ڈالتی ہیں عربی میں اس کو عفص کہتے ہیں۔

ماما بخشنی:۔ بے مشقت ہاتھ آئی ہوئی روٹیاں۔

ماں پنا:۔ یہ لفظ ماں اور پن سے مل کر بنا ہے جس کے معنی ہیں ماں کیسی طرفداری کرنا۔ ماں بحر وحمایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

مانگ جلی:۔ رانڈ۔

مانگدار:۔ کنکوے کی ایک قسم ہے۔ جو دو رنگ کے کاغذ سے بنایا جاتا ہے۔

مائیوں بٹھانا:۔ شادی سے قبل ایک بند جگہ میں دولھن کو چند مقررہ دنوں تک بٹھاتے ہیں اور زرد جوڑا پہناتے ہیں۔

مچھی:۔ لکھنؤ کی زبان میں بوسہ کو کہتے ہیں۔ دہلی کی زبان میں مٹھی کہتے ہیں۔

مرّی کا جال:۔ مروری کا جال

مسیں بھیگنا:۔ مونچھوں کی علامت کا ظاہر ہونا آغاز شباب ہونا۔

مشاطہ:۔ کنگھی چوٹی کرنے والی پیشہ ور عورت (۲) وہ عورت جو لڑکیوں کا رشتہ نسبت کرانے کا پیشہ کرے۔

مغلانی:۔ امرا میں کپڑا سینے والی عورت ہوتی ہے۔

منہ تھوتھانا:۔ منہ پھولانا۔ رنجیدہ ہو کر خفگی کی صورت بنانا۔

منہ دیکھے کی محبت۔ ظاہرداری کی محبت۔

منہ کالا ہونا:۔ بدنامی ہونا۔

منہ کی راہ شفتا لو نکلنا:۔ کسی چیز کا ضمیازہ بھگتنا۔

منہ کی کھائے گا:۔ ذلیل ہوگا۔

منہ کی کھلانا:۔ زک دلوانا شرمندہ کرنا

منیم:۔ منیب کا بگڑا ہوا ہے کوٹھی کا منشی منیجر ایجنٹ۔

مودی:۔ وہ بقال جس کی دکان سے اجناس لیں۔

موم کی مریم:۔ وہ عورت جو ایسی نازک ہو جس کو ہاتھ لگانے کی بھی برداشت نہ ہو۔ چھوئی موئی۔

مہتابی:۔ ایک اونچا کھلا ہوا چبوترہ جو اکثر محل کے سامنے یا صحن باغ میں بنایا جائے۔

مہندی کا چورا:۔ وہ سفیدی جو مہندی لگانے کے بعد رہ جائے فارسی میں دزدِ حنا کہتے ہیں۔

میرا کام ہو گیا:۔ میرا کام بن گیا۔ مقصد حاصل ہو گیا لیکن اس مصرعہ میں "پوشش سے تری جو مرا کام ہو گیا" یہ مطلب ہے کہ میرا کام تمام ہو گیا۔

میر بحری:۔ بندرگاہ کا منتظم۔

میٹھا برس:۔ عورتیں اٹھارویں برس کو جو جوانی میں بھر جانے کا سال ہے میٹھا برس کہتی ہیں۔

میٹھا مہینہ:۔ حمل کا آٹھواں مہینہ۔

میٹھی مراد:۔ اچھی مراد۔

میری:۔ سب پر سبقت لے جانے والا۔

میلے سر ہونا:۔ عوام کی عورتیں حالت حیض کے موقعہ پر بولتی ہیں بیگمات دہلی کے محاورہ میں گود میں پھول بھرنا کہتے ہیں۔

(ن)

ناک چوٹی میں گرفتار ہونا:۔ فکر معیشت میں گرفتار ہونا۔ اپنے ہی بکھیڑوں سے فرصت نہ ہونا۔

نادر:۔ جلاد اور قاتل سے مراد ہے۔

نادر:۔ وہ شاہ جس نے دہلی میں قتل عام کرایا تھا۔

ناک میں تیر کرنا:- خوشامد کرنا۔
ناک گھسنا:- عاجزی کرنا۔
نِچّھتی:- بد نصیب۔
ناڑا:- گنواری زبان میں ازار بند کو کہتے ہیں۔
نس کٹا:- خواجہ سرا۔
نخا خنا:- مکار۔ دوغلا۔ منافق (رخ کی جگہ ق بھی بولا جاتا ہے) عورتوں کا محاورہ ہے۔
نکھٹو:- وہ شخص جو کماؤ نہ ہو ناکارہ۔
نگوڑا:- کلمۂ تنفر کم بخت۔ منحوس اصل میں نہ گوڑا تھا جس کے معنی بغیر گوڑے یعنی بغیر گھٹنوں کا۔
نوج:- نعوذ باللہ عورتوں کی زبان میں نوج ہو گیا ہے یعنی خدا نہ کرے
نوچندی:- چاند کی پہلی جمعرات۔
نئی نویلی:- نئی بیاہی ہوئی۔
نیگ دینا:- شادی کے موقع پر رشتہ داروں وغیرہ کو اپنی حیثیت کچھ نقدی دینا۔

(و)

ولی کنگھر:- ولی ننگر بھی بولتے ہیں یعنی حامی:- عہدارِ ولایت۔

(ہ)

ہر لونگا:- بلوہ۔ بد عملی ہل چل
ہستی بجھی:- زندگی خاک میں مل گئی۔
ہفت و یاردوں:- غالب اور حالی وغیرہ نے ہفت لفظ لکھا ہے۔ جان صاحب نے ریختی میں اس کا ترجمہ ہفت دیدوں کر دیا ہے یعنی چشم بد دور۔ لفظ ہفت کو عربی خیال کر کے اس کو جائے حطی سے لکھنا غلط ہے۔ حفت عربی میں پہ ندوں کے پھر پھڑانے یا جھانی کرنے کو کہتے ہیں اس حفت سے یہاں کچھ علاقہ نہیں ہے۔ اردو کا محاورہ ہے۔

جس کی اصل معلوم نہیں لیکن غالب
وغیرہ جیسے اُستادوں نے اس کا املا
ہائے ہوز سے لکھا ہے۔

ہلکا کرنا:- معنی معروف کے علاوہ
اتزال کرانا۔ خفیف کرنا۔ نادم کرنا

ہلاکو:- چنگیز خاں کے پوتے کا نام جو
بڑا ظالم تھا یہاں جلاد و سفاک مراد ہے۔

ہوادار بندوق:- وہ بندوق
جو ہوا میں دور تک فیر کرتی ہو۔

ہوا بتانا:- ٹالنا۔ دھتا بتانا۔

ہوک:- وہ درد جو سینہ میں یکایک
ٹھہر ٹھہر کے اُٹھے۔

ہونٹھوں کا دودھ نہیں سوکھا:-
بچپن کی باتیں نہیں گئیں۔

نظامی پریس نے اس کے پانچ ایڈیشن چھاپے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئے اب مع فوٹو اور عکس خط مرزا غالب۔ نہایت صحت کے ساتھ چھٹی مرتبہ چھپا ہے جلد نہایت خوبصورت قیمت ۱۲

دیوان غالب کا لائبریری ایڈیشن

دیوان غالب جلی قلم لائبریری ایڈیشن مع شرح معہ فوٹو اور خود نوشتہ سوانح عمری غالب مشکل الفاظ اور غالبی محاورات کی فرہنگ بھی دی گئی ہے قیمت غیر مجلد ۸ مجلد ۱۲

نکات غالب

مرزا اسد اللہ خاں دہلوی کی خود نوشتہ سوانح عمری تصوف اخلاق اور شاعری کے متعلق وہ نکات جو انھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے شاگردوں کو بتلائے اور ان کے لطائف مع فوٹو۔ قیمت مجلد عہ

رشحات انجیل

پنڈت امرناتھ لال ایم اے۔ طالب کشمیری کا صاف ستھرا کلام مختلف عنوانوں پر حالیہ نظموں کا مجموعہ۔ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ (عہ)

مراثی انیس جلد اول

میر صاحب کی آخری عمر کا مشتاقانہ کلام مرتبہ مولانا علی حیدر طباطبائی مع ایک دلچسپ مقدمہ کے اس جلد میں میر صاحب کا مستند فوٹو بھی شامل ہے جلد سنہری اعلیٰ قسم قیمت ۵ معمولی جلد ۴

مراثی انیس جلد دوم

میر صاحب کے متوسط عمر کا کلام ہے جس کے آخر میں ختام المسک کے عنوان سے مولینا طباطبائی صاحب مولف نے میر صاحب کے کلام پر دلچسپ تبصرہ کیا ہے قیمت غیر مجلد لکھ

خطبہ ابلیس

مسلمانان ہند کی پچاس برس کی تعلیمی کوشش پولٹیکل غلطیاں لیڈروں کی کمزوریاں علیگڑھ کالج کے بعض رازہائے سربستہ کا انکشاف شیطان کی زبان سے۔ قیمت ۸

ملنے کا پتہ :- منیجر نظامی پریس بک ایجنسی بدایوں۔ یو۔ پی۔

نظامی پریس بدایوں میں چھپا